۱۔ پیغام سودا

۲۔ اخبار سودا

۳۔ پیام سبز ٹال مٹول

اہل اسلام کیلئے

تجزیہ نگار

علی شرف الدین

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدافِعُ عَنِ الَّذينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لا يُحِبُّ كُلَّ خَوّانٍ كَفُور﴾

(الحج ـ ٣٨)

☆انتساب☆

ان ذوات ذی قدر کے نام جو عزیزوں
دوستوں دشمنوں کو میزان اسلام سے
تولتے ہیں،اسی طرح جو اقتصادیات
اجتماعیات سیاسیات میں اسلامی
معیار کو بنیاد بناتے ہیں۔
وہ ذوات معاشرے میں حکومت دلیل
کیلئے کوشاں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلائع کتاب: پیغام سودا، اخبار سودا اور پیام سبز ٹال مٹول کے عنوانات پر مشتمل اس کتابچہ کی تالیف کا پس منظر پیش کرنے کی ضرورت وہ سوال ہے کہ، کیا ہم بحیثیت مسلمان ملک کے طول و عرض میں جاری غیر اسلامی غیر دینی یا ضد دینی واقعات وحوادثات کے بارے میں کوئی مسئولیت رکھتے ہیں یا نہیں؟ دوسری طرف ہم نہ خود کو ایک مسئول اعظم اور مفتی اعظم تصور کرتے ہیں اور نہ دیگران کو سکان ملاء اعلیٰ اور مافوق جرح وتعدیل سمجھتے ہیں۔ ہم نہ ایک علاقے کو اپنے لئے مخصوص اور دوسرے علاقوں سے غیر مربوط تصور کرتے ہیں بلکہ اس ملک کے طول وعرض وسط میں رونما ہونے والی غیر دینی حرکات وسکنات میں اپنے آپ کو عنداللہ مسئول سمجھتے ہیں۔ شمالی علاقہ جات میں قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کے موقعہ پر ہمارے گاؤں علی آباد کے خورد وکلاں ہمارے بھتیجے کے گھر میں وحدت مسلمین کے لئے ووٹ لینے آئے اور ووٹ نہ دینے کی صورت میں دھمکی دے کر چلے گئے جو ایک غیر شرعی عمل تھا۔ ہم نے ان کے اس عمل کو پیغام سودا قرار دے کر ان کی جاری دیگر غیر دینی غیر اسلامی سرگرمیوں پر بات کی تا کہ یہ لوگ اپنی غیر اسلامی حرکتوں کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ ابھی یہ عنوان پایہ تکمیل کو پہنچ رہا تھا کہ ہمارے عزیز داماد سید محمد سعید کی ایک مدرسۃ ضرار کی بنیاد رکھنے کی خبر ملی جو دین کیلئے ایک خبر سودا رکھتی تھی۔ انکا یہ عمل ملک میں خانہ مفت خوراں میں ایک اضافہ تھا۔ پھر اچانک حکومت سندھ نے خلیفہ دوم کی

وفات کی مناسبت سے یکم محرم الحرام کی چھٹی منظور کی تو ملک میں کام سے زیادہ تعطیلات کے بارے میں دین وشریعت کا نقطہ نظر مبذول کرنا بھی وقت کے تناسب سے ضروری سمجھا۔ اسی دوران اچانک صوبہ سرحد اور شمالی علاقہ جات میں آفت زلزلہ کا سامنا ہوا، زلزلہ سے متاثر خسارات مالی وجانی سے زیادہ اس آزمائش وامتحان الٰہی کو سیکولروں نے لوگوں کی توجہ کو اللہ سے موڑنے کیلئے ایک اور زلزلہ الحادی کی طرف موڑا، حالانکہ نص قرآن کے تحت زلزلہ انسان کو متنبہ کرنے کیلئے ایک تنبیہ ہے۔ دین سے موڑنے والے جدت پرست جس طرح سیلاب کا رخ موڑتے ہیں اسی طرح اس کی توجیہات کرنے لگے۔ اسی دوران مسیحوں اور مسیح نوازوں، حقوق خواتین کے علمبرداروں پر ایک زلزلہ آیا جہاں عمران خان اور ان کی بیوی میں جدائی کی خبر آگئی جو ملک میں بڑھتی ہوئی طلاق کے رجحان کی عکاسی کرتی ہے جس کے ذمہ دار حکمران اور کالم نویس ہیں۔ عمران خان اور ان کی بیوی میں جدائی کی ذمہ داری خود عمران اور ان کی بیوی پر عاید ہوتی ہے دونوں نے ایک دوسرے سے زواج نہیں کیا تھا بلکہ سیاست سے ازدواج کی تھی۔ ایک اور زلزلہ وزارت عظمیٰ پاکستان کی طرف سے اہل اسلام پر آیا غرض جب یکے بعد دیگر مایوس کن خبریں سامنے آئیں جنھوں نے ہر مسلمان کے دل کو حزن وملال میں مبتلاء کیا۔ اسی دوران ایک اچھی خبر آئی جہاں اعلیٰ عدلیہ نے ایک طویل عرصہ استعماری زبان سے دبنے والی قوم کو اس سے نجات دلانے کا حکم صادر فرمایا۔

پیغام سودا

ازخوردوکلاں علی آباد

حمد وثنا اس ذات وحدہ لاشریک کے لیے مختص ہے جس نے تمام انبیاء اور کتب آسمانی کے ذریعے اپنی ذات سے ہر قسم کے شرک کی نفی کرتے ہوئے تمام برائیوں کی جڑ اور سب سے بڑا ظلم شرک کو قرار دیا۔ مشرکین وملحدین کے ساتھ مدعیان دین و ایمان اور توحید پرستی کے دعویداروں نے نادانستہ طور پر یا بطریق منافقت معاشرہ انسانی کو کثافت ورذالت شرک والحاد سے آلودہ کیا ہے۔ اسکی چلتی وجاری مثال شیعوں اور صفویوں کے توسل کے بہانے مثل مشرکین گلی کوچوں میں بت خانوں اور توسل خانوں کا جال بچھانا اور اپنے ہاتھوں پیروں اور گردنوں میں طوق عبودیت غیر اللہ آویزاں کیے ہوئے ہیں۔ انھوں نے انسان کو دعوت یکتا پرستی دینے والے انبیاء کی قبروں کو بھی بت خانہ بنایا ہے۔ انبیاء کی راہ میں ہمیشہ سے یہ بت توسلی حائل رہے ہیں اور ان کے بعد بھی ان کی راہ پر چلنے والوں کے سامنے بھی یہی بت پرست گوسالہ پرست مثل ٹریفک پولیس مانع ہورہے ہیں۔

سلام و درود ہو حضرت محمدؐ اور ان کے آل اطہار واخیار مہاجرین وانصار ابرار پر جو مسمار کنندہ بیوت شرک ومحو کنندہ آثار شرک ہیں، ہم برات وتبرا چاہتے ہیں ان ان حامیان مشرکین سے جو جس شکل ورنگ میں بھی ہوں، اس میں چاہے اعزاء ہوں یا احباب منافق۔ حاضر کتاب

اس پیغام سودا پر نگارش ہے جو خور دو کلاں علی آباد نے میرے بھتیجے سید محمد طاہر کے گھر میں آ کر دیا ہے۔علی آباد کے خور دو کلاں کے نزدیک علی آباد میں اگر کوئی شرف الدین کا چاہنے والا اور حمایت و دفاع کرنے والا ہے تو یہی انکا ایک بے وقوف بھتیجا ہے جو ہر موقعہ پر شرف الدین کی مظلومیت کی بات کرتا ہے۔

میرے دو بھائی پہلے سے مفلوج الحال تھے جو میری اہانت و جسارت کے لئے استعمال ہوتے رہے جواب ناکارہ ہو چکے ہیں۔میرا ایک بھتیجا علی آباد والوں کی گیند بن چکا ہے وہ جب چاہتے ہیں اس خاندان میں پھوٹ ڈالنے کیلئے اسے استعمال کرتے ہیں، ایک بھتیجا نفاق میں ماہر ہو گیا ہے وہ مجھ سے بھی محبت کرتا ہے اور میرے مخالفین سے بھی صدق دل سے محبت کرتا ہے بلکہ یوں کہیں صحیح معنوں میں بے دینیوں سے اسکی دوستی ہے۔میرے حق کو روکنے میں بنیادی و مرکزی کردار بننے والے حاجی محمد رضا اور آغا علی کے بھی دوست صمیمی بنے ہیں' حاجی حسن میری چچازاد بہن کی یادگاری کے حوالے سے میرے لئے عزیز تھے وہ مجھ سے محبت کرتے تھے لیکن بے دینوں کے آلہ کار بننے کے بعد ان سے تعلقات ختم کئے وہ ان سے بھی دوستانہ تعلقات رکھے ہوئے ہیں۔

سید محمد کی منافقت کا یہاں تک سننے میں آیا ہے انھوں نے مبارک کی خاطر ندیم کو ووٹ دیا ہے، آغا علی اور شیخ یعقوب کی خاطر اعظم خان کو اپنی بیوی کا ووٹ دلوایا ہے۔جہاں تک محمد سعید کی بات ہے تو وہ شبیر کوثری اور ان کے ہم صنف دوستوں کی باتوں میں آ کر غداری، نمک حرامی دین و دیانت سے دوری خرافتوں کی پاسداری میں ضامن علی کا دوسرا نسخہ بنے ہوئے

ہیں۔آپ میری کتابوں اور ادارہ کے ساتھ ایک عرصے سے نفرت کرر ہے ہیں، اس معاملے میں وہ ضامن علی اور طہٰ سے کم نہیں ہے۔

خوردو کلاں علی آباد میرے اس بھتیجے کو اس صورت حال اور میرے خلاف منظر نامہ کے تناظر میں ایسی دھمکی دیتے آئے ہیں کہ وہ آئندہ ایسی بات کرنے کی ہمت و جرات کھو بیٹھے اور شرف الدین کی طرح اندرون خانہ محصور کرکے اس کی آب وخوراک اور رفت وآمد بند کرنے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔خوردو کلاں علی آباد کے لئے یہ ایک اچھا موقعہ تھا جو انہیں ہمیشہ نہیں ملتا بلکہ چار پانچ سال بعد آتا ہے بلکہ یہ موقعہ گزشتہ سالوں سے مختلف تھا۔انہیں چونکہ اسلام سے چڑ ہے اور یہ کفریات وشرکیات کے حامی ہیں یہ پہلے بھی فاسقین وفاجرین کی حمایت کرنے والوں میں شامل ہوتے تھے لیکن اس سال صورتحال مختلف ہے۔اس سال ان کے ووٹ ظاہری طور پر وحدت مسلمین کیلئے تھے لیکن بعد میں یہ ووٹ کفروالحاد اور اعلانیہ بے باکی سے عریانی کا مظاہرہ کرنے والوں اور اپنے کردار وگفتار کے ذریعے اسلام کا مذاق اڑانے والوں کے حق میں جانے تھے کیونکہ وحدت مسلمین کا ان سے اتحاد تھا۔یہ چاہتے تھے شیخ جاہل وباطل ساز کو دین کا نمونہ بنا کر ان کی خاطر وحدت مسلمین کو ووٹ دیں تاکہ راجہ ناصر کے ذریعے تحریک انصاف اور کاروان بے حجابات کے ساتھ انصاف ہو۔چاہے اسلام و مسلمین سے دھوکہ وفریب ہی کیوں نہ ہو جبکہ ہمارے شیخ صاحب پہلے ہی ایک عرصے سے آغا خانیوں کے کہنے پر اس ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں آپ اوامر ونواہی قرآن وسنت کی طرف پشت کرکے صوفیوں اور اسماعلیوں پر توجہ مرکوز کئے ہوئے ہیں۔انکا عمل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ احکامات وفرائض اسلامی سے ایک عرصے

سے روگردانی کرتے ہوئے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی بات نہیں کرتے اور نہ ہی ناجائز و حرام کاموں سے منع کرتے ہیں، عورتوں کو حقوق دینے کی بات نہیں کرتے، بلکہ اس کے برعکس دنیائے کفر سے لیے گئے پیسے سے مسجدوں کی تعمیر اور پھر ان مسجدوں میں نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ علاقے والوں کا خیال ہے اگر ہم ان کی پشت پر رہیں گے تو وہ ہمیں بھی آغا خانیوں اور این جی اوز سے کمیشن پر کام لے کر دیں گے اور دوسری طرف ہمیں محرمات و موبقات سے نہیں روکیں گے بلکہ مزید سہولتیں مہیا کریں گے۔

خوردوکلاں علی آباد والے ہمارے مظلوم بھتیجے سید محمد طاہر کو ہراساں کرنے اور جبری طور پر وحدت مسلمین کے ذریعے عمران خان کے لئے ووٹ طلب کرنے آئے تھے تاکہ وہ شیخ کی خاطر ووٹ جناب فدا علی کو دیں جو ایک عرصہ سے دین و دیانت سے کنارہ کشی کر کے راجہ ناصر کے ہاتھ میں پانچ ہزار کے نوٹوں کا بنڈل دیکھ کر حواس باختہ ہو کر سیاست میں کودے تھے، اگر ووٹ نہ ملے کوئی بات نہیں اس بہانے سے ایک دو بنڈل تو ضرور ملیں گے۔ سید محمد طاہر نے انکے جواب میں کہا شیخ اور علی آباد والے آغا سے نفرت و عداوت میں لبریز ہیں آج کیسے آغا کے گھرانے سے ووٹ مانگنے آئے ہیں۔ اس پر خاندان وھپہ کے ایک نوجوان نے کہا آپ سوچ کر فیصلہ کریں تاکہ آئندہ آپ کے مستقبل کے لیے کوئی مسئلہ نہ بنے گویا یہ سب کا مشترکہ بیان تھا۔ انہوں نے ہماری حیثیت کو معمولی بتانے کیلئے ایک لڑکے کے ذریعے یہ بیان دلوایا۔ خوردوکلاں کے پیغام کا مقصد تھا شرف الدین کے بھتیجے کو سمجھائیں کہ ہم یہاں شیخ کی مخالفت دیکھنا نہیں چاہتے۔ اس پیغام کی رسائی کے لیے محلے کے حاجی عنایت کی سرکردگی میں حاجی

یعقوب اور دیگر وفا داران آغا خانی بھی ان کے ہمراہ تھے۔وہ ووٹ لینے کی نیت سے نہیں آئے
بلکہ دھمکی دینے کی نیت سے آئے اور غرور و تکبر میں کلانوں کی بجائے ایک چھوٹے لڑکے کے
ذریعے دھمکی دے کر گئے۔ہمیشہ سے کھڑ پینچ لوگ ایسا ہی کیا کرتے آئے ہیں،شکور نے اپنے
بھائی کو آگے کیا وہ ایک کمزور اور بے زبان انسان سے زبان کھلواتے اور خود خاموش رہتے ہیں
اور بعد میں جب اعتراض ہوتا تو کہتے ہم نے تو نہیں کہا تھا،یہ ان کی منافقت ہے۔

خاندان وھبہ کی موجودہ نسل کس حد تک دین و دیانت کی حامل ہے،یا بے دینی میں کس
قدر آگے نکل چکی ہے مجھے پتہ نہیں لیکن ہمارے دور میں سوائے ایک گھرانے کے سب بے نماز
و دین ناشناس تھے۔اس وجہ سے ہمارا ان سے رابطہ ٹوٹ گیا تھا،دین و دیانت ان کے ہاں کوئی
مفہوم نہیں رکھتی تھی لیکن حاجی عنایت صاحب کے مرحوم والد صاحب کے دیندار اور پابند صوم و
صلاۃ ہونے کی وجہ سے ہم ان کو بھی دیندار سمجھتے تھے۔آج سے دس پندرہ سال پہلے جب میں
وہاں گیا تھا تو خود ان کی زبان سے سنا تھا انہوں نے اپنے گھر سے متصل دس بیس قدم کے فاصلے
پر قائم مسجد کے مقابل میں ایک مسجد ضرار بنائی ہے جس کیلئے سرمایہ بھی لادینوں سے لیا گیا ہے
۔اس وقت انکا مقصد شکور ولد ابراہیم حاجی علی جیسا ہی انتہائی حقیر تھا کہ کفر سے پیسہ کا حصول
اور بعد میں ایام محرم میں تبرک کھائیں گے اور وہ بھی اپنے گھر والے ہی کھائیں۔اس دن سے
ان کی دیانت کا اندازہ ہو گیا تھا۔اسکا دوسرا مظاہرہ اس وقت ہوا جب ان کے سامنے حاجی غلام
رضا نے کہا تھا ہمارے پاس جو ھبہ ہے وہ کارآمد نہیں ہے۔اس کے باوجود حاجی عنایت نے شیخ
کے فتویٰ کو اپنی سماعت پر مقدم رکھ کر میرے حق کے بارے میں کتمان شہود کی۔تیسرا شیخ اور سید

طہ نے اپنی مسجدوں کو گرا کر مسجد ضرار بنائی ہیں پھر بھی انہوں نے شیخ کو منع نہیں کیا۔ حاجی عنایت ان کے بہنوئی مہدی جیسا بیل گدھا بن گیا ہے اب حاجی عنایت صاحب لقمہ حرام کھانے میں بھی شیخ ضامن کے گدھے ہیں۔

حاجی یعقوب کے بارے میں ہم اپنے اندر تحفظات رکھتے تھے کیونکہ ان کا سالا اس علاقے کے فاسقین وفاجرین کی قیادت کرتا تھا۔ حاجی یعقوب موقع ومحل آنے پر اپنے سالے کا ساتھ دیں گے اور مجھے چھوڑیں گے یہ مجھے معلوم تھا لیکن انکی ظاہری تصنع اور مدارت کی وجہ سے ہم نے انہیں دین دار سمجھا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا چنانچہ جب مرحوم عباس نے مجھے اپنی پوری جائیداد ھبہ کرنے کے لیے کراچی سے بلایا، گھر میں وہ اور دوسرے گواہاں موجود تھے۔ میں نے حاجی یعقوب سے کہا ان کی جائیداد کے اصل حقدار آپ لوگ ہیں آپ لے لیں، اگر آپ نہیں لیتے تو مجھے اجازت دیں میں لے لوں۔ ان کو راضی کر کے میں نے ان سے ھبہ لیا وہ بھی صرف ان کے باپ کے حصے سے جبکہ ان کی ماں کے حصے کا بعد میں خود کس طرح ھبہ لیا وہ بھی ایک ناگفتہ بہ ہے۔ جب میں نے اپنی زمینوں کو آپ اور آغا علی کو چند سال کے لیے اجارہ پر دیا اور اجارہ کی رقم بھی وصول کی، لیکن مدت ختم ہونے سے پہلے اپنے لئے درپیش مسائل کی وجہ سے ہم نے درخواست کی کہ ہماری زمین واپس کریں اور اپنی باقی رقم واپس لے لیں چنانچہ انھوں نے کرم فرما کر ایسا ہی کیا، جو میرے ساتھ احسان تھا میں نے اس کو نہیں بھولنا تھا، لیکن ابھی ہم نے اسے واپس لے کر کاشت بھی نہیں کی تھی کہ شبیر دہشت گرد اور ان کے نمک حرام ناقدر و ناشناس اندر سے حب دولت سے لبریز باقر نے ملکر اس زمین پر ڈاکہ ڈالا اور ہم ایک قسم کی

مجبوری اوران دگرگوں حالات میں اس زمین کو ایک ناچیز اجارے پر دینے پر مجبور ہو گے، جو حاجی یعقوب پر گراں گزرا۔ چنانچہ انھوں نے اس کی شکایت کی جو مجھ تک پہنچی، میں نے جواب میں کہا میرا قطعاً ارادہ نہیں تھا کہ میں زمین آپ سے نکال کر ان کو دوں، بلکہ ان دونوں نے اس پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ میری معذرت کے بعد بھی اس کے دل میں اصل ناسور شفایاب نہیں ہوا۔ میری غیر مزروعہ زمین خرید نے کا بیعہ نامہ مرحوم عباس کی وفات کے بعد سامنے لائے۔ جب میں نے دیکھا تو اس کے بارے میں انھیں خط لکھا، لیکن انھوں نے جواب نہیں دیا۔ آپ نے اپنے دل میں اپنے سالے اپنے مادرزاد بھائی خانی کے ایجنٹ اور علی آباد کے حقوق خور کی جانب داری اور اپنے یوسف کی حمایت میں ہم سے عداوت اور دشمنی برقرار رکھی ہوئی ہے۔ نیز انہوں نے ساٹھ ہزار لے کر میری زمین کی جو ناکارہ چار دیواری بنائی وہ ایک سال تک بھی نہیں چل سکی اور آپ کو اس حد تک شرم وحیاء یا خوف آخرت نہیں آیا۔ حج بیت اللہ کرنے والے زیارت حسینؑ کو جانے والے بغیر کسی پرداہ اور شرم وحیاء کے لقمہ حرام کھانے کے لیے حاجی عنایت، مہدی اور حاجی علی شیخ سے یک جہتی دکھانے کیلئے دفر و پا ماتم سرا میں چھپ کے جاتے ہیں۔ گویا اللہ اور اس کے کرامؑ کا تبین بھی انہیں نہیں دیکھتے ہیں۔ ہم نے انتہائی غصہ میں ان کے بیٹے کو کہا کہ وہ آغا خانیوں کیلئے کام کرتے ہیں سب دیکھ رہے ہیں۔

شکور ولد ابرہیم کا حال تو سب کو پتہ ہے انہوں نے ہم سے دس ہزار روپے وصول کئے میری زمین کو مسجد میں شامل کیا اور نیز این جی اوز سے بھی رقم کھائی جو حلال وحرام میں لا ابالی کرتا ہو اس سے کسی خیر کی توقع کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس پیام سودا کے ملنے کے بعد مجھے ان کے شیخ اور

خوردوکلاں کی شقاوت وقساوت سے بھرے سابقہ سلوک ورفتار کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے تناظر میں اپنالائحہ عمل طے کرنا ہوگالہٰذا ہم پہلے قارئین ومصنفین کرام کواپنے ساتھ ہونے والے برے سلوک ورفتار کوپیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی حالیہ پیام سودا کے تناظر میں اپنا موقف پیش کررہے ہیں۔اس پر نگارشات میری زندگی بھر کاعلی آباد کے خوردوکلاں کے ساتھ تجزیہ وسلوک ہیں جوعلی آباد کے خوردوکلاں نے میرے ساتھ کیا ہے۔انکارویہ میرے ساتھ ایسا ہی ہے جیسے حضرت محمدؐ کے ساتھ مشرکین قریش کا رہا ہے کیونکہ انہوں نے ان کے اوثان واصنام اوران کی پرستش کرنے والوں کو برا بھلا کہا تھا۔حضرت محمدؐان کے بتوں اور بت پرستی کے لیے خطرہ بنے ہوئے تھے لہٰذاانہوں نے ان سے جان چھڑانے اوران کوعوام کی نظروں سے گرانے کیلئے ان پر طرح طرح کی تہمتیں لگائیں،انھیں جھوٹا،دھوکہ باز اورلوگوں میں تفرقہ ڈالنے والا کہا،ان کے ماننے والوں کوطرح طرح کی اذیت وآزار پہنچائیں انکا جینا حرام کردیا یہاں تک کہ وہ ابوطالب کودھمکی دینے کیلئے گئے اور کہااگر محمدؐ کونہیں روکیں گےتو ہم انھیں دیکھ لیں گے۔

حضرت محمدؐاور بنی ہاشم اورآپؐ پرایمان لانے والوں کواجتماعی واقتصادی محاصرے میں محصور کرنے کا صحیفہ سودا لکھ کرکعبہ میں آویزاں کیا گیا۔اس طرح ان کوتین سال تک بدترین روزگار کا سامنا ہوااورآخر میں ابوطالب کی وفات کے بعدحضرت محمدؐ کیلئے مکہ میں جینا دشوار ہو گیا۔قریش نے اپنا آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے ان کوجان سے مارنے کاعہد کیا۔لیکن اللہ نے حضرت محمدؐ کو یہ وعدہ دیا تھا کہ ہم آپ کو بچائیں گے اس نے آپ کو نہ صرف بچایا بلکہ یہاں سے صحیح سالم مدینہ پہنچایا تو مشرکین نے مدینہ میں آپ کا پیچھا کیااور جنگ پر جنگ مسلط

کی۔

تاریخ گواہ ہے بت پرستی کے خلاف اعلان جنگ میں جس جس نے اس میدان میں قدم رکھا چاہے وہ شعیب نبی ہو یا ھود ولوط و یونس ہوں یا حضرت محمدؐ یا ان کی پیروی کرنے والے ہوں، کسی بھی دور کے مشرکین نے انھیں آزاد نہیں چھوڑا ہے۔عراق کے آیت اللہ محمد حسین کاشف الغطا کو خانہ نشین کیا، آیت اللہ ابوالحسن اصفہانی کے بیٹے کو قتل کیا اور آیت اللہ برقعی جوان کی خرافات اور بدعات کے خلاف بولتے تھے، مجلسی اور شگری نے ان پر لعنت بھیجی۔لیکن اللہ کا وعدہ حفظ ونصرت انبیاء کو حاصل رہا ہے اور ان انبیاء کے لائے ہوئے دین وشریعت کی پیروی کرنے والوں کے ساتھ بھی رہا ہے اور رہے گا۔قارئین ہم اور علی آباد والوں کا ماجرا بھی کچھ اس سے مشابہت رکھتا ہے۔ہم نے انھیں بت پرستی وحرام خوری چھوڑنے فحشاء ومنکرات بند کرنے کی دعوت دی جوان پر گراں گزری تھی۔اس طرح علی آباد کے شیخ خانی اور امام مسجد ضرار نیز اس بہانے سے چندہ خوران ضامن اور طہ نے میرے اوپر تہمتیں لگا کر میری کتابوں پر پابندی لگائی اور اب یہاں تک نوبت آئی کہ آج میرے بھتیجے کو بھی دھمکی دینے آئے ۔

شرف الدین ان کی نظروں میں کیوں مکروہ ہے:۔

اولادوں کی نظروں میں باپ سے زیادہ ماں کی محبت پائی جاتی ہے کیونکہ باپ انھیں نصیحت کرتا ہے جبکہ ماں کھلاتی ہے اور انہیں تحفظ دیتی ہے۔جو عالم دین عوام کو ہدایت کرتا ہے وہ لوگوں کو پسند نہیں آتا بلکہ انکے نزدیک مکروہ ہوتا ہے چنانچہ مرحوم اخوند بلبل انھیں پسند نہیں تھے

کیونکہ انھیں ہدایت کرتے اور ٹوکتے تھے جوان کیلئے ناگوار تھا۔اسی طرح میرے مخالفین کا قصہ بھی کچھ ایسا ہی ہے،اس حوالے سے میں انکے چند نمونے پیش کرتا ہوں۔

۱۔ علی آباد کے ایک فوجی صوبیدار نے پنشن لے کر گھر آنے کے بعد مقامی انتخاب میں حصہ لیا تو ہم نے انکی حمایت کی لیکن جیتنے کے بعد انہوں نے غلط افراد سے اتحاد کیا تو ہم نے انکی مخالفت کی لیکن محلّہ والوں نے ان کی حمایت جاری رکھی،اس کے بعد ان کے خاندان بلکہ علاقے والے میرے مخالف ہو گئے۔

۲۔ اسی علی آباد سے اعجاز ولد حاجی ابوالحسن انتخاب میں کامیاب ہوا وہ کراچی ہم سے ملنے آیا۔ہم نے ان کی پذیرائی کی گفتگو کے دوران اس نے بتایا محلّہ والوں کیلئے دس ہزار ملے ہیں۔میں نے اسے کہا یہ محلّہ والوں کو دیدیں تو اس پر اس نے میری مخالفت شروع کی اور آغا خانیوں سے الحاق کرلیا۔

۳۔ ہماری چچازاد بہن کی بیٹی کے شوہر مفسد تارک صوم وصلاۃ دین ودیانتداروں سے نفرت کرنے والے نام نہاد حاجی مہدی کی میں نے مخالفت کی تو وہ میرے دشمن بن گئے۔

۴۔ اسی بہن کا بیٹا بنام حاجی حسن ہم سے محبت کرتا تھا اور میں بہن کی وجہ سے اس کو چاہتا تھا۔اُس نے اپنے بہنوئی کے مخالف کو رات کے اندھیرے میں مارا اور زخمی کیا۔ہم نے اس دن سے ان سے قطع تعلق کیا ہوا ہے۔

۵۔ علاقہ کے ایک کھڑپینچ نے ایک سادہ اور بے زبان انسان کی بیوی جو شکل وصورت میں اچھی اور صاحب جائیداد بھی تھی کو جعلی طلاق نامہ کے ذریعہ کسی اور فاسد کے عقد میں دیا،اس

پر ہم نے انھیں مجلس میں آنے سے منع کیا۔

۶۔ ہمارے نجف سے آنے سے پہلے ماتمسراؤں میں باقاعدہ خلفاء پر گانے کی طرز پر لعنت بھیجی جاتی اور تالیاں بجائی جاتی تھیں، ہم نے اس عمل کی ممانعت کی اور یہ قبیح عمل بند ہو گیا' لیکن قرمطیوں کے دل میں ایک ناسور بن گیا۔

۷۔ ایک شخص بنام حاجی اسماعیل جو اچھے لحن کے ساتھ قصائد پڑھتے تھے، لوگ ان کی عزت بھی کرتے تھے، اس نے حضرت علی کی میلاد کے دن ایک بحر طویل پڑھا کہ علی پیدا ہوتے ہی سجدہ میں گئے اور اٹھ کر سورہ قد افلح المومنون پڑھی، اس پر میں نے اسی وقت اس کو روکا اور آئندہ نہ پڑھنے کا کہا۔

۸۔ عقد نکاح پوشیدہ ومخفی پڑھاتے تھے اس پر ہم نے کہا اعلانیہ گواہوں کے حضور میں پڑھیں بلتستان کے عوام کو دین سے بے دخل کرنے میں اسی مخفی پوشیدہ نکاح متعہ اور ھبہ کا بڑا کردار رہا ہے ہم نے اس کی مذمت کی تھی۔

۹۔ ایک شخص بنام منظور حسین ہمدانی سرگودھا سے تعلق رکھتا تھا اور پولیس سے ریٹائرڈ انسپکٹر تھا ہمارے علاقے میں آیا۔ یہ بلتستان کے نوربخشیوں کو لوٹنے آیا، اھالی شگر نے اپنے الیکشن میں تقریر کرنے کیلئے بلایا تو ہم نے اسکی مخالفت کی اور لوگوں سے کہا کیوں ایک فاسد انسان کو لاتے ہو، اس پر راجہ نواز ہمارے خلاف ہو گئے۔

۱۰۔ راجہ شگر سیاست میں آئے اور لہو ولعب دف وڈھول جیسی سرگرمیوں میں پورے علاقے کو مدعو کیا گیا، ہم نے ان کی مخالفت کی تو ہم ڈاکٹر حسن خان کے دل میں ناسور بنے۔ ہم سات

سال بلتستان میں رہے لیکن کبھی ان کے قصر میں نہیں گئے جبکہ شیخ ضامن وغیرہ ہر موقع ومناسبت پر وہاں جاتے ہیں۔

۱۱۔ حاجی محمد حسین نے جناب مرحوم آغا سید محمد طہٰ اور ان کے پورے خاندان کو پی پی اور آغا خانیوں کا شیعہ بنایا اور سمجھایا کہ اس وقت شیعہ کی بقاء بھٹو اور آغا خانی کی اندھی بیعت میں مضمر ہے چنانچہ مرحوم آغا کا وارث آغا مبارک علی شاہ حاجی محمد حسین اور ان کے وارث بھائی کے ساتھ رہنا ایمان کی نشانی قرار دیا۔ حاجی محمد حسین نے علاقہ باشاہ سے چند عمامہ پوش گلگت میں آغا خان کی بیعت کے لئے گئے تھے، جب مجھے پتہ چلا یہ آغا خانیوں سے ملے ہیں، تو میں نے ان سے قطع تعلق کیا، آپ سولہ سال ممبر پر رہے شگر بلتستان کے گنجان آباد گلاب پور اور باشاہ کی بنسبت پسماندہ اور ترقی سے محروم رہا پھر بھی یہاں کے نام نہاد علماء ومومنین نے ان کی حمایت کو علامت دینداری گردانا ہے۔ علی آباد کے حاجی عنایت ایوب کے خاندان نے ان کا ساتھ دینے کو جزء ایمان بنا رکھا تھا۔

یہ غصہ اس وقت سے ان کے دل ودماغ میں ناسور بنا ہوا تھا چنانچہ انہوں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا وہ اہل کوفہ والوں کا مسلم بن عقیل کے ساتھ سلوک جیسا تھا۔ اس وقت کے جوان جواب کے کلاں ہیں جو اس وقت کے خورد ہیں وہ آئندہ کلاں ہونگے میں ان کے دل میں ناسور بنا ہوا ہوں۔ وہ دم در و دیا کسی بھی ادویہ کے علاج سے ٹھیک ہونے والا نہیں ہے جبکہ یہ لوگ اس ناسور کو لے کر جہنم میں جائیں گے۔ یہ لوگ مجھ سے انتقام لینے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ علی آباد کے خورد و کلاں نے ہم سے انتقام تذلیلی اس وقت لیا جب ہم اپنے دو بھتیجے

اور ایک بھتیجی کے مراسم ازدواجی میں شرکت کے لئے اس شرط پر گئے تھے کہ یہ مراسم زواج سادہ ہوں گے جو بدعات اور محلّہ کے کلانوں کی خیانتکاریوں سے پاک ہوں تاکہ آئندہ اسے مثال بنا کر غریب طبقہ آسانی سے اپنی اولاد کی زواج رخصتی کر سکیں لیکن ان کو مثل حیوان کھانے لوٹ مار کرنے اور خیانتکاری کے مواقعے چھوڑنا منظور نہیں تھے، انکے یہ اعمال ہمیں برداشت نہیں ہوئے جس پر ہم بغیر کھانا تناول کیئے گھر سے باہر نکلے۔

ہر سال ماہ شعبان میں دو جلسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے ایک خوردوں کی طرف سے اور دوسرا کلانوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ ان کا مقصد انکو چھوٹی عمر سے ہی دین و شریعت محمدؐ کے خلاف کام کرنا سکھانا تھے، انہی خوردوں نے آغا خانیوں کو یہاں بلایا اس میں سرفہرست قاسم ولد ابراہیم، ہاشم ولد علی موسیٰ جعفر ولد علی موسیٰ تھے یوسف ولد حاجی یعقوب، اعجاز ولد حاجی ابو لولو وغیرہ آغا خانیوں کو یہاں لانے والے تھے جو اپنی چھت کے نیچے انہیں پناہ دیتے تھے۔

ان کا دوسرا دن ایک مفروضے پر مبنی یا دھوکہ بازوں کے امام کے نام پر میلاد منانے کا دن ہوتا ہے جہاں جامعہ نجف کے اساتید خرافات فرسودہ جدید و قدیم بیان کرنے کیلئے علاقے باشے سے تعلق رکھنے والے قرمطی علماء کو بلاتے ہیں۔ جنہوں نے قرآن و سنت محمدؐ اور تاریخ اسلام کا ایک کلمہ بھی نہیں پڑھا ہوتا اور نہ اس سلسلے میں ان کا کوئی مطالعہ ہوتا ہے۔ ان کے پاس جلسے میں پیش کیے جانے والا مواد بوا شاہ عباس کے مدائح و قصائد کے نام سے غزلیں، گانے، کفریات اور شرکیات ہیں۔ جس طرح ملک میں عیدین میں اسلامی عید کے نام سے تمام لہویات لغویات کے مراسم کا اہتمام کرتے ہیں یہ لوگ میلاد ائمہ اطہار کے نام سے غزل مزاج والوں

سے مضحکہ خیز جملات شعر ونثر میں پیش کرتے ہیں جلسہ میں شرف الدین سے انتقام کیلئے اور ان کا نام لے کران کے عقائد کے خلاف علماء سے مذمتی بیانات دلوانا ہے کہ جو ڈاکٹر حسن خان عماچہ کی دلی خواہش تھی شاید یہ سب اسماعیلیوں کے کہنے پر ہوتا ہے۔

شیخ ضامن علی آغا خانیوں کے مبلغ:

ہم نے شیخ ضامن علی کے لیے جو خدمات پیش کی ہیں ان سے پشیمان نہیں ہیں کیونکہ ہم نے انھیں ایک صالح جوان یا دین دار سمجھ کر یہاں کے عوام کے لیے دین وشریعت کی ہدایت و راہنمائی کرنے والے انسان کی نیت سے کی ہیں۔ہم اپنے بھائی کو پیچھے چھوڑ کر شیخ ضامن علی کو آگے لائے کیونکہ وہ میرے بھائی سے زیادہ پڑھے ہوئے تھے،دسویں پاس ہونے کے ساتھ ان کے اندر مزید پڑھنے کی صلاحیت موجود تھی، ہم نے ان کو علم دین سیکھانے ،دین کا مروج بنانے کا ارادہ کیا تھا ۔ہمارے مرحوم بھائی پر اللہ رحمت ومغفرت کرے انھوں نے میرے موقف کی مخالفت نہیں کی بلکہ حمایت کی۔شیخ ضامن علی کو آگے لانے میں میری نیت یہ نہیں تھی کہ وہ عمر بھر میرے بیٹے اور بھتیجوں کے مرہون منت رہیں گے بلکہ ہمارا ارادہ اللہ کی خوشنودی اور علاقے میں شریعت کی بالا دستی کے لیے تھا۔

میرا خواب تھا شیخ صاحب عوام کے دباؤ سے آزاد ہو کر خود مستقل ہو کر دین کی خدمت کریں گے،دین وشریعت کے حوالے سے یہ محلّہ ایک مثال بن جائے۔میں نے ان کو اپنی اولاد سے زیادہ حیثیت دی تھی اور ان سے کہا تھا آپ بغیر کسی خوف وخطر کے ترویج دین کریں آپ کی

ضروریات انشا اللہ ہم پوری کریں گے لیکن علی آباد کے ابوموسیٰ اشعری کو آتے ہی آغا خانیوں نے اغواء کیا اور ان سے کہا آپ پہلے مرحلے میں ہی شرف الدین کی کتابوں کو خریدنا پڑھنے کی ممانعت کریں نیزان کا نام لینے پر بھی پابندی لگائیں۔

شیخ ضامن علی یہاں کے فاسقین ومنافقین اور آغا خانیوں کو اپنے مقاصد شوم کے حصول کیلئے پسند آئے اور انہوں نے انہیں اپنے مزاج کے موافق پایا کیونکہ وہ تقویٰ بے معنی و بے مقصد کی وجہ سے حرام خوری اور حقوق سلب کرنے والوں کو نہیں روکتے ہیں۔ آپ آقائے بھجت کی کہانیاں سنانے لگے یا کاغذ جلا کر جن نکالنے اور مرثیہ کے نام سے گانے گانے کی اجازت دیتے، چنانچہ یہ انکے کام کا مولوی تھا۔ لہذا انہوں نے ان سے کہا آپ شرف الدین کی کتابوں کی مذمت بھی شروع کریں، گرچہ ہمارے محلے میں کتاب پڑھنے والے تو نہیں تھے لہذا انھیں خدشہ تھا دوسرے علاقوں میں اگر لوگ ان کی کتابیں پڑھیں گے تو ہمارے عقائد اسماعیلی، مجوسی و مسیحی پر اعتراض کی بارش نہ برسائیں۔ دوسرے اگر کہیں شرف الدین یا ان کے بیٹے یا داماد محلے میں آئیں گے تو یہ آپ کے لئے بھی مسئلہ بنے گا اور ہمارے لئے بھی۔

شیخ ضامن علی کو ہمارا وعدہ پسند نہیں آیا بلکہ انھیں وہ وعدہ پسند آیا جو اسماعیلیوں نے پیش کیا تھا۔ جنہوں نے حجاج کو لوٹا اور حجر اسود کو اکھاڑا تھا شریعت اسلام کے خاتمہ کا اعلان کیا اور کعبہ کی طرف سے رخ موڑ لیا۔ ابھی ان علاقوں میں جتنی بھی بدعتیں شرکیات چل رہی ہیں ان کا سرا آغا خانیوں سے ملتا ہے بلکہ وہ ان کی پشت پر ہیں۔

شیخ ضامن علی نے اپنی نماز جمعہ کے خطبے میں نمازیوں سے خطاب میں کہا ہم اسلام آباد

کی ثقافت علم سے اپنے علاقے کے لیے ایک علم لے کر آئے ہیں جس سے متوسل ہو کر اس علاقے والوں کو درپیش موسم برسات میں ندی نالوں اور نہروں میں آنے والی طغیانی سے لاحق خطرات سے بچایا جاسکتا ہے۔ جس علم سے وہ دشمن اسلام آغا خانیوں سے نہیں بچ سکے بلکہ یہ خود آغا خانی ہو گئے۔ عصیان و نافرمانی کی وجہ سے اللہ نے لوط و ہود و شعیب جیسے برگزیدہ انبیاء کے ہوتے ہوئے ان کی قوم پر عذاب نازل کیے، ان سے یہ انبیاء بھی اپنی اپنی قوموں کو نہیں بچا سکے تو کپڑے کا ایک حقیر و معمولی جھنڈا کیسے اس قوم کو بچائے گا۔ جو شرک آپ کپڑے کے بت کے سامنے کرتے ہیں اور جو شرک پتھروں یا سونے چاندی کے بتوں کے سامنے کیا جاتا ہے ان دونوں میں فرق کیسے رکھیں، کپڑے کے بت میں کون سا امتیاز ہے جو دوسرے بتوں میں نہیں ہے۔ کپڑے کے بت سے نیاز کرتے وقت وہی کہتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو بت سے نیاز کرتے وقت پیش کرتے تھے۔ مدرسہ اور حوزہ علمیہ قم میں سالہا سال گزارنے والے طہٰ اور ضامن علی اور مقامی جاہل اور مفاد پرست حاجی غلام حسن اور غلام رضا میں کیا فرق ہے۔

غرض حضرت عباس سے منسوب جھنڈے یا خود حضرت عباس سے متوسل ہو کر حاجات مانگیں کوئی نفع و نقصان نہیں دے سکتے، یہ عقیدہ نص قرآن کے تحت شرک ہے لیکن امام جمعہ مسجد ضرار چھور کا اپنے نمازیوں کو شرک کی تلقین دے رہے ہیں۔ شیخ ضامن علی نے علی آباد کے لہو و لعب ناچ گانوں سے شغف رکھنے والے نوجوانوں کو خوش کرنے کیلئے ورزش کو ضروری گردانا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن میں لہو، لعب کی ممانعت آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ اس حوالے سے مندرجہ ذیل سوالات استفسار طلب ہیں:

سوال۔کیا کھیتی باڑی کرنے والوں، پہاڑوں دشت و بیابان میں گذراوقات کرنے والے چرواہوں کے لیے بھی ورزش ضروری ہے؟

سوال۔کیا ورزش کرکٹ اور والی بال وغیرہ کے بغیر نہیں ہوسکتی، کیا آپ خود بھی ورزش کرتے ہیں یا تنہا دین سے کھیلنے پر اکتفاء کرتے ہیں؟

سوال۔ورزش کا ذکر قرآن و سنت میں کہاں آیا ہے؟اگر کرکٹ و والی بال اور دیگر کھیل کود ضروری ہیں تو وہ آیات جو لہو ولعب کی ممانعت میں آئی ہیں ان کے مظاہر و مصادیق کیا ہیں؟

حالانکہ قرآن کریم کی چندین آیات میں اللہ نے کھیل کود سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ اگر ہم تمہیں کھیل کے لیے پیدا کرتے تو اپنے پاس سے کوئی کھیل بنا دیتے ﴿انبیاء۔۱۶، دخان۔۳۸،انعام۔۷۰،اعراف۔۵۱،انبیاء۔۷،محمد۔۱۱﴾۔

شیخ ضامن علی کے جعلی خود ساختہ لکھے گئے تمسکات آئندہ آنے والے دور میں دیکھیں گے کہ انہوں نے کتنے ھبے اور بیع نامے لکھے ہیں،انہوں نے میری زمین کو حاجی علی (حکیم پا) کے لیے تیس سال مدت کے اجارے پر دیا تھا میری زمین پر اس تصرف کا حق ان کو کہاں سے ملا تھا؟اس طرح کی بہت سے غیر عقلی و غیر شرعی اور غیر اسلامی حرکات کی ہیں،ان میں خاندان وفروپا کے جعلی ہبہ کی بغیر کسی جواز کے تصدیق کی ہے،اسکے علاوہ ان کی فہرست بہت طویل ہے۔

اہل علی آباد کو تیسرا انتقامی موقعہ اس وقت میسر ہوا جب ہم نے خاندان وفروپا پر اپنی ماں کی ارث کا دعویٰ کیا چونکہ ان کے پاس اس بارے میں کوئی معقول شرعی سند نہیں تھی تو علی آباد کے

شیخ اسماعیلی اور منافق عوام نے جس میں حاجی عنایت ان کے بہنوئی حاجی علی حاجی یعقوب چھپ کر جاتے ہیں اس کارحرام میں ان صاحبان نے اپنا کندھا دیا اور شیخ صاحب نے دلیل کی جگہ عزاداری کو پیش کیا۔ یہاں انکی منطق ونظریہ کے مرجع ڈاکٹر حسن خان تھے۔ انکے نزدیک فروغ عزاداری یا قیام عزاداری کے لئے فقہی محرمات کے ارتکاب میں کوئی حرج نہیں یہاں ان کیلئے اکل حرام جائز ہے، اگر تم لوگ خود کو مسلمان عالم دین تصور کرتے ہو تو پہلے اس عزادری کی شرعی حیثیت کو ثابت کرو جسے تم جھوٹے قصوں اور غزلیہ مرثیوں اور نوحوں سے برپا کرتے ہو بتاؤ کیا غزل گانا جھوٹ بولنا حرام نہیں ہے۔

شیخ ضامن علی میرے مظلوم بھائیوں کی ماں کا حق حاجی غلام رضا وغیرہ سے لینے کی راہ میں کوہ ہمالیہ جیسا مانع ہوئے ہیں۔ آپ اور شیخ صادق کی وجہ سے میں اور میرے بھائی اپنے حق سے محروم ہیں لیکن برق کے مسئلے میں آپ نے اہالی سکورا کو اپنے غیر شرعی فیصلے پر پورا نہ اترنے پر ان سے بائیکات کا اعلان کیا اور انھیں مرتد کے درجے پر اتارا۔ آپ مجھے یا انھیں یا کسی اور کو ایک دو صفحہ لکھ کر دے دیں کہ برق کا اصل مالک کون ہے کس کو اس کے استعمال کرنے کا حق ہے، کس کو روکنے کا حق ہے کس کو لینے کا۔ برق حقیقت میں کس کی ملکیت میں آتا ہے۔ اپنی شریعت کو تسلیم نہ کرنے پر ان سے بائیکاٹ کیا یہ بائیکاٹ کس دلیل ومنطق کے تحت تھا۔ میری غیر مزروعہ زمین خریدنے کا بیعہ نامہ مرحوم عباس کی وفات کے بعد سامنے لایا گیا یہ بھی ان کی طرف سے ہے۔

میرے اور شیخ ضامن علی اور ان کے لشکر ابرہہ علی آباد کے خوردو کلاں کے درمیان عقائد

میں اختلاف ہے۔میرے عقائداللہ سے شروع ہوتے ہیں جبکہ ان کے عقائدعلی سے۔میرادوسرا
عقیدہ حضرت محمدؐ کی نبوت ورسالت پرایمان ہے حضرت محمدؐ کی لائی ہوئی کتاب قرآن کریم
اور آپ کی سنت طیبہ ہی ذریعہ نجات ہے۔حاجی غلام رضافروپا اورعلی آبادکے آغاخانیوں کی
یقین دہانی کے بعدشیخ نے میرے عقائدکوفاسداپنے عقائدکوصحیح گردانا،ہمیں اس سے غصہ نہیں
کیونکہ غصہ اس کوآتا ہے جس کوبولنانہیں آتا ہو یا مجرم ہوں جبکہ اللہ کے فضل واحسان سے اللہ
نے مجھےقوت بیان وتحریر دونوں دیئے ہیں نیز جرم وجنایتوں سے بھی پاک رکھا ہے۔شیخ ضامن
اورعلی آباداوردیگران سے سوال ہے کہ آپکےعقائدصحیح اورمیرے عقائدفاسدہ کی کسوٹی کیا ہے؟
آپ کی نظرمیں عقائدجانچنے کی کیاکسوٹی ہے؟حقیقت میں آپ کےعقائدغلات ملحدہ کےعقائد
ہیں جس کوچاہیں غلط کہہ سکتے ہیں،آپ کے عقائدشرک بت پرستی اورالحادہی ہیں،ان کوعقائد
اسلام نہیں کہہ سکتے بلکہ عقیدجاہلیت کہتے ہیں۔میری ماں کے حق کوحاجی غلام رضا،حاجی عنایت
،حاجی یعقعوب حاجی علی مہدی اوران کے آگے ان کے شیخ ضامن،طہٰ اورمحمدصادق نجفی نے
روک رکھا ہے۔انھوں نے اس لئے روکا ہے کہ انہوں نے شریعت محمدؐ کوچندین بارمنسوخ کیا
ہے،پہلی بارحاکم بامراللہ نے مصرمیں دوسری دفعہ قلعہ الموت میں تیسری بارآغاخان نے منسوخ
کیا ہے جب شریعت ہی منسوخ ہے تو ہمیں کیوں دیتے،یہاں سے ہماری سمجھ میں آیا جب شیخ
محمدصادق نجفی نے فرمایا "قرآن میں ہونے سے کیافرق پڑتا ہے ہم یہاں نہیں دیتے ہیں"۔
جبکہ آپ کوانکی پشت پناہی حاصل ہے۔اس لئے نام حسین سے عزاداری میں اکاذیب،کہانی
پڑھنے پربھی اصرارکرتے ہیں وہ کہتا ہےحوالہ دے کرجھوٹ بولنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ جھوٹ

بولنے کیلئے آپ کے پاس تقیہ اور توریہ ہے اس سے دین میں کوئی کراہت وقباحت محسوس نہیں کرتے نیز نئی کہانیوں کا ارتکاب کرنا قباحت نہیں۔لیکن میرے عقائد عقل وآیات محکمات قرآن اور سنت قطعیہ پر استوار ہیں میں مجرم نہیں ہوں شرمندہ نہیں، اس سلسلے میں جو کوئی بحث کرنا چاہے میں تیار ہوں۔

ان کے مقتدیٰ وپیشوا آخری امام غائب ومفقود ہیں، کسی کو بھی معلوم نہیں وہ کہاں ہیں اور کب آئیں گے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ آئیں گے بھی نہیں کیونکہ ایسی کوئی ہستی پیدا ہی نہیں ہوئی ہے۔جو کچھ ان کے بارے میں ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، وہ ان کے نام سے تبرکات و نذورات جمع کرتے ہیں جنھیں باب مہدی اور کبھی نائب مہدی کبھی وکیل مہدی کہتے ہیں جو جگہ جگہ موجود ہیں۔حس قوی کہتی ہے بلکہ ان کو خود یقین ہے مہدی نہیں آئیں گے۔اسکے برعکس ہمارے امام امام الائمہ حضرت محمدؐ ہیں جو اللہ کے نبی ورسول ہیں۔ان کی وفات کے بعد جس کسی کے پاس جتنی استطاعت وگنجائش میسر ہو وہ امت کی قیادت ورہبری کرنے کا حکم رکھتا ہے۔امت میں موجود تمام بدعات کو جاری رکھنے والے نذورات لوٹنے والے اور تبرک چوری کرنے والے بڑے بڑے افراد ہیں جو جیش ابرہہ کے لشکر میں شامل ہیں۔ان کے خلاف بولنا اور لکھنا میری شرعی اور قرآنی ذمہ داریوں میں سے ہے۔میرے خلاف جنگ وتبلیغات کا آغاز خود ان دونوں نے کیا ہے۔اگر آج میں اپنی کتابوں میں ان کی طرف سے اپنے خلاف جنگ کا ذکر کرتا ہوں تو یہ دفاع از مظلوم ہوگا۔

آپ کے پاس سبّ وشتم بر خلفاء ہے۔آپ کے ہاں جو شریعت ہے وہ اسماعیلیوں کی

شریعت ہے یہی وجہ ہے انکے پاس محرم ونامحرم کا کوئی تصور نہیں ہے،انہوں نے اپنی بالغہ بیٹیوں کو فاسق وفاجر فضلاء کے پاس علم سیکھنے کے لئے بھیجا۔اسی طرح حاجی اعجاز نے اپنی بہن کو آغا خانیوں کے کارندہ کی حیثیت سے ان کے کام پر بھیجا ہے۔اس لیے شیخ ضامن علی صاحب دار ابی سفیان کو میوزیم بنانے کی افتتاحی تقریب میں ایک مسیحی عورت کے سامنے بیٹھے رہے لیکن انھوں نے اسکا احساس تک نہیں کیا کہ وہ ایک بے حجاب عورت کے مقابل میں بیٹھے ہیں۔

ان کے ہاں نکاح قرآنی کے مقابل میں متعہ بہتر ہے چنانچہ جعفر ولد حسین فرو پا کی بیٹی کا عقد ان کی بہن کی مخالفت کے باوجود از خود اصرار کرکے متعہ پڑھایا تھا جو بیک وقت ایک تیر سے دو شکار تھا ایک شریعت اور دوسرا میری ضد میں تھا۔ان کے دل میں نہ جانے کتنے ناسور ہیں جنکی جڑ آغا خانی کو جاتی ہے۔

لہٰذا آغا علی اور حاجی غلام رضا کو اس لیے مجھ پر غصہ ہے کہ میں نے متعہ کو غلط یا حرام کہا ہے۔اب تو انکی بے دینی یہاں تک پہنچی ہے کہ وہ اپنی ناموس کے بارے میں بھی احتیاط نہیں کرتے اور عقد متعہ کے غلط ہونے کا سننے کے باوجود وہ اپنی بیٹی کو مثل لونڈی تمام حقوق زوجات سے عاری ومحروم کرکے کسی مرد کے عقد میں دے دیتے ہیں۔

شیخ ضامن علی اور سید محمد طٰہٰ بغیر طہارت و وضو و تیمم شرف الدین کی مخالفت میں مصروف ہوگئے ہیں،ہم ان کے خیر خواہ تھے جبکہ وہ میرے بدخواہ بنے ہیں،دونوں میری طرف سے برائی دیکھے بغیر جس طرح ابولہب اور ابوجہل حضرت محمدؐ کے پیچھے لگے اسی طرح یہ دونوں میرے پیچھے لگے ہیں،اس لیے نہیں کہ وہ لوگ عقائد و تاریخ اسلام کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں یا سمجھتے ہیں بلکہ

وہ چور دروازے سے اس مقام پر پہنچے ہیں، اپنے بچپن کے زمانے سے سنی سنائی قصہ کہانیوں کو فی زمانہ ساجیات رسومات سے ملاوٹ کرنے کے بعد اسے شریعت کہہ کر پیش کرتے اور حقائق اسلام کے نام پر چیخ کر بولتے ہیں لہذا اس کو تحفظ دینے کے لیے ہماری کتابوں کو روکتے ہیں، نیز بعض لڑکے انھیں ذلیل کرنے کے لیے سوال کرتے ہیں جس سے وہ ڈرتے ہیں اور مجھ پر غصہ کرتے ہیں، کیونکہ میری کتابیں ان کے چیخ کر بولنے اور رلانے کے خلاف تھیں۔ طہٰ نے مسجد ضرار کے جمعہ کے خطبے میں کہا آپ لوگ اپنے بچے تعلیم کیلئے کراچی نہ بھیجیں وہاں جانے والے لڑکے خراب ہوجاتے ہیں یعنی میرے نظریات کے حامی ہوجاتے ہیں اس سے ان کے آغا خانیوں کے عقائد کی تعلیم کی راہ میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ چھورکاہ سے تعلق رکھنے والے دینداری دکھانے والے لڑکے جو میرے پاس آتے تھے وہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ آپ کے معتقدین و مریدین تھے، زمان محمد علی خاص کر قاسم فاسقین وملحدین نظریات کے پرچار کرنے والے ہیں۔ وہ آغا خان کے علاوہ ماروی میمن کے فوٹو نشر کرتے ہیں، قوم پرستوں کے داعی بھی ہیں آپ دونوں کے مداح تھے لہذا ان میں سے کوئی بھی ہمارے تابع نہیں تھا۔ ان دونوں نے ہم سے کبھی بھی دین و دیانت کے بارے میں پوچھا ہی نہیں تھا۔

شیخ ضامن مکرر پیغام بھیجتے رہے یہاں تک ہمارے باقر سے ماتمسراء میں برملاء کہا آغا کی کتابیں یہاں نہ بھیجیں اس سے جوانوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں۔ یہاں عقائد سے مراد عقائد اسلام نہیں بلکہ عقائد اسماعیلی نصیری شیخی بہائی بابی ہیں، ہم کیسے ان کے عقیدے خراب کرسکتے ہیں۔ ان کے عقائد کے محافظ جیالے نام نہاد پڑھے لکھے شراب وچرس پینے والے ہیں

جوان عقائد کے پہریدار ہیں کوئی انکے خلاف زبان نہیں کھول سکتا۔ ہماری کیا طاقت وقدرت ہے کہ انھیں منع کریں کیونکہ ان کے اور میرے معبود الگ ہیں، دین الگ ہے وہ لوگ شیعہ غالی ہیں جبکہ میں مسلمان ہوں۔ان کے معبود برحق انھیں سکالرشپ دینے والے اور ملازمت دینے والے ہیں جنکا ان پر قبضہ ہے، اگر دین ودیانت ہوتی تو ٹیچر بننے کیلئے رشوت ستانی نہ کرتے۔

ان دونوں کو خطرہ ہے کہیں لوگ ہمارے عقائد کے جھوٹے اور خود ساختہ ہونے سے آگاہ نہ ہو جائیں کیونکہ ایسی صورت میں ان کی معرفت میں بنے ہوئے مسجد ضرار کے نام سے کبھی درخت کبھی گلہ گوسفند کی ناجائز آمدنی کے ذرائع بند ہو جائیں گے۔جھوٹے اور فاسد عقائد جو پڑھائی کرنے سے پہلے یہاں سیکھے تھے، اس کے علاوہ انہوں نے کہیں سے دین نامی عقائد سیکھے ہی نہیں، ان دونوں کی خوش قسمتی یہ ہے دین پڑھے بغیر عالم دین بنے ہیں۔ اسی طرح یہ ان کے آگے آگے رہنا چاہتے ہیں۔ان کے لیے علی آباد کے خور دوکلاں نے کہا اس سلسلے میں عوام کو گدھا، بیل اور بھینس بنانا ہے تاکہ وہ کہیں ہم کچھ نہیں جانتے جو شیخ صاحب کہتے ہیں وہ صحیح ہے چنانچہ حاجی علی نے بتایا جب ہم نے ماتم سرا سگلد و میں جانے کے لیے حاجی عنایت کے بہنوئی مہدی سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا ہماری کیا حیثیت ہے، علماء جانیں، ہم اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ہم نے اپنی سگی بہن کو والد کی طرف سے ملنے والی ارث نہیں دی ہے، اگر نہیں دی تو کیا یہ حکم قرآن کی پامالی نہیں۔اگر آپ اس حکم قرآن کو نہیں جانتے تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں پھر ماتم سرا کے اندر نہ آئیں، چراگاہ میں جائیں اور گھاس کھائیں۔

کیا ایسے لوگ مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں جو قرآن کے صریح حکم کے باوجود اپنی

ماں، بہن اور بیٹیوں کو ارث نہیں دیتے۔ انہوں نے شیخ ضامن علی کے ساتھ مل کر ہماری ماں کی طرف سے ہماری ارث کو روکنے کی سرتوڑ کوشش کی تا کہ یہ ایک رواج یا سنت نہ بن جائے کہ عورتوں کو ارث دیا جائے۔ قرآن وسنت سے عمداً روگردانی کرنے والے انھی لوگوں نے مجھے مطعون ومعتوب بنایا اور مجھ سے رشتہ نسبی ہونے پر میرے بھتیجے کو دھمکی دینے کے لیے آئے ہیں۔ کیا ایسا رویہ اختیار کرنے والے لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں۔

خاندان وفروپا کو میری ماں کی ارث دینے سے روکنے کا کردار تنہا شیخ ضامن علی کا نہیں بلکہ خورد وکلاں علی آباد کا بھی اس میں بہت کردار ہے ان کی پشت پناہی کے بغیر وہ ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ان کے اس فیصلے اور علی آباد والوں کی پشت پناہی کی مثال کچھ اس طرح ہے جیسے آج کل سیاسی جلوسوں کے پیچھے چلنے والے اپنے قائد سے کہتے ہیں، آپ آگے قدم بڑھائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم شیخ ضامن علی کو وارث انبیاء مروج شریعت محمدؐ نہیں کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں ان کو احکام اسلام آتا ہے نہ انکو یہ حق حاصل ہے وہ مروج مذہب عمران خان ہے وہ لوگوں کو ان کے منشور کی طرف موڑتے ہیں۔ شیخ ضامن علی اور طٰہ نے جب سے چھورکا میں رہنے والے سینوں کے دلوں میں نفرت وعداوت کا بیج بویا ان لوگوں نے ہر آئے دن بے معنی نعرہ وجلوس فتنہ پرور سیکولرازم سوشیلیزم کمیونیزم کو فروغ دینے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔

شیخ نے میری ماں کے حق کو روکنے میں جو بڑا کردار ادا کیا ہے وہ میرے لیے گراں و نا قابل برداشت گزرا، انھوں نے مجھے اور میرے بھائیوں کو اپنی ماں کی ارث سے محروم کرنے کیلئے تاریخ عدالت اور شریعت دونوں سے ہٹ کر ایک نرالی مثال قائم کی ہے جو قابل غور ہے

اور ہر عالم و جاہل اور عوام کے بھی سننے کی بات ہے۔ ایک شخص ملا نصیرالدین کے پاس گدھا مانگنے کے لیے آیا، اس نے کہا حضور آج مجھے آپ کا گدھا چاہیے تو ملا نے کہا معذرت چاہتا ہوں آج گدھا نہیں ہے ورنہ آپ کو دے دیتا۔ وہ شخص باہر دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ اتفاق سے گدھے نے چیخنا شروع کیا وہ شخص واپس آیا اور ملا سے کہا حضور گدھا تو گھر میں ہے، ملا نے کہا تم جیسا بیوقوف ہم نے کبھی نہیں دیکھا مجھے اس سفید داڑھی کے ساتھ جھوٹا کہتے ہو اور گدھے کی آواز پر اعتماد کرتے ہو۔ اسی طرح جناب شیخ ضامن نے میرا دعویٰ کہ میری ماں کا حق ان کے پاس ہے مجھے دلوا دو تو انھوں نے میری بات مسترد کی اور تارک صلاۃ، فاسد العمل مفطر رمضان دن دھاڑے نہروں سے پانی پینے والے غلام رضا کی بات پر اعتماد کیا۔

اس ھبہ کو حسب نقل حاجی عنایت از حاجی رضا اس وقت کے علماء نے مسترد کیا تھا نیز میرے دعویٰ کرنے کے بعد آغا عنایت نے بھی کسی کو دیکھانے سے منع کیا تھا، جسے شیخ ضامن علی نے بالائے منبر اپنی سفید داڑھی دیکھا کر پس پردہ توثیق کی ہے اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ شیخ قاضی القضات شیخ محمد صادق نجفی نے غلام رضا کے جھوٹ پر کہ زمین ہمارے پاس نہیں ہے، آپ نے شاباش اور داد دیتے ہوئے کہا کہ گویا ہماری عدالت میں ایسے جھوٹوں کی ضرورت ہے، آپ آئندہ ہمارے کام آئیں گے۔

ان کی شریعت میں ماں بہن اور بیٹیوں کو وارث نہیں ملتا اس لیے حاجی عنایت نے اپنی بہن کو، مہدی نے اپنی بہنوں کو حاجی علی نے اپنی دو بہنوں کو اور غلام رضا نے اپنی بہن فضہ مرحومہ کو ارث نہیں دیا ہے۔ اسی طرح وہ زوجات کو بھی ارث نہیں دیتے جبکہ میں نے شریعت

قرآن ومحمدؐ کے تحت اپنی زوجہ اور بیٹیوں کوحق جن سے ہم ناراض ہیں، ان کو بھی ارث سے محروم نہیں کیا میں نے لکھا اور بولا ہے میرے مرنے کے بعد میری جائیداد کو حسب حکم قرآن زوجہ اور تمام اولادوں میں تقسیم کیا جائے جبکہ شقی وقسی غلام رضا نے اپنی بیٹیوں کو ارث نہ دینے کی وصیت کی ہے۔ متعہ کو زوجیت شرعی کہنے والے ضامن علی ہوں یا طٰہٰ قرمطی یا سکردو کے قاضی القضات محمد صادق ہوں یا اساتید جامعہ الکوثر ہوں یا اس کے بانی ہوں اپنے بیان وقلم سے وضاحت کریں کہ زوجہ کو قرآن میں ارث دیا گیا ہے، جس عورت سے متعہ کیا جائے اگر وہ زوجہ ہے تو اس کو ارث ملنا چاہیے اور اگر زوجہ نہیں ہے تو آپ لوگوں نے متعہ کے نام سے زنا کیا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ اس کو ارث بھی نہ ملے اور وہ زوجہ بھی ہو کیونکہ زوجہ بننے کے بعد کسی عورت سے کوئی ارث نہیں چھین سکتا مجتہد وامام حتیٰ حضرت محمدؐ بھی نہیں چھین سکتے کیونکہ حضرت محمدؐ صریح آیات قرآن کے تحت تابع قرآن ہیں وہ قرآن میں ردوبدل نہیں کرسکتے وہ اللہ کے امین ہیں لہٰذا قرآن میں زوجہ کو جو ارث دیا گیا ہے اللہ کے نبی اس کے خلاف نہیں کرسکتے اگر کوئی قرآن کے خلاف فتویٰ لاسکتا ہے تو اس جسارت کا طرہ امتیاز صرف علماء بلتستان کو حاصل ہے۔ یہاں کے علماء متعہ والی عورتوں کو بحیثیت زوجہ گھروں میں لاتے ہیں اور ان سے بچے بھی پیدا کرتے ہیں اور کام بھی لیتے ہیں اور پھر ان کو حقوق سے محروم رکھتے ہیں جبکہ دیگر کالج یونیورسٹیوں میں چپ چاپ چھپ کے متعہ کرتے ہیں اس کے بعد وہ کہاں جاتی ہیں اس سے بیٹا پیدا ہوا یا بیٹی، اسکا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

شیخ ضامن علی کے صفحات سیاہ کو تحریر میں لانے سے ہم یہ باور نہیں کرانا چاہتے کہ شرف

الدین اپنے بھتیجے داماد کے لئے جگہ بنانا چاہتے ہیں، اسلام کے زرین اصول سے نابلد علاقے میں بڑھتی ہوئی بے دینی بے حیائی قرآن اور سنت سے روگردانی کرنے اور اپنے عمامہ قباء کو صرف اور صرف اپنے تعیش کے لئے استعمال کرنے میں شیخ ضامن علی مظاہر اور اس علاقے سے تعلق رکھنے والے فساد و بے دینی میں باقر اور محمد سعید میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اسلام سے آگاہی اور اس پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ ہی نہیں رکھتے، ان کی تمام تر توجہ آغا خانیوں سے تعاون بڑھانے میں ہے۔ اس حوالے سے یہ سب ایک ہی فرقے کے گرویدہ ہیں۔

ہم نے اس برأت نامہ کے ذریعے ان تمام عزیزان اور دوستان سے اعلان برأت کرنی ہے جنہوں نے بغیر کسی وجہ و سبب بتائے میرے ساتھ وہ سلوک روا رکھا ہے جو مشرکین مکہ نے حضرت محمدؐ کے ساتھ رکھا تھا۔ حضرت محمدؐ کے محاصرے میں بعض خاندان عبدالمطلب سے تعلق رکھنے والے حضرت محمدؐ پر ایمان نہ لانے کے باوجود حضرت محمدؐ سے اس غربت کے موقع پر یکجہتی جتانے کیلئے ان کے ساتھ رہے حتیٰ بعض غیر خاندان عبدالمطلب قریش سے تعلق رکھنے والوں کو بھی رحم آیا اور انھوں نے اس قطع تعلقی کے خلاف تحریک چلائی اور آخر میں انھیں اس محاصرہ کو ختم کرنا پڑا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ بھی دیکھا آیت اللہ شیخ علی کاشف الغطاء کی مخالفت کے دوران میں ان کے عزیزوں نے انھیں نہیں چھوڑا، آیت اللہ مرحوم حمامی کے بدنامی کے دور میں ان کے بیٹے بھائی نے انھیں تنہا نہیں چھوڑا، آیت اللہ محمد شیرازی کے بدنامی کے دوران ان کے بیٹے بھتیجے بھائیوں نے انکو تنہا نہیں چھوڑا بلکہ ان کے پیچھے رہے، لیکن میرے عزیز بھتیجا و عزیز داماد میری امید و سہارا محمد باقر اور محمد سعید اور ان سے وابستہ افراد نے مجھے محصور چھوڑ کر میرے

مخالفین کی صفوں میں جا کر مجھ سے منہ بنانا شروع کیا۔ کاش ان کا یہ کام میری کسی تقصیر و کوتاہی یا
اپنے مستند مدلل عقیدہ کی خاطر ہوتا لیکن وہ ایسا ثابت کرنے سے عاجز و قاصر رہے ہیں۔

خوردو کلاں علی آباد کا شیخ ضامن علی سے سمجھوتہ:

ایک عرصے سے خوردو کلاں علی آباد اور شیخ ضامن علی کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی سرگرمیوں کے خلاف نہیں بولیں گے دونوں ایک دوسرے کی غیر اسلامی سرگرمیوں سے چشم پوشی اور انھیں نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں یہ بات دونوں فریقوں کے مفاد میں ہے۔ اس سلسلے میں دونوں ایک دوسرے سے تعاون بھی کرتے ہیں، بطور مثال شیخ صاحب خاندان وفروپا کے جعلی اور خود ساختہ ھبہ کو جو خودان کے نزدیک نا قابل آراء ہے اس کو شیخ صاحب نے تحفظ دیا اور کہا جب تک ہم زندہ ہیں آپ سے یہ کوئی نہیں لے سکتا ہم شرف الدین کی والدہ کا حق لینے کی ہر کوشش کا اسرائیلی جواب دیں گے۔

۱۔ اگر شرف الدین کہیں کہ خاندان وفروپا نے میری فالج زدہ ماں کو بستر سے اٹھا کر جعلی ھبہ لیا ہے تو ہم کہیں گے خود شرف الدین نے دن دھاڑے ان کی اپنی بہن اور شوہر سے ان کا حصہ گواہاں کے سامنے ھبہ کیوں لیا ہے اور عباس ولد حسین کے التماس تکرار واصرار پر کراچی سے یہاں آکر ان سے ھبہ کیوں لیا جبکہ میں یہاں موجود تھا بلکہ میں نے ان سے کہا تھا ہمیں دے دیں لیکن انھوں نے مجھے نہیں دیا۔

۲۔ اگر شرف الدین کہیں ماتم سرائے وفروپا میں تقسیم ہونے والا کھانا لقمہ حرام اور غصبی

ہے تو ہم کہیں گے عزاداری امام حسین کے قیام میں کوئی حلال وحرام نہیں ہوتا ہے اس میں حرام کھانا مانع نہیں بنتا ہے، چنانچہ اس فتویٰ میں انہیں جناب ڈاکٹر حسن خان کی بھی تائید حاصل ہے۔

۳۔علی شرف الدین اگر کہیں مجلس کے لیے جانے کے لیے ہمارے گھر سے گزرنے کی اجازت نہیں تو ہم کہیں گے ہمارا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔

۴۔علی شرف الدین اگر کہیں لبیک یا حسین بے معنی ہے امام حسین نے آپ کو نہیں بلایا ہے آپ کا یہ لبیک امام تک نہیں پہنچے گا تو ہم لوگوں سے کہیں گے اور زور لگاؤ۔ کیونکہ ہمارا مذہب ابھی تک جو زندہ ہے وہ اسی سے تو ہے چنانچہ ہمارے مرجع وقت آیت اللہ حافظ بشیر صاحب نے بھی ہدایت دی ہے اگر کوئی دلیل مانگیں تو اور زور سے مارو کہدو ہم نے اپنی پشت پر مارا ہے تمھاری پشت پر تو نہیں مارا ہے تمھیں کیوں دلیل چاہیئے تو آپ لوگ لبیک یا حسین کو اور چیخ کر بولو، اگر شرف الدین کہیں امام مہدی نہیں تو رات کو شب مشاعرہ کریں غزلیں گانے گائیں یہ مسجد ضرار کس کام آئے گی۔

۵۔شرف الدین اگر کہیں کفر والحاد کی طرف سے اسلام کو روکنے اور مسلمانوں کو بغاوت از اسلام و شریعت کے لیے تیار کرنے والوں کی رقوم سے بننے والی مسجد میں نماز نہیں ہوسکتی تو ہم اپنی مسجدوں کو گرا کر ان سے پیسہ لے کر اپنا کمیشن نکال کر مسجد ضرار بنائیں گے اور اس پیسے سے اپنا گھر بھی بنائیں گے اگر اسلام کو ضرر پہنچا تو ہم ذمہ دار نہیں۔

۶۔شرف الدین کہیں ہماری کتابیں پڑھیں تو ہم کہیں گے ان کی کتابیں پڑھنا حرام ہے۔

۷۔شیخ ضامن اگر کہیں سعید کو یہاں مسجد میں درس دینے کے لیے نہ لائیں تو ہم تائید کریں گے کیونکہ وہ شرف الدین کا بھتیجا ہے۔

۸۔اسی قبیل کی غیر عقلی وغیر شرعی ہدایات ہمیں دیں تو ہم بقول مھدی کھل دے پا کے کہیں گے کہ ہم تو بیل بھینس بھیڑ بکری گدھے ہیں ہم کیا جانیں آپ جو کہیں وہی کریں گے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

شیخ ضامن علی نے علی آباد کے خورد وکلاں کو باور کرایا ہے کہ میں نے قم میں بیس سال دن رات مسلسل انتھک کوشش سے علم دین پڑھا ہے جبکہ شرف الدین وہاں کسی موچی کی دکان پر جوتے یا درزی کی دکان پر کپڑے سینے کا کام سیکھتے تھے اور یہاں آ کر تفسیر وتشریح دین کرنے لگے ہیں۔آپ لوگ خود انصاف کریں کہ آپ کس کی بات مانیں گے وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم یہاں شرافت وفضیلت اور قناعت وکفایت شعاری کا پیکر ہیں۔جبکہ شرف الدین کراچی میں عیش و نوش ،دھوکہ بازی پھڈے بازی میں غلام حسن علی یا حاجی رضا جیسا ہے،آپ بتائیں آپ کس کی پیروی کریں گے تو علی آباد کے خورد وکلاں بالخصوص حاجی عنایت اوران کے بہنوئی اور حاجی علی اور حاجی یعقوب نے یہ یقین دلایا کہ ہمیں مرنا ہے حساب دینا ہے ہم بے ہودہ باتیں نہیں سنیں گے اور آپکی اقتدا میں رہیں گے کیونکہ ہم گدھے ہیں۔

ضامن اور طٰہٰ کی سیاست مداری:

قرآن اور سنت میں کلمہ سیاست استعمال نہیں ہوا ،انسانوں کو اعلیٰ و ارفع

مقاصد کیلئے گامزن کرنے کی خاطر کلمہ مدبر اور مدیر آئے ہیں۔کلمہ سیاست اس صیغے میں کلمہ پولیٹیکل کا ہم معنی ہے۔کلمہ پولیٹیکل بغیر کسی بندش اور ضابطے کے رعایا کو چلانے کیلئے استعمال ہوا ہے۔اسے ہی پولیٹیکل سائنس کہتے ہیں۔اس کلمہ کی برگشت امیر معاویہ کی طرف جاسکتی ہے جو کسی اصول وموازین کا پابند نہیں تھا۔لہٰذا حضرت علی فرماتے ہیں معاویہ غدر وفجر کرتا ہے، اگر اس راہ میں تقوی مانع نہ ہوتا تو میں بھی اس جیسا کرسکتا ہوں۔اللہ کی راہ میں یہ چیز مانع ہے۔ غرض یہ طریقہ سیاست،تدبیر بےقید وسند چلتے چلتے میکاولی تک پہنچی ہے جس نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے ہر قسم کے جرم وجنایت کو بےحرج قرار دیا ہے۔یہاں سے ہمارے ملک میں بے نظیر وزرداری اور چوہدری شجاحت وغیرہ نے تکرار سے کہا ہے سیاست میں کوئی اصول نہیں ہوتا اور کوئی بات حرف آخر نہیں ہوتی ۔ یہاں سے علماء نے کہا علماء کو سیاست میں داخل نہیں ہونا چاہیے اور معاشرے میں بڑھتے ہوئے فسق وفجور اور بے راہ روی کو روکنے کیلئے ہمیں سیاست میں نہیں جانا چاہیے،سیاست ہمارے لئے شجرہ ممنوعہ ہے۔دوسری طرف بعض علماء امثال شیخ محمد کاشف الغطاء، شیخ عبدالکریم زنجانی، آغا کاشانی اور امام خمینی نے کہا ہماری سیاست ہی ہمارا دین ہے اور دین ہی ہماری سیاست ہے۔ بڑھتے ہوئے فساد کو روکنا ہی ہمارا دین ہے جو ہمیں ملک میں نظم ونسق میں مداخلت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ بات ہمارے وہ علماء کہتے ہیں جو دین داری میں اعلیٰ پائے پر فائز تھے۔ ایران میں انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد ہمارے ہاں عمامہ پوشوں اور عباپوشوں نے یہ نعرہ لگانا شروع کیا کہ سیاست ہمارا دین ہے، سیاست ہماری عبادت ہے۔کاش وہ سیاست کے ساتھ دین کو بھی چلاتے تو غنیمت ہوتا لیکن انہوں نے سیاست کو آگے

لا کر دین کو پیچھے چھوڑا ہے۔ جیسے زرداری بارہا کہنے لگے سیاست عین عبادت ہے، معلوم ہوتا ہے
زرداری نماز روزے کے پابند نہیں اس لئے وہ ہر جگہ سیاست ہی کو عبادت کہتے ہیں۔ بلتستان میں
ہمارے علماء امثال شیخ غلام محمد غروی، شیخ جعفری اور محمد علی شاہ رضوی اور سید عباس رضوی بھی
سیاست کو زرداری کی مانند عبادت سمجھتے ہیں انہوں نے بلتستان میں دین و دیانت کو بے دخل کر
کے اسکی جگہ کفر و شرک کو جاگزیں کیا ہے بلکہ انہوں نے مسلمانوں سے نفرت کرنے انکے محلوں
اور گھروں میں لبیک یا حسین کہتے ہوئے ہلہ بولنے کو اپنی کامیاب سیاست سمجھا ہے۔ کہتے ہیں
''الناس علی دین ملوکھم'' عام لوگ بادشاہوں اور حکمرانوں کے دین و سیاست پر چلتے ہیں۔
بلتستان میں ہر گوشہ و کنار اور ضلع میں عمامہ پوش یہ جملہ کہتے ہیں اور ہر نئی پارٹی کا اتحادی بن کر
اپنے آپ کو اچھے لوٹے ہونا ثابت کرتے ہیں۔

ضامن اور طہٰ دونوں عبا و قباء میں ملبوس ہو کر علاقے میں آئے چونکہ ان لوگوں نے دین
پڑھا ہی نہیں تھا تو انہوں نے سیاست ہی کو دین سمجھا۔ اسی لئے انہوں نے ایک عرصہ ندیم کا
ساتھ دیا، انہیں اقتدار میں لانے کو دین سمجھا جبکہ ندیم اور راجہ دونوں آغا خانیوں کے داعی ہیں ان
کیلئے کام کرتے ہیں انکے حامی ہیں۔ ایک کو دین سے باہر کرنا اور دوسرے کا ساتھ دینے کو عین
دین سمجھنا کس منطق کے تحت ہے۔ رفتہ رفتہ اسی ڈگر پر انہوں نے وحدت المسلمین کا ساتھ دیا
ہے۔ اور باور کرایا کہ مستقبل میں ہم نے وحدت کا ساتھ دینا ہے گرچہ ظاہری طور پر ووٹ ایک
عبا پوش کو جا رہے تھے لیکن زرداری اور نواز کی بجائے تحریک انصاف کو ووٹ دینے کی ترغیب و
ترویج کی گئی کیونکہ انکی کفریات دوسروں سے زیادہ ہیں۔ چنانچہ اس سال علی آباد کے جلسے میں

انہوں نے زرداری اور نواز پر تنقید کی اور عمران کو بچایا کیونکہ وہ انکے اتحادی تھے۔ملک میں غصب، ترک صوم وصلاۃ، رمضان میں کھلے عام کھانا پینا، چرسیوں اور افیون کھانے والوں سے چشم پوشی، آغا خانیوں اور پی پی کی حمایت ہی انکی سیاست مداری ہے۔

ہمیں اس انتخاب میں وحدت مسلمین اور راجہ کی ہار پر افسوس ہے اور نہ پی پی کے ندیم کی جیت پر خوشی ہے کیونکہ تینوں کا مشرب خانہ الحاد کو جاتا ہے۔گر چہ وحدت مسلمین اپنے نام اور اس کے قائد راجہ ناصر صاحب عالم دین سے موسوم ہیں لیکن ان کا ووٹ بھی ان دونوں سے بدتر مشرب خانہ میں جانے والا ہے۔چنانچہ علی آباد کے جلسہ میں جناب مختار امامی نے نواز شریف اور زرداری دونوں کو برا بھلا کہا اور ان کونشانہ بنایا اور عمران خان کو اپنے تیر مذمت کا نشانہ نہیں بنایا کیونکہ وہ ان کے اتحادی تھے۔ہمیں افسوس ہے شیخ ضامن علی اور طہٰ جو ایک طویل عرصے سے سیاست کو عین عبادت سمجھتے ہیں نے ندیم جو آغا خانیوں کی حمایت کرتے ہیں کو ووٹ دینا عین عبادت قرار دیا، جبکہ راجہ بھی اسی خانی اور عمرانی کے حمایتی ہیں اور انہوں نے ان کے علاوہ کسی کو ووٹ دینا گناہ قرار دیا تھا۔اب بھی علی آباد کے خوردوکلاں کی نظروں میں شرف الدین دین سے متصادم جبکہ عمران خان حاجی غلام رضا سے دفاع کرنا انکی دینداری کی نشانی ہے۔

۱۔طہٰ نے لوگوں کے ووٹ سے بنے ہوئے مسلمان ممبر عنایت کو سنی ہونے کی وجہ سے معزول کیا جس سے سنیوں کے دلوں میں عداوت ونفرت کا بیج بویا۔

۲۔ضامن علی دار ابی سفیان مرکز فحشاء کی تقریب میں مسیحی عورت کے سامنے چپ چاپ صبر وتحمل سے بیٹھے رہے۔

گذشتہ انتخابات میں چھورکا سے عورتیں گانا گاتی مقصر سفیانی گئیں انھیں نہ روکنے کی حکمت عملی میں امام جمعہ نے کہا ہم اگر انھیں روکتے تو یہ لوگ ہمارے جمعہ میں خلل ڈالتے۔ نام نہاد وحدت مسلمین کے علاقائی صدر کے کہنے پر ضامن علی اور قرمطیان مسلمانوں کو ڈرانے دھمکانے کیلئے چندین بار گلاب پور گئے چنانچہ ان کی ان سرگرمیوں سے اندازہ ہوتا ہے ان کا اسلام سے کوئی رشتہ نہیں بلکہ یہ آغاخانیوں کے حامی ہیں۔

خوردوکلاں علی آباد کا جہنم میں اپنے شیخ سے جھگڑا:

عرصہ محشر عوام چھورکاہ کا جہنم میں اپنے اسلام سے نابلد اور نام نہاد علماء سے جھگڑا مثل عوام یہود ہوگا جنہوں نے اپنے علماء کے غیر دینی فتاویٰ پر عمل پیرا ہو کر خود کو بیل اور بھینسوں کی مانند بنایا ہے، انکا کہنا ہے ہم تو اپنے علماء کی پیروی میں ہیں اور علماء بھی دین وشریعت کو خیرباد کہہ کر عوام کو سماجیات اور الحادیات میں لے گئے ہیں۔ جب قیامت آئے گی تو عوام کا ہر گروہ اپنے امام ومقتدیٰ کے پیچھے ہوگا تو اس وقت یہ لوگ انہی علماء کی پیروی میں جہنم پہنچیں گے جہنم پہنچنے کے بعد دونوں کے درمیان جھگڑا ہوگا خوردوکلاں شیخ سے کہیں گے آپ کا کہنا ماننے کی وجہ سے آج ہم جہنم میں ہیں تو شیخ صاحب کہیں گے ایسا نہیں تم خود پہلے سے ہی مسلمان نہیں تھے، تم لوگ پہلے سے ہی گمراہ تھے تم نے ہماری پیروی نہیں کی بلکہ تم لوگوں نے مجھے بیوقوف بنایا اور گمراہ کیا تھا۔

﴿ اور کفار یہ کہتے ہیں کہ ہم نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس سے پہلے والی کتابوں پر تو

کاش آپ دیکھتے جب ان ظالموں کو پروردگار کے حضور کھڑا کیا جائے گا اور ہر ایک بات کو دوسرے کی طرف پلٹائے گا اور جن لوگوں کو کمزور سمجھ لیا گیا ہے وہ اونچے بن جانے والوں سے کہیں گے کہ اگر تم درمیان میں نہ آگئے ہوتے تو ہم صاحب ایمان ہو گئے ہوتے (۳۱) تو بڑے لوگ کمزور لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت کے آنے کے بعد اس کے قبول کرنے سے روکا تھا ہرگز نہیں تم خود مجرم تھے (۳۲) اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ یہ تمہاری دن رات کی مکاری کا اثر ہے جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ خدا کا انکار کریں اور اس کے لئے مثل قرار دیں اور عذاب دیکھنے کے بعد لوگ اپنے دل ہی دل میں شرمندہ بھی ہوں گے اور ہم کفر اختیار کرنے والوں کی گردن میں طوق بھی ڈال دیں گے کیا ان کو اس کے علاوہ کوئی بدلہ دیا جائے گا جو اعمال یہ کرتے رہے ہیں (۳۳) ﴾ (سبا۔۳۱،۳۲،۳۳)

ا۔﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَراً وَ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ ﴾(اعمران۔۳۰)

۲۔﴿إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾(الطارق۔۴)

۳۔﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ﴾(الطارق۔۹)

۴۔﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ (القیامۃ۔۱)

اثنا عشری کے نام سے آغا خانی منکر و تنسخ کنندہ شریعت کے رسم و رواج کو اللہ تعالی قبول نہیں کریں گے اگر اثنا عشری دین پر ہے تو یہ بے دینی کہاں سے آئی ہے اگر یہ بے دینی ہے تو یہ دینداری کس کو دکھانا ہے۔ اندر دل آغا خان کے ساتھ ہیں اور باہر سے کوئی اور چیز دکھا رہا ہے

۔یہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں لیکن اللہ کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا ہے "یُخَادِعُونَ اللّٰہَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ"۔

سورہ اسراء ۷۲ میں آیا ہے قیامت کے دن ہر قوم کو اپنے امام کے ساتھ محشور کریں گے ہر شخص کو اس کا نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دیں گے، تمہارے آگے تمہارا امام شیخ ضامن علی، طٰہٰ، ہونگے جو ایک لشکر کو لے کر گلاب پور میں مسلمانوں کو ہراساں کرنے کے لئے گئے تھے۔ اسکوامیں کسی مسلمان کے گھر کو جلانے کے لئے گئے تھے جس نے خاندان وفروپا کو قیام قیامت تک نسل بہ نسل حرام خوری کیلئے اجازت دے کر اپنے لئے جہنم کو یقینی بنایا ہے ان کے ہاتھ والے انگوٹھا کا ٹھپہ ان کے نامہ اعمال میں دیں گے، افسانے کہانیاں، فاسد عقائد اور فضائل اہل بیت کے نام سے نقائص اہل بیت کی کیسٹ بھی ان کے بائیں ہاتھ میں دیں گے۔ حضرت علی اور دیگر اہل بیت خود کو ان فضائل سے بری سمجھتے تھے جو ان کے دشمنوں نے ان کے فضائل کو مشکوک مخدوش گردانے کیلئے گھڑے ہیں۔ جن راویوں نے ان فضائل کو گڑھا اور جن کتابوں میں یہ فضائل درج کئے گئے ان کا مذہب باطنیہ سے تعلق ہے۔

مجھے محمد سعید، باقر اور بیٹوں کا لشکر حجاج میں جانے سے زیادہ افسوس دکھ نہیں ہوا کیونکہ ہم سے پہلے بانیان اسماعیلی ابی الخطاب اسدی اور میمون دیصائی نے امام صادق کے فرزند اسماعیل کو اسی طرح غلاظت کھلا کر اغواء کیا تھا۔ مجھے اس سلسلے میں دکھ زیادہ نہ ہونے کی ایک وجہ مفکر عظیم اسلامی محمد باقر صدر کا ایک فرمان ہے جہاں آپ نے موحد اور مشرک میں تمیز کرنے کا نسخہ بتایا تھا آپ نے فرمایا آپ ایک مجتہد مرجع وقت کے پاس جا کر انہیں ایک خبر سنائیں کہ آغا

ایک بری خبر ہے ایران میں کمیونسٹ آرہا ہے تو وہ بے ساختہ واویلا کریں گے دعا کرنے اور احتجاجی تحریک شروع کرنے کی ہدایات کریں گے۔ اگر اس مجتہد مرجع کو ایک دن یہ خبر سنائیں حضرت آغا پاکستان میں کمیونسٹ آیا ہے تو انکے بال نہیں ہلیں گے کیونکہ پاکستان سے انھیں خمس نہیں آتا جبکہ ایران میں ان کے مقلدین ہیں انہیں ایران سے خمس آتا ہے مجھے ان دونوں کے جانے پر اتنا ہی دکھ ہے جتنا ضامن اور طٰہ کے آغا خانیوں میں جانے کا، ولی اور وصی دونوں کے ہاتھوں میرے یہ دو عزیز بھی اغواء ہوئے ہیں۔

اہالی چھورکاہ یقین واطمینان کامل رکھیں تم لوگوں کا فتنہ وفساد عداوت ونفرت ایک چھوٹے علاقے میں تفرقہ انتشار میں گرتے گرتے کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا، ابھی تو شروعات ہیں اور آخر میں گہرائی جہنم تمھیں گھیر لے گی۔ اب یہاں قرآن وسنت محمدؐ سے نا آشنا علما محرمات اسلام سے نا آشنا ہر عبا وعمامہ پوش ان کی مصلحت کی خاطر تحلیل کریں تو وہ دن دور نہیں ہوگا جب یہ لوگ یہ بھی فتویٰ دیں گے عظیم قومی یا ہماری عزاداری کی خاطر ہم اس نماز جمعہ کی حرمت کو بھی اٹھاتے ہیں اور ان سب کے سرپرست مدیر مسجد ضرار کمیونسٹ ماسٹر فضل کہیں گے ہمیں منظور ہے۔

اخبار سودا:

ابھی پیغام سودا پر نگارش مراحل تکمیل واختتام میں تھا کہ ہفتہ چار ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ کو بلتستان علاقہ تشگر سے نامہ نگار نے خبر دی اور عینی شاہدین نے اس کی تصدیق کی کہ جناب آغا سید محمد سعید نے علی آباد میں ایک مدرسہ ضرار کی بنیاد رکھی ہے، جس طرح ان سے پہلے ضامن اور طٰہٰ دونوں نے مدرسہ اور مسجد ضرار کی بنیاد رکھی تھی۔ لیکن اس مدرسہ کا نام کیا رکھا ہے پتہ نہیں چلا ہماری چھٹی حس بتاتی ہے مدرسہ امام مہدی یا امام منتظر رکھا ہوگا کیونکہ ان کے پاس ایک عبید اللہ مہدی ہے جس کی تفصیل کتاب باطنیہ وہنا تہا ص ۱۴ پر آئی ہے، عبید اللہ مہدی کوفہ میں پیدا ہوا شام کے شہر سلمیہ میں مخفی رہا قرامطہ کا پیچھا کرنے پر وہاں سے فرار ہو کر مغرب گیا پھر مغرب میں ۳۰۶ھ سے ۳۲۲ھ تک حکومت کی وہ فاطمیوں کا پہلا حاکم تھا وہ اپنے آپ کو رسول اللہ سے افضل سمجھتا تھا ۳۲۲ھ کو مغرب میں حیات دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہوا ہے۔ دوسرا امام مہدی حاضر ہے جو اس وقت فرانس میں اغراب والحاد کی امیدوں کا سہارا بنے ہوئے ہیں۔ تیسرا امام مہدی اثنا عشریوں کا ہے جسے پیدا ہونے کے بعد کسی دو عادل گواہ نے بھی نہیں دیکھا۔ شاید خبر دہندہ نے خوشخبری دی ہے کیونکہ ان کو خبر خیر وبد کی تمیز نہیں ہے اسی لیے انہیں خیر نصیب ہی نہیں ہوتی ہے ان افراد کے نزدیک یہ خوش خبری ہی ہے۔ غرض اخبار اور حالات روزگار پڑھنے والوں کے نزدیک اس خبر کو سودا ہی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

مدارس کی بنیاد کی خبریں اب خوشخبری نہیں رہی بلکہ اب تو یہ خبریں سنتے ہی سوالات اٹھاتے ہیں کیوں؟ کس لئے کیا ضرورت تھی؟ لیکن پہلے ہم اس کے بانی آقائے سید محمد سعید کا تعارف پیش کریں گے۔

تعارف سید محمد سعید:

☆ سید محمد سعید ہمارے مرحوم بھائی محمد مہدی اور چچازاد بہن کے بڑے فرزند ہیں نیز ہماری چھتی بڑی بیٹی جامعہ زہراقم کی پہلی سند یافتہ فاضلہ کے شوہر ہیں۔ ہمارا انتخاب دامادی کا اصول دوسروں سے مختلف رہا ہے ہم نام نہاد سیادت یا خاندان کی شرط کے پابند نہیں تھے۔ ہم اعلیٰ وارفع علم وتقویٰ کے بھی طالب نہیں رہے اسی طرح صاحب مال ودولت کھاتے پیتے کے بھی قائل نہیں رہے۔ ہم ایک مسلمان پابند صوم وصلاۃ کے علاوہ رسومات فاسدہ باطنیہ وخارجہ، عورتوں کو ذلیل و خوار کرنے والے جہیز کے نام سے بستر الوٹے برتن، گلاس ساتھ بھیجنے کے بھی مخالف ہیں۔ ہم حق مہریہ کم سے کم رکھنے کے بھی مخالف رہے ہیں جہاں ۱۱۴ روپے یا خاندان کی عزت کی خاطر پانچ سو روپے رکھتے ہیں ورنہ مہریہ اتنا نہیں ہونا چاہیے۔ میری یہ شرط اپنے خاندان کی خاطر نہیں تھی بلکہ اپنے ملک کی تمام خواتین کی خاطر تھی جو آغا محمد سعید اور آغا علی عباس کے لئے نا قابل شفا ناسور بن گئی تھیں جن کو کسی بھی قسم کا پیار ومحبت ولگاؤ شفا نہیں دے سکا۔ ان کے دیئے گئے نیم مہریہ میں دی بنجر زمین کی چار دیواری بنانے کے لئے ۶۰ ہزار کی رقم حاجی یعقوب کے ہڑپ کر جانے کے بعد بھی مجھے اس کا خریدار نہیں مل رہا لیکن سعید کے لئے باعث ناسور بنے ہوئے ہیں۔

سید محمد سعید یہاں دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد مدرسہ مہدیہ کیسانیہ میں داخل ہوئے اس میں بھی معین نصاب کے علاوہ شیخ کیسانیہ انہیں فارغ اوقات میں شرف الدین سے خیانت کرنے کی تلقین کرتے تھے جوان کے دل میں راسخ ہو جاتے تھے وہ فرماتے کہ آپ کی صلاحیت اہلیت آپ کے تایا یا سسر سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا احتیاط کریں ان سے نصائح لینے کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے اس پر سو فیصد عمل کیا۔ پھر وہ قم گئے وہاں بھی ان پر امثال دانش سروسینہ کوبان کا مدبر و مدیر معطوف علیہ شباب مومن محمد علی ماہر جعل سازی کے بھی مطمع نظر رہے۔

محمد سعید میرے لئے باقر سے بھی زیادہ عزیز تھے میں ان سے بہت سی امیدیں آرزوئیں باندھے ہوئے تھا۔ میں علاقہ چھور کا سے بدعتوں وخرافاتوں اور کھڑپنچوں کی اسارت وقید وبند سے عام مسلمانوں کونجات دلانے کیلئے ضامن علی کے بعد انہی سے امید رکھے ہوئے تھا۔ میں نے عزم وارادہ کیا تھا جب تک شیخ ضامن علی موجود ہوگا سعید کو یہاں کراچی میں رکھیں گے ان کے مزاحم نہیں ہونے دیں گے جب سے ضامن علی کی سرپرستی یا نظارت آغا خانیوں نے کرنا شروع کی انہوں نے ہر قسم کی خرافات بدعات تعویذات سے دم ودرود کو کاہنوں سے بڑھ کر کرنا شروع کیا اور میری مخالفت پر ضدی انداز میں اترے تو میں نے اگلے مرحلے کے لیے سعید سے امیدیں باندھنا شروع کیں۔ لیکن محمد سعید بھی محافظ و پاسدار خرافات فرسودگیات رسومات باطلہ بنے۔ اس وقت ہمارے معاشرے میں رائج رسومات باطلہ میں ۷۰ فیصد مراسم عقد ونکاح ورخصتی کی صورت میں ہیں جو بدبختی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ میں انھیں اپنی عزت وقار، عمامہ

وعبا سے جھاڑو کرنا چاہتا تھا۔ اور اس کا آغاز ہمارے بھتیجے محمد طاہر اور سید محمد اور بھتیجی کے مراسم ازدواج سے شروع ہوا جہاں ہماری خواہش تھی یہ مراسم قرآن اور سنت کے مطابق ہونی چاہیں جس کا آغاز ہم اپنے گھر سے ہی کریں کیونکہ اس وقت میں ان کا باپ ہوں میرا کہنا مانیں گے جبکہ سید محمد کو اس دن یقین ہو گیا تھا کہ ان کے باپ وفات پا گئے ہیں، کیونکہ ازدواجی رسومات جاہلیت اولیٰ کے مطابق انجام نہیں پائے تھے۔ جبکہ سعید کی خواہش تھی ہم علی آباد کے مشرکین کی روایت کی مخالفت نہیں کر سکتے' جس طرح یہاں کے دیگر علماء دین خرافات کی پاسداری کو ترجیح دیتے رہے ہیں حتیٰ آغائے جعفری مرحوم آغا علی صاحب اور حاجی محمد علی وغیرہ نے میری مخالفت یہ کہہ کر کی کہ علماء کو ان رسومات میں دخل نہیں دینا چاہیے بلکہ علماء یہ بدعتیں خود اپنا کر دکھائیں کہ یہ بھی جز شریعت ہے۔ ضامن علی نے اپنے بیٹوں کے مراسم میں جو اسراف کیا ہے وہ شگر میں قصر ابوسفیان کے بعد مثالی تھا۔ ان کا کہنا تھا' جس پر ہماری آباؤ اجداد چلے آرہے ہیں ہمیں ان کو چھیڑ چھاڑ نہیں کرنا چاہیے اگر چھیڑ چھاڑ کرنا ہے تو خود دین کو چھیڑیں جس کا کوئی پوچھنے والا نہیں لیکن مشرکین علی آباد نے ان کی جانب داری اور حمایت کو یاد نہیں رکھا اور انھیں اپنی مسجد سے نکال دیا۔

سید محمد سعید میرا داماد ہے:

میں اپنی بیٹیوں اور مرحوم بھائی کے بیٹوں کے ازدواجی مراسم کو قرآن اور سنت پر چلانے کا ذہنی طور پر عزم کر چکا تھا۔ اس حوالے سے میں نے مندرجہ ذیل اصلاحات کرنی تھیں

۔

۱۔ بیٹیاں بغیر کسی امتیاز سید غیر سید، مال دار فقیر، پڑھے لکھے اوران پڑھ کے امتیاز کے بغیر دیندار صاحب غیرت دینی اور غیرت وناموس رکھنے والے کونکاح میں دینی ہیں جن سے خیانت اورغداری کا خدشہ نہ ہو جو اپنے وعدہ کا پاس رکھتے ہوں بنیادی معیار اسلام کی حقانیت پر ایمان راسخ رکھتا ہو، نماز وروزے کا پابند ہو۔

۲۔ مہریہ قرآن وسنت کے مطابق ہو جو زمانہ اور علاقے کے حوالے سے کم وبیش ہو گا لیکن بلتستان میں رائج حق مہریہ انتہائی ناانصافی ہے اس سے عورت کی توہین وتذلیل ہوئی ہے بلکہ شریعت کے خلاف بھی ہے اس کو اپنے اصولی معیار پر لانا چاہیئے۔

۳۔ حق مہریہ کا ایک حصہ پیشگی لیں گے اور زیادہ حصہ موجل رکھیں گے۔ اس سنت کا آغاز اپنی چہیتی بڑی بیٹی سے کرنے کیلئے میں نے محمد سعید کی امیا وراپنی چچازاد بہن سے ایک حصہ مہریہ مانگا جس میں بہن نے مجھے ایک بنجر ناقابل کاشت زمین دی جس کو قابل کاشت بنانے کے لئے حاجی یعقوب کو ساٹھ ہزار روپے دیئے۔ اس کی خیانت کاری کا منہ بولتا ثبوت ابھی بھی جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے جہیز نہیں دیا جو کہ سعید اور علی عباس کے دل میں ایک ناسور بن گیا ہے۔ یہ ناسور بغیر شفا قیامت کو لے جائیں گے۔

۴۔ جہیز جو کہ مالی حیثیت نہ رکھنے والی عورتوں کی ازدواج کی راہ میں رکاوٹ ہے اس کو مکمل ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

۵۔ لڑکیوں کو ارث دینا ہے جہیز نہیں دینا لیکن اگر ان کے شوہر نادار ہیں تو مالی ممکنہ معاونت

کرنا چاہیے چنانچہ علی عباس آغائے نثار اور کا چوا کبر کے ہر ممکنہ تعاون کے لئے میں آمادہ تھا۔ میں آغائے نثار اور اکبر کو بھی اپنا داماد تصور کرتا تھا خوش تھا کہ کچھ نہ کچھ اسلام جاننے کی صلاحیت رکھتے ہیں انھیں فارسی اردو آتی ہے۔

آغا نثار حسین:

جناب آغا نثار حسین ہمارے دوست مرحوم جناب سید عباس کے چھوٹے فرزند ہیں ۔جب ہماری بھتیجی آپ کے عقد میں آئی تو ہم خوش تھے ہمارے دوست کی یادگار ہے اگر انہیں مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو ہم معاونت کریں گے۔سید محمد سے بھتیجی کا ارث بھی دلوائیں گیا ور مزید کمی ہم خود پورا کریں گے۔ ازدواج کے بعد پہلی بار کراچی آئے تو ہم نے دونوں سے کہا انھیں کسی چیز کی ضرورت ہوتو ہم فراہم کریں گے بھتیجی سے کہا عمرہ کو جائیں ہم لے جائیں گے۔ہم ان سے یہ امید رکھتے تھے کہ آپ اپنے جد مرحوم کے مدائح امیر المومنین کے نام سے غزلے گئے کفریات شرکیات کا بھی خاتمہ کریں گے لیکن بدقسمتی سے حاجی غلام حسن آپ سے سبقت لے گئے۔انہوں نے پہلے ہی اس کو بت خانہ بنایا اور خود مجاور بن گئے اور آپ کو اپنی بت پرستی پر توثیق کرنے کے لئے ہر سال محرم میں بلایا۔پھر بھی ہم امید رکھتے تھے کہ کچھ نہ کچھ خرافات کا خاتمہ کریں گے لیکن ابولہب نے پہلے ہی شرط لگائی تھی خرافات کے خلاف نہیں بولنا ہے۔

نثار اسی تلقین پر کاربند رہے کہ شیخ ضامن جس طرح چل رہا ہے وہ بھی اسی طرح چلائیں ۔اس نے انھیں یقین دلایا کہ قم سے معتبر جھوٹ مجتہدین کی توثیق اور اجازت لے کر بولیں

گے۔قیام امام کے اہداف ہی کو جھوٹ بنا رہے ہیں کہ انہوں نے ہمارے گناہوں کا کفارہ دیا ہے جس طرح کلیسا کے پوپ، بطریق، اسقف معاف کرتے ہیں۔آپ کے بھی بقول علی عباس رضوی سید و ذاکر امام حسین ہونے کے بعد مسجد ضرار میں شرکت میں کیا قباحت ہو گی؟ جب ہماری کتابوں کی فروخت پر پابندی لگائی تو ہم نے آغا نثار سے کہا اب ہماری درآمد بند ہو گئی اگر آپ کو کتابیں چاہیے تو جتنی بھی چاہیں لے جا سکتے ہیں لیکن انہوں نے کتابوں کو ہاتھ لگانے سے بھی پرہیز کیا۔آغا نثار قم میں جاری ہماری مخالفت کے راوی بھی ہیں۔مدرسہ امام خمینی کی لائبریری میں جہاں میری کتابیں رکھی ہیں وہاں ایک کاغذ پر یہ فقرات لکھے ہیں یہ کتب ضالہ ہیں نہ پڑھیں، اٹھو قرآن سے دفاع کرو قرآن سے پوچھو قرآن میں حضرت محمدؐ ان کی نظر میں کتب ضالہ ہیں۔ہم آغا نثار اور دیگر قارئین کے توسط سے اس کتابخانہ کی انتظامیہ کو پیغام دیتے ہیں اگر آپ نے یہاں کتب برائے مطالعہ اہل تحقیق نہیں رکھی تو یہ کتابیں بھی نہیں رکھنی چاہیے جیسے کتب جعفر خلیل عاملی، نئی بت پرستی کے جواز میں آغائے سبحانی کی کتابیں، سلیم بن قیس ہلالی اور مجمع جہانی کی فتنہ پرور و تفرقہ انگیز تعصب آور کتابیں بھی نہیں رکھنی چاہئیں یہ کتابیں خط رہبری کے خلاف بھی ہیں۔

محمد علی گنگوہی نے بتایا مجھے حج میں جدہ ائیر پورٹ سے ایک سیاہ گاڑی لینے آتی ہے انہوں نے خود دیکھا ہے۔

یہاں ہم سید محمد سعید اور آغا نثار کے سامنے دو تجاویز پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک انتخاب کریں:۔

۱۔آپ دونوں اور میری بیٹی بھتیجی گھر کے محرم وراز دار ہیں گھر میں دن رات آپ دونوں نے سب کچھ دیکھا ہے سعید سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے، آپ کے پاس اگر کوئی شواہد وقرائن یا ثبوت ہیں کہ سعودیوں کو یہاں آتے ہوئے دیکھا ہو یا مجھے کسی دن سعودی سفارت خانے جاتے دیکھا ہو یا کسی کو یہاں ریال لے کر آتے دیکھا ہو تو اُن کو ثبوت دیتے تو اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔اگر میں آپ لوگوں کے ساتھ ایسا کرتا تو اس وقت پتہ چلتا میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا۔آغا نثار جن سے میں نے کہا کہ آپ لوگوں کے دین ودیانت کا پتہ نہیں، مسجد ضرار میں جاتے ہیں تو کہنے لگے حضرت علی کو خلفاء کی وجہ سے مشکلات تھیں ہمیں بھی ایسا ہی ہے۔

۲۔جن لوگوں نے میرے اوپر افتراء تہمتیں لگائی آپ دونوں نے ہم سے دفاع کیا؟ کسی سے جھگڑا کیا؟ اگر کیا تھا تو یہ لوگ ابھی تک آپ دونوں کے دوست کیسے بنے ہیں۔

لیکن سید محمد سعید نے امیدوں پر پانی اس وقت پھیرا جب اس نے علی آباد کے کھڑ پنچوں کو سرخرو اور مجھے ذلیل وخوار کرکے واپس کراچی بھیجا۔

دار الثقافہ اسلامیہ کا درخشانی دور:

ایک وقت دار الثقافہ اسلامیہ کا پاکستان میں کچھ حد تک نام بنا تھا اس وقت محمد باقر اور محمد سعید کی خواہش رہی اس میں اپنا قلمی آثار چھوڑیں تو میں نے بڑی خوشی سے استقبال کیا چنانچہ انہوں نے مرتضی مطہری کی کتاب حماسہ حسینی کی تیسری جلد کا ترجمہ کیا حوزہ والوں کی طرف سے انہیں اچھا جائزہ ملا لیکن پاکستان ہندوستان کے قرمطیان جو عزاداری میں خرافات کی پاسداری

کرنے کا درس لینے وہاں گئے تھے انہوں نے انہیں بار بار سرزنش اور ملامت کا نشانہ بنایا یہاں سے انھوں نے اس میں دلچسپی لینے سے ہاتھ اٹھایا۔

چنانچہ میری کتاب افق گفتگو میں بھی انہوں نے کچھ حصہ لیا تھا وہ قم میں پہنچے تو طلبہ کو اپنے مجہول حجتوں اور غیر اسلامی تصرفات کا ذکر دیکھ کر غیض وغضب اور طیش آیا خصوصاً جناب شیخ اشرف مرہ پی کا غصہ ابھی تک نہیں اُترا ہے کتاب میں کچھ املائی اشتباہ کی وجہ سے ہم نے دوبارہ طباعت کی اور ان سے پوچھا آپ کا نام لکھیں تو انہوں نے انکار کیا پتہ چلا ہوا کے رخ پر چلتے وقت تعریف سنتے ہوئے مزہ آتا ہے لیکن مخالف سمت چلتے وقت ملامت برداشت نہیں کرسکتے۔ بہر حال ہمیں اس وقت عقائد ورسومات کے خلاف بات کرنے سے روکنے اور اندر خانہ حبس کرنے کیلئے نیا شکاری آغا خانیوں کا قابل اعتماد ٹھیکدار شبیر کوثری ملا، جو اپنے زرخرید ملازم عمار کو ساتھ لے کر آتا تھا گویا وہ ان کو ایک ٹیپ ریکارڈ یا اپنے ترجمان کی حیثیت میں سوالات ضبط کر کے چلاتے تھے جاتے وقت سعید اور باقر کو وقفے وقفے سے ہر دوسرے دن بلاتے۔ سعید ہمیں کہتے تھے انہوں نے بلایا ہے۔ وہاں نادیدہ ماکولات سے ان کی خاطر تواضع کرنے کے ساتھ غیر مشروع نصائح بھی دیتے تھے۔ درس کا عنوان خود سعید نے مجھے بتایا اور شبیر نے خود بعد میں تصدیق بھی کی کہ گھر میں ان کے ساتھ اہانت وجسارت وغیرہ کا احساس دلاتے تھے جو انھیں محسوس نہیں ہوتا لیکن وہ احساس دلاتے تھے اور اس کا طریقہ حل بھی پیش کرتے مثلاً کہتے آپ کیلئے اپنا الگ گھر ہونا چاہیے۔ محمد سعید نے ان کی تجاویز سنانے کے بعد مجھے یہ بھی بتایا کہ ان کی ہمارے گھر کی چھوٹی بڑی چیزوں پر گہری نظر ہے۔ لیکن ان کو یہ احساس نہیں تھا کہ یہ

کتنے غدار اور خائن ہیں۔ اس طرح ان کو میرے خلاف ورغلاتے تھے بلکہ وہ اسلام سے ہی انتقام لینے کا عزم سیکھاتے بلکہ خود ان کو اس طرح جام کئے تھے کہ انٹرنیٹ کے علاوہ ہر قسم کی کتاب دیکھنے سے منع کرتے تھے۔ اسلام کے خلاف مستشرقین ویہود ونصاریٰ کے اعتراضات پر لکھی گئی کتابیں دور کی بات ہے حتیٰ انہیں ان کے دشمن اصلی سنیوں کی ان کے مذہب کے خلاف لکھی گئی کتابوں بلکہ اپنے علماء کی تالیف کردہ کتب کے مطالعہ سے بھی روکتے تھے باقر اور سعید دونوں کو قرآن سے متعلق کچھ کام سپرد کیا تھا اس کو بھی روکا یہاں تک کہ دارالثقافہ اسلامیہ کی منشورات حتیٰ عربی کتابوں سے نفرت کرنے لگے۔ مجھے یاد نہیں آتا کسی دن اس نے مجھ سے پوچھا ہو کہ فلاں موضوع کس کتاب میں ہو گا۔ سعید اور شبیر کوثری پر بات کرنے اور مجھے اپنی تالیفات ونظریات سے روکنے کیلئے ایک نئی رکاوٹ کا سامنا ہوا، وہ میری چہیتی بیٹی ہے، میں ان کو کیسے مطمئن کروں کہ سعید نے میرے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے جس کو انہوں نے دو مرحلے میں طے کیا۔ پہلے ان کو منوایا جائے آپ بھی تو عالمہ فاضلہ ہیں آپ آغا سے بحث مباحثہ کر سکتی ہیں چنانچہ انہوں نے میری بیٹی کو مجھ سے متعہ کے جواز اور مہر کی کمی کے بارے میں بحث کے لئے آمادہ کر کے بھیجا۔

علماء کو راستے سے ہٹانے اور جال میں پھنسانے کی تدابیر:

پوری تاریخ میں علماء کو راستے سے ہٹانے یا جال میں پھنسانے کیلئے اولاد اور عورتوں کو استعمال کیا گیا ہے۔ عورتوں سے مراد بہن بیٹی بیوی سب شامل ہیں۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے

تمھاری اولا دوز وجات تمھاری دشمن ہیں۔عورتوں کو باپ بھائی سے زیادہ شوہر عزیز ہوتے ہیں شو ہران کی پسند کے جوڑے زیورات وغیرہ لاتے ہیں جو کہ موثر ہوتے ہیں معلوم نہیں شبیر کوانھیں اعتماد میں لینے کیلئے کتنا منافقت کرنا پڑا ہوگا کتنا دینا پڑا ہوگا ہم جزئیات نہیں جانتے لیکن ان کا تذبذب مثل عمر ابن سعد تھا وہ عاقل نہیں جو نقد کو چھوڑ کر ادھار کے پیچھے جائیں۔

۱۔آج سے دس سال پہلے جب میں نے وجود امام مہدی کے بارے میں تشکیک ظاہر کی تو ہمارے دوست عمار نے سعید سے پوچھا آغا کے امام مہدی کے بارے میں عقیدے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں تو انہوں نے کہا ہمارے پاس چار سو سے زیادہ احادیث ہیں، ہم کیسے ان کا انکار کرسکتے ہیں۔دوسری دفعہ ان سے اصرار کیا تو کہا ہم تحقیق کر رہے ہیں دس سال ہوگئے لیکن اس تحقیق کا نتیجہ معلوم نہیں ہوا۔جسے پیدا ہوکر کسی نے نہیں دیکھا وہ تحقیق سے کیسے ثابت ہوگا۔

۲۔ان کے بھائی سید محمد کی زوجہ نے سعید سے پوچھا آپ لوگ آغا کے عقیدہ مہدی کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو سعید نے کہا مجتہدین اس مسئلہ کو چھیڑنے کی اجازت نہیں دیتے۔آپ سے سوال ہے یہ مجتہدین اللہ کی طرف سے حجت ہونے کی کیا دلیل ہے،اگر ان کے آخری حجت ہونے کی کوئی دلیل نہیں تو کیوں کہتے ہیں یہ ہماری ذمہ داری نہیں جب تک کلیسا کے علماء اجازت نہیں دیں گے۔

۳۔ہم اپنے گھر سے ملحق ایک چھوٹی مسجد کو دوبارہ بنانے کے حق میں میں نہیں تھے پھر میں نے اس کو چھوڑ کر محلّہ کے بیچ والی مسجد کو بنایا تھا۔لیکن مرحوم بھائی نے اصرار کیا اسے بنانا

ہے۔ مجھے معلوم نہیں ان کو چھ ہزار ہم نے دیئے یا انہوں نے مجھ سے چھ ہزار روپے خمس زکوۃ جو اپنے بنتے تھے خرچ کرنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے پتھر جمع کیئے لیکن مسجد شروع کرنے سے پہلے وہ اللہ سے جا ملے تو میں نے فیصلہ کیا اب مسجد نہیں بنانا ہے پیسہ جس کا بھی ہو چا ہے میرا یا ان کا ہو یہ پتھر سید محمد اور ہاشم کے گھر میں استعمال کیئے لیکن سعید نے پھر تشکیک پھیلائی کہ محلّہ والے کہتے ہیں ہم نے بھی کام کیا تھا ہمارا اس میں حصہ ہے۔ میں نے جھگڑے سے جان چھڑانے کیلئے ان کو دس ہزار روپے دیئے انہوں نے مسجد کی بنیا د رکھی پھر شکور ولد ابراہیم اور حاجی علی دونوں نے این جی اوز سے بھی پیسہ لے کر بنایا میں نے ان کو اس میں نماز پڑھنے سے منع کیا انہوں نے صرف نماز نہ پڑھنے پر اکتفاء کیا اس سے زیادہ اہمیت نہیں دی چنانچہ جب ان سے پوچھا اگر ہم نماز پڑھیں جائز ہے یا نہیں تو جواب دیا میں اس پر تحقیق کر رہا ہوں پانچ چھ سال ہو گئے ابھی ان کی یہ تحقیقات بھی امام مہدی جیسی ہے جو پیدا ہی نہیں ہوئے اور نہ پیدا ہونگے کیونکہ اللہ کی آخری حجت حضرت محمدؐ پر ختم ہے کیونکہ تحقیق اس مذہب کے لئے ڈینگی وائرس کی مانند ہے۔

سعید کو میرے جائے نماز پر سجدہ پر اعتراض رہا میں نے دو سال سے سجدہ گاہ چھوڑ کر جائے نماز پر سجدہ کرنا شروع کیا تھا۔ ان کے لئے بڑا مسئلہ بنا ہوا تھا کہ میرے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ ویسے علماء بلتستان جو ہمارے گھر میں آیا کرتے تھے ان کو میری کتاب شکووں کے جواب آنے کے بعد ان کے بقول بی بی کی مظلومیت سے انکار کر کے عمر سے دفاع کر کے وہابیوں کو خوش کیا اس وجہ سے میرے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھے تھے چنانچہ امام قتل گاہ

میرے گھر میں ہفتہ بھر رہے لیکن میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

میں نے اپنے گھر میں جماعت قائم نہیں کی ہوئی تا کہ ماموم کے کٹنے سے پریشان ہوجاؤں میں اپنی نماز پڑھتا ہوں خود اذان اقامت دیتا ہوں گھر میں موجود بعض بچے یا مہمان عمر رسیدہ سمجھ کر میرے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔لیکن باقر آغا سعید اور آغا نثار کچھ عرصہ تقیہ کرتے رہے پھر وہ لوگ نماز کے وقت غائب ہوجاتے تھے۔ان کی کوشش ہوتی تھی نماز کے وقت یہاں نہ ہوں۔

سعید اس سال رمضان میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ آیا تو اس نے ہال میں ہوتے ہوئے نماز نہیں پڑھی۔ ہماری بیٹی کو اس نے پہلے ہی مطمئن کیا ہوا تھا کہ آپ کے ابو سُنی ہوگئے ہیں۔اس نے ایک دو دن کے بعد پھر ہم سے سوال کیا کہ جائے نماز تو یقیناً اشکال رکھتا ہے تو میں نے کہا دیکھو میں فقہی مسائل میں کسی قسم کا دعویٰ نہیں رکھتا ہوں میں گفتگو کے لئے تیار ہوں آپ بات کریں۔آپ جب لکڑی کاغذ پر سجدہ کرتے ہیں حتیٰ ہتھیلی پر سجدہ کرتے ہیں تو کیوں کر جائے نماز پر سجدہ نہیں ہوسکتا ہے۔وہ سوال تو کرتے لیکن میرے جوابات کے بعد خاموش ہی رہتے کوئی جواب نہیں دیتے۔اب میں چاہتا ہوں اس مسئلے کو بنیاد سے اُٹھاؤں۔

محمد سعید کو خاک کربلاء سے منسوب مٹی کی طرف رخ کر کے سجدہ کرنے کے بارے میں اختلاف رہا میں نے سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا اس وقت چھوڑا جب مجھے علم ہوا اسے خاک کربلا کہنا جھوٹ ہے یہ تو یہیں بناتے ہیں۔اس کے بارے میں مراجع نے مزید شکوک کو جنم دیا اور ہم نے مختلف زاویوں پر غور و خوض شروع کیا نتیجہ یہ نکلا اسے ایک مذموم عزائم کے تحت چلایا گیا ہے۔

میں ابتداء سے ہی فقہ میں دلچسپی نہیں لیتا تھا، تنہا میں نہیں بلکہ پاکستان میں اعلیٰ پائے کے علماء بھی فقہ میں دلچسپی نہیں رکھتے ہیں زیادہ سنی سنائی یاداشت پر عمل کرتے ہیں اگر ضرورت پڑے تو توضیح المسائل کی طرف رجوع کرتے ہیں اس سے آگے نہیں بڑھتے ہیں، لیکن انہیں یہ شوق ضرور ہے کہ صاحب سلونی بن جائیں۔ جہاں تک میری بات ہے میں کسی کے سلونی ہونے کو مانتا ہوں نہ خود بننے کی حق میں ہوں چونکہ فقہ اگرچہ افضل علم ہے عقائد کے بعد لیکن اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔اس پر احاطہ کرنا دشوار ہے مگر فقہ سے خیانت کر کے کسی کے رسالہ کی سرورق کو پھاڑ کر اپنا نام لکھیں' آیات وروایات پر تحقیق کرنے کے بجائے مرسلات اور ضعیفات وسائل الشیعہ مستدرک وسائل سے فتواء دیں پھر بھی فقہ میں وارد ہو کر مجتہد بننے کا وہ مزہ بھی ہم سے اس وقت جاتا گیا جب معلوم ہوا خمس ایک دھوکہ اور فریب ہے۔ خمس کو نکالنے کے بعد مجتہد و اجتہاد بے مزہ ہوئے مگر قداحیون کے ہاں مجتہد بننے کیلئے زیادہ تحقیقات کی ضرورت نہیں بلکہ جتنی خرافات استعمال کریں گے اتنا ہی مرغوب قرار پائیں گے۔ چنانچہ آج کل جناب حافظ بشیر صاحب کے فتاویٰ زبان زدعام ملاحظہ کر سکتے ہیں، لیکن بعض ایسے مسائل مشاہدہ میں آتے ہیں جو اچانک یا کثرت سوال سے دلچسپی کا ذریعہ بنتے ہیں غرض خاک کربلاء پر سجدہ بھی ایسا ہی ہے آپ دنیا میں کہیں بھی جائیں شیعوں کے علاوہ کسی بھی مسجد یا نماز خانہ میں جائیں وہ کوئی فالتو چیز کاغذ لکڑی یا عادی پتھر بھی نہیں رکھتے، وہ جب سجدہ گاہ دیکھتے ہیں تو اُنھیں غصہ آتا ہے۔

۴۔آپ کو اس سجدہ گاہ کی وجہ سے مشرک کہا جاتا ہے اور اسے نفرت سے دیکھتے ہیں اس کے باوجود اس پر اصرار کس لئے کیا جاتا ہے۔میں نے مسجد الحرام میں ایک بزرگ شخص کو دیکھا

نزدیک گیا وہ نماز میں مصروف رہے دیکھا کہ وہ سجدے میں جاتے وقت سجدہ گاہ پر سجدہ کرتے اوراٹھالیتے اور دوبارہ سجدہ کے وقت سامنے رکھتے تھے۔

۵۔آپ کے اعتقاد میں سے ایک تقیہ ہے کیا اس جائے نماز پر تکیہ کے تحت ہی نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟ کیا یہ تقیہ کے خلاف نہیں؟ کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ تقیہ چھوڑنے والے ہمارے دین پر نہیں؟

ہمیں ایک عرصہ سے یہ مسئلہ کھٹک رہا تھا چنانچہ طویل عرصہ سوچنے کے بعد پتہ چلا یہ مسئلہ اتنا سادہ آسان نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ کے بارے میں تمام زوایے پر بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

۶۔اگرمٹی کربلاء ہی کی ہوتی تو اب تک وہاں اگر پہاڑ ہوتے تو ختم ہو چکے ہوتے اگر میدان ہوتے تو اب تک کھائی بن چکے ہوتے۔اس باب میں کوئی نقل نہیں نیز اس کی پشت پر روضہ امام حسین کربلاء معلیٰ لکھنے کا کیا مقصد ہے؟

☆۔ سجدہ کس چیز پر کرنا ہے زمین پر کرنا ہے یہ کہاں سے نکالا ہے،انسان زمین پر بستے ہیں وہ جب سجدہ کریں گے تو زمین پر ہی ہو گا یا جہاں وہ ہے وہاں ہو گا۔نماز میں صرف پیشانی کی جگہ کا تعین کہاں سے آیا ہے؟

☆۔ خاک کربلا پر سجدہ کی کیا منطق ہے اس کی افضلیت ور جھانیت کی کیا دلیل ہے؟

اس بارے میں کہا گیا ہے خاک کربلا خاک شفا ہے تو اس کو دوا فروشوں کی دکان پر رکھنا چاہیے یا ہسپتال میں رکھنا چاہیے نیز اگر یہ شفاء ہے تو بڑی منفعت بخش چیز ہے جو چیز منفعت

بخش ہے اس پر سجدہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ منفعت پرستی میں آتا ہے۔ اس پر سجدہ کرنے میں اشکال ہوگا کیونکہ اس سے منفعت پرستی آئے گی۔ اس وقت سجدہ گاہ ایک کاروبار ہے عراق ایران پاکستان میں کتنے لوگوں کیلئے ایک اچھی درآمد ہے اس حوالے سے بھی دیکھنا ہوگا۔

☆۔ ہم ایک عرصہ سے سوچ رہے تھے پوری دنیا کے اہل سنت والجماعت شیعوں کی اس حرکت سے ناراض بلکہ نفرت سے دیکھتے ہیں ہم سمجھ رہے تھے آخر اس خاک پر سجدہ کرنے میں کیا قباحت ہے لیکن ابھی اس کے گردوپیش حول وحوش دیکھنے سے پتہ چلا یہ ایک سادہ عمل نہیں تھا بلکہ یہ فضیلت مستحب کی حد تک بھی نہیں' بلکہ یہ ضروریات شیعہ بنی ہوئی ہے اس کی وجہ سے معتقدین کی جان و مال خطرے میں پڑا ہے بلکہ کہتے ہیں یہاں حق باطل کی جنگ لڑی گئی ہے۔ اس لیے یہ خاک کربلا اس جنگ کی یاد دلاتی ہے' تاریخ اسلام میں حق وباطل کی جنگ کیا صرف کربلاء میں ہی لڑی گئی ہے؟ بدر میں نہیں لڑی گئی؟ احد خندق میں نہیں لڑی گئی؟ صفین میں نہیں لڑی گئی ہے؟ کیا نبی کریم نے ۱۳ سال یہ جنگ مکہ میں نہیں لڑی فتح مکہ کی جنگ نہیں لڑی ہے؟

☆۔ انھیں اگر سجدہ گاہ نہیں ملی تو کاغذ پر سجدہ کرتے ہیں، درخت کے پتے پر کرتے ہیں اگر وہ بھی نہ ملے تو کہتے ہیں اپنی ہتھیلی کی پشت پر کریں تو کیوں ان جائے نمازوں پر نہ کریں کیا یہ مصنوعات زمین نہیں ہیں؟

☆۔ آپ جائے نماز قالین کو چھوڑ کر کاغذ لکڑی پر سجدہ کرتے ہیں اگر وہ مصنوعات زمین ہیں تو قالین بھی مصنوعات زمین ہی ہے۔

ہم ایک عرصہ سے سوچ میں تھے کہ کیوں عام مسلمانوں کے نزدیک شیعہ ناپسند ومکروہ ہیں جونہی کسی سنی کو معلوم ہوتا ہے یہ شیعہ ہے تو وہ منہ بناتا ہے، زبان بے ادب کھولتا ہے۔اس کا راز کیا ہے آخر ہم کیوں دوسروں کے اجتماعات میں شرکت نہیں کر سکتے ہیں ابھی تو کسی دوسرے فرقے کی مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں کہہ دیتے ہیں کہ آپ یہاں نماز نہ پڑھیں اگر کسی کو پتہ چلے گا آپ شیعہ ہے تو نمازیوں سے کہے گا ہوشیار رہو یہاں منافق آیا ہے، حتیٰ دیوبندی بریلویوں کو قبر پرست غالی سمجھتے ہیں۔حتی اہل سنت والجماعت کے ہاں جو لوگ قبر پرستی میں شیعوں سے کم نہیں ان سے اتنا منہ نہیں بناتے جتنا شیعوں کو دیکھ کر بناتے ہیں حتیٰ خود بریلوی بھی شیعوں کو برداشت نہیں کرتے ہیں ب جبکہ افتخار نقوی یا راجہ ناصر صاحب کہتے ہیں کہ بریلوی ہمارے ساتھ ہیں یہ بات غلط ہے بلکہ آپ کے ساتھ صرف پرویزی ہی ہیں۔

بعض کا کہنا ہے اہل بیت علی واولاد علی سے محبت کی وجہ سے وہ ہم سے بغض رکھتے ہیں لیکن یہ بات شیعوں نے سنیوں سے نفرت پھیلانے کی خاطر اڑائی ہے۔سنی دشمن اہلبیت نہیں کیونکہ اہل بیت اور اولاد علی بھی ان کے نزدیک محبوب ہیں کیونکہ ان کے اسماء گرامی وہ احترام سے لیتے ہیں کثیر غور وخوض کرنے کے بعد پتہ چلا دو چیزیں ہیں۔

ا۔بغض شیخین ہے اس کے بارے میں گزشتہ تالیفات میں بہت کچھ لکھا ہے تکرار نہیں کریں گے۔

۲۔بغض کعبہ پر مبنی ہے، سجدہ گاہ کعبہ کے متبادل کی نشانی ہے اس کا ثبوت ان کا قول اور فعل دونوں ہیں، قول میں کہتے ہیں یہ نشانی جنت ہے ہم جس کی طرف رخ کرتے ہیں یعنی رخ

اس کی طرف ہے جہاں سے یہ مٹی منسوب ہے۔اس کے پیچھے لکھا ہوتا ہے کربلاء معلی یا روضہ امام حسین کا نقشہ ہوتا ہے۔یہ کعبہ کے مقابل میں ہے اس کو اہل سنت درک کر رہے ہیں یہ وہی منصوبہ بندی ہے جسے بادشاہ یمن ابرہہ اشرم نے چند مراحل طے کرنے کے بعد کعبہ قبلہ مسلمین سے منصرف کرنے کیلئے کیا تھا۔قرآن کریم میں اس واقعہ کو جو اسلام آنے سے رونما پہلے ہوا تھا ذکر کرنے کا مقصد یہ بتانے کیلئے ہے کہ یہ واقعہ ایک قصہ ماضی نہیں بلکہ آئندہ بھی ہر جگہ ہر دور میں ہوسکتا ہے ۔اہل باطل باطل کو رواج دینے کیلئے مراحل کی منصوبہ بندی کرتے ہیں تا کہ دھیرے دھیرے جذبات سے کھیلے بغیر امور انجام دیتے ہیں اور یہی مراحل کام کرتے ہیں تا کہ آہستہ آہستہ اذہان کو تسخیر و مسخ ساتھ ساتھ کریں۔اس کو ایک رائج مثال سے پیش کرتے ہیں یہ ایک حقیقت ناصعہ ہے، یورپ والوں نے عمارت اسلامی کو تسخیر کرنے کیلئے وارد ہونے کیلئے چند دروازے بنائے ہیں ان میں سے ایک دروازہ دین ہے جسے قرآن نے جہت یمین نام رکھا ہے ۔دینی دروازے سے اس جماعت کو تسخیر کرنے کیلئے جو بجٹ بنایا ہے اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک مجتمع سنی ہے اس کیلئے سنی تاجر کا انتخاب کیا اس کا نام رکھا ''رکوڈ'' دوسرا مجتمع تشیع ہے اس کیلئے شیعہ تاجر انتخاب کیا ہے پھر ان دونوں کو مزید تقسیم کیا دنیوی اور دینی، دنیوی امور سے متعلق بجٹ کو بے دین دین کا مسخر کرنے والے کو دیا۔دینی بجٹ کیلئے دیندار نماز روزہ سے چڑ ہونے والے کو انتخاب کیا۔

بلتستان شیعوں کو تسخیر کرنے دونوں جماعتوں کو انتخاب کیا، دینی گروہ کے سرپرستی و نظارت جناب جعفری کو اور ان کے کارکن جناب بابو جعفر جو کہ بلتستان کے معروف دیندار ہیں

اور جناب فدا حسین فاچوچیلو آغا سید علی جناب شیخ حسن کو امتخاب کیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے سے نیچے افراد امتخاب کیا ان کے امتخاب میں معیار دینداری رکھا اور نا اہلیت ولیاقت رکھا بلکہ گھٹیا افراد کو رکھا جس میں سکردو شگر چھورکاہ کے فاسد عقائد و اعمال کے افراد آتے ہیں ان میں شیخ ضامن علی، طٰہٰ اور آخر میں محمد سعید آتے ہیں۔ آخری مقصد اسلام کو مدارس سے چھٹی کرانا ہے جس طرح ان بانیان نے دین کو پڑھا ہے نا دین کیلئے سوچا ہے نا دین کیلئے کوئی کام کیا ہے۔ یہ واقعہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ جاری رہے گا۔

☆۔ حج کے مقابل میں زیارت امام حسین کو کعبہ کے متبادل بنایا گیا ہے اسے ہزاروں غلاف میں چھپا نہیں سکتے چنانچہ عالم خطیب کربلا کو خطیب کعبہ پر برتری، زیارت کو حج پر برتری اور موقعہ ملا تو مردوں کو کربلا اور یہاں پہ جعلی ضریحوں کا طواف کرانا اس بات کی طرف اشارہ ہے ہمارا قبلہ مطاف کربلا ہے۔

☆۔ کعبہ کی حیثیت قرآن نے بتائی ہے کہ کعبہ ہی قبلہ تمام کلمہ گو ہے۔ اسکے برعکس آپ اس مٹی کے ٹکڑے کی پشت پر کربلا لکھ کر یا روضہ امام حسین کا نقشہ لگانا اشارہ ہے آپ نماز میں روضہ امام حسین کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ آپ بار بار کعبہ کی اہمیت گرانے پر اصرار و تکرار کرتے ہیں، آپ کو کعبہ سے چڑ ہے۔

سجدہ:

سجدہ کسے کہتے ہیں؟ اور سجدہ کس چیز پر ہونا چاہیے۔ کلمات قرآن کی پہلی اور یگانہ

مصدر مفردات راغب اصفہانی ص ۳۹۶ پر آیا ہے سجدہ کی اصل انتہائی خاضع اور ذلیل ہونے کو کہتے ہیں۔ یہ ذلت خضوع صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے کسی اور کے لئے جائز نہیں، سجود کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ سجود تسخیری، یعنی سوائے انسان کے تمام کائنات حضور اللہ خاضع و تسخیری میں ہے جیسا کہ ان آیات میں آیا ہے ﴿وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّماوَاتِ وَ الْأَرْضِ طَوْعاً وَ كَرْهاً وَ ظِلالُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْآصالِ﴾ (رعد۔۱۵)

﴿وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ ما فِي السَّماوَاتِ وَ ما فِي الْأَرْضِ مِنْ دابَّةٍ وَ الْمَلائِكَةُ وَ هُمْ لا يَسْتَكْبِرُونَ﴾ (نحل۔۴۹)

جن میں آیا ہے کہ انسان سمیت تمام موجودات اس کے سامنے خاضع و متذلل ہیں یہ ارادہ کے حوالے سے اجر و ثواب آفرین نہیں ہیں جس طرح گھر میں رکھے گئے نوکر و ملازمین کیلئے انعام نہیں دیا جاتا ہے۔

۲۔ سجدہ عبادت سجود صرف انسانوں کے لئے ہے اللہ نے انھیں حکم دیا ہے کہ یہ سجدہ تم اپنی رضا و رغبت اور مرضی سے انجام دو ﴿فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوا﴾ (نجم۔۶۲)۔ ملائکہ سے کہا گیا وہ آدم کو سجدہ کریں یہ سجدہ اختیاری تھا لہٰذا ابلیس نے اسے مسترد کیا ہے۔

سجدہ و سجود کا معنی لغت میں مطلق خضوع و خشوع تذلل ہے لیکن نماز میں سجدہ جس کے بارے میں کتاب موسوعہ فقیہ تالیف کبار علماء اسلام جلد ۱۴ ص ۲۰۲ پر آیا ہے سجدہ نماز کے اہم ارکان میں سے ایک ہے جیسا کہ سورہ حج آیت ۷۷ ﴿ایمان والو! رکوع کرو سجدہ کرو اور اپنے

رب کی عبادت کرو اور کار خیر انجام دو کہ شاید اسی طرح کامیاب ہو جاؤ اور نجات حاصل کر لو
﴾ میں آیا ہے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے میں سات اعضاء بدن سے سجدہ کروں
یہ حدیث بخاری و مسلم میں آئی ہے نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے ہیں چاہے نماز واجب ہو یا
مستحب۔ یہ سجدہ سات اعضاء سے ہوتا ہے پیشانی ناک دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنے دونوں
پاؤں کی بڑی انگلی ہے' آیات قرآن اور احادیث میں سجدہ صرف پیشانی کو کسی چیز پر رکھنے کو کہتے
ہیں کہیں بھی نہیں آیا ہے، سجدہ تشریعی سات اعضاء سے ہی ہوتا ہے۔

صاحب موسوعہ نے سجدہ کس پر کرنا چاہیے کا ذکر نہیں کیا ہے حتیٰ سجدہ میں کیا پڑھنا ہے
اس کا بھی ذکر نہیں کیا ہے یعنی نماز میں سجدہ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ سات اعضاء کے
ساتھ ہونا چاہیے لیکن شیعہ فقہاء نے ان میں دو چیز کا اضافہ کیا ہے، ایک سجدہ گاہ کے معنیٰ میں
تحریف کیا ہے کہ سجدہ پیشانی کو زمین پر رکھنا ہے دوسرا مسجود علیہ زمین اور زمین سے روئیدہ ہر چیز
پر کریں جیسا کہ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ تالیف آیت اللہ سبحانی ص ۲۷ پر کہا ہے یہ سجدہ
صرف زمین اور زمین سے اُگنے والی چیزوں پر ہی ہوسکتا ہے دوسری چیزوں پر نہیں ہوسکتا، اس
میں صرف جائے پیشانی کا ذکر کیا گیا ہے یہ کہاں سے اخذ کیا ہے معلوم نہیں۔

کتاب مستند فی شرح العروۃ الوثقیٰ ج ۱۳ ص ۱۲۹ پر مرحوم آیت اللہ خوئی لکھتے ہیں جائے
سجدہ صرف زمین اور نباتات پر صحیح ہے یہ قول صرف اہل امامیہ کے نزدیک ہے آیت اللہ خوئی نے
لکھا ہے اس شرط کی سند اجماع کے بعد بعض روایات صحیحہ ہشام بن الحکم ہے از امام صادق
وسائل ج ۵ ص ۳۴۳۔

علل شرائع میں علی بن احمد نے اپنے باپ سے انھوں نے محمد بن عبد اللہ سے انھوں نے محمد بن اسماعیل سے انھوں نے علی بن عباس سے انھوں نے عمر بن عبد العزیز سے انھوں نے ہشام بن حکم سے نقل از علل شرائع ج اص ۳۴۱ تہذیب ۲۳۴ اور ۹۲۵ میں شیخ طوسی نے ہشام بن حکم سے نقل کیا ہے۔ کتاب وسائل شیعہ ج ۵ ص ۳۴۳ پر ایک باب کھولا ہے سب سے پہلی حدیث ۶۷۴۰۔ یہ حدیث محمد بن علی بن حسین نے ہشام بن حکم سے استناد کر کے کہا ہے انھوں نے امام صادق سے پوچھا سجدہ کس چیز پر جائز ہے اور کس پر نا جائز ہے امام نے فرمایا سجدہ جائز نہیں سوائے زمین پر اور زمین سے اگنے والی چیزوں پر مگر زمین سے اُگنے والی چیزوں میں سے کھانے اور پینے والی چیزوں پر نہیں تو ہشام نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے امام نے فرمایا سجدہ خضوع ہے اللہ کے لئے کھانے اور پینے والی چیزوں پر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ انسان کھانے پینے کی چیزوں کے غلام ہوتا ہے لہٰذا یہ سجدہ کھانے پینے کی چیزوں پر نہیں ہونا چاہیے لیکن کوئی بھی مسلمان کھانے پینے روٹی قمیص پر سجدہ نہیں کرتا ہے جائے نماز لینے کی چیز نہیں تو ہم پہلے یہاں اس روایت کے سند اور متن کے بارے میں دیکھیں گے، سند میں صرف دو راویوں یعنی محمد بن علی ابن حسین اور ہشام بن حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲: یہ حدیث حماس بن عثمان نے امام صادق سے نقل کی ہے یہی حدیث علل شرائع میں ص ۳۴۲ پر محمد بن حسن نے صفار سے انھوں نے عباس بن معروف سے انھوں نے محمد بن یحیٰ سے انھوں نے حماد بن عثمان سے۔ شیخ طوسی نے حماد بن عثمان سے انھوں نے احمد بن معروف سے۔

حدیث نمبر۳: کتاب خصال میں شیخ صدوق نے اعمس سے انھوں نے جعفر بن محمد یعنی امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر۴: حضرت علی سے بطور مرسل نقل ہے۔

حدیث نمبر۵: محمد بن یعقوب انھوں نے علی بن ابراہیم سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے ابن عمیر سے انھوں نے عمر ابن عزینہ سے انھوں نے عزیز بن یسار سے انھوں نے برید بن معاویہ سے انھوں نے امام صادق یا امام محمد باقر سے انھوں نے فرمایا گندم کپڑے پر کھڑے ہو کر سجدہ کر سکتے ہیں اگر پیشانی زمین پر ہو۔

مجبوری کی صورت میں انسان اپنے ہاتھ کے پشت پر سجدہ کر سکتا ہے مستشرقی شرح العروۃ الوثقیٰ ج ۱۳ ص ۱۷۱ ابی بصیر نے امام باقر سے نقل کیا ہے پوچھا سفر کی حالت میں نماز کا وقت ہوتا ہے گرمی میں چہرہ جلنے سے ڈرتا ہوں کیسے سجدہ کروں؟ امام نے فرمایا اپنے پہنے ہوئے لباس پر سجدہ کرو ابو بصیر نے عرض کیا میرے پاس کچھ بھی نہیں تو امام نے فرمایا ہاتھ کی پشت پر سجدہ کرو یہ ہاتھ بھی مساجد سجدہ میں سے ہے وسائل ج ۵ ص ۳۵۱ وسال شیعہ ج ۵ ص ۳۶۵ پر آیا ہے کہ سجدہ تربت امام حسین پر مستحب ہے محمد بن علی بن حسین نے امام صادق سے بطور مرسل نقل کیا ہے کہ امام حسین کی قبر کی مٹی پر سجدہ کرنے سے ایسا نور پھیلتا ہے جو سات زمینوں کو روشن کرتا ہے اگر کسی کے پاس قبر امام حسین کی مٹی ہو تو وہ خود تسبیح کرتا ہے اگر چہ آپ تسبیح نہ کریں۔

حدیث ۲۔ کتاب احتجاج سے احمد بن علی بن احمد طبرسی سے محمد بن عبد اللہ بن جعفر جوہری سے انھوں نے امام زمان سے نقل کیا ہے اس ٹکڑے پر جو قبر امام حسین سے ماخوذ زمین سے ہو تو اُس

پر سجدہ کرنا کیسا ہے پوچھا اس میں کوئی فضیلت ہے تو امام نے فرمایا ہاں جائز بھی ہے اور فضیلت بھی ہے۔

حدیث ۳۔ محمد بن حسن نے مصباح میں معاویہ بن عمار سے انھوں نے امام صادق کے ہاتھ میں ایک ابریشم کی زرد رنگ کی تھیلی میں امام حسین کی قبر کی مٹی دیکھی تو امام صادق جب بھی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے اس مٹی کو سجدہ والی جگہ پر پھینکتے تھے پھر فرماتے تھے امام حسین کی قبر کی مٹی پر سجدہ سات حجاب چاک کرتا ہے۔ اور سجدہ تربت امام حسین کی مٹی پر کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔ نماز میں سجدہ صرف زمین یا زمین سے اُگنے والی نباتات پر ہی ہو سکتا ہے اور سجدہ کیلئے ان دونوں سے بہتر تربت امام حسین ہے یہ مسئلہ کتاب فقہ عروۃ الوثقیٰ کاظم یزدی کے شرح مستند العروۃ الوثقیٰ تالیف آیت اللہ خوئی متوفی ۱۴۱۳ھ ج ۱۳ ص ۱۲۹ پر آیا ہے نیز کتاب وسائل شیعہ ج ۵ ص ۳۴۳ و ۳۴۴ سے لے کر ۳۶۷ تک احادیث میں مرکزی بحث سجدہ صرف زمین اور نباتات پر ہونا چاہیے ہے۔ اس کے راوی محمد بن علی ابن حسین نے ہشام بن حکم سے اور ہشام بن حکم نے امام صادق سے نقل کی ہے۔

ہشام بن حکم کے بارے میں کتاب معجم فرق اسلامیہ تالیف شریف یحییٰ امین ص ۲۶۰ پر آیا ہے ہشام بن حکم متوفی ۱۹۹ھ وہ مشبہہ اور مجسمہ تھے وہ اللہ کے جسم و جسمانیت و عرض جواہر کے قائل تھے اللہ کی جسمانیت میں تشابہہ کے قائل تھے۔ اس نے اللہ کے قد کو اپنا سات ہاتھ بتایا ہے وہ اپنے دور کے بڑے مجادل مناظر و متکلم تھے وہ انبیاء کے عصیان کے بھی قائل تھے جبکہ آئمہ کی عصمت کے قائل تھے۔ ہشام بن حکم امام کو مرکز کائنات گردانتے تھے، وہ امام کو انسان کے

دل سے تشبیہ دیتے تھے جس طرح حرکت قلب بند ہونے سے انسان مر جاتا ہے۔اس طرح ان کا عقیدہ تھا امام نہ ہونے سے کائنات درہم برہم ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے کائنات کی بقاء وفناء کو اپنی مشیت وارادے پر موقوف رکھا ہے نا کسی رسول یا برگزیدہ ہستی سے چہ جائیکہ امام اللہ کی طرف سے حجت بھی نہیں ہے نیز ہشام فرقہ مجسمہ سے تعلق رکھتا تھا وہ اللہ کیلئے جسم کے قائل تھے اللہ کے جسم ہونے کے قائل ہونے کے بعد اسکی الوہیت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ منکر اللہ اور مبدع ہے تو وہ اس دین سے کھیلنے والے ہیں وہ دین سے کرکٹ والی بال شطرنج ہر قسم کا کھیل کھیلا ہے۔ زمین بذات خود کوئی فضیلت نہیں رکھتی حتیٰ سر زمین مکہ جہاں بیت اللہ ہے۔ یہ جو بعض زمینوں کی فضیلت مجامع روائی میں آئی ہے یہ وضاعان احادیث کی خود ساختہ ہے، زمین پر جرم و جنایت ، گناہ ہوتے ہیں، نجس ہو جاتی ہے۔امام حسین کی قبر کی مٹی پر سجدہ کرنے کے بارے میں معاویہ بن عمار جس کے سند ہے جس کے بارے میں مولف جامع رواۃ نے کہا کہ وہ ضعیف العقل اور اس کی حدیث غیر مستقیم ہے نیز اس کا امام صادق سے یہ حدیث کہ خاک کربلا پر سجدہ سات حجاب کو چاک کرتا ہے یہ سات حجاب کونسے حجاب ہیں جو چاک کرتا ہے۔

ہمارے مخالفین سے یکجہتی ودوستی:

سید محمد سعید عرصہ دس پندرہ سال سے کرم فرماؤں کے کہنے میں آ کر ہمارے مخالفین سے یکجہتی و دوستی اپنا رہے ہیں گویا میرے مخالفین کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔اس نے ان کے کہنے پر میرے گھر کو دو حصوں میں بانٹ دیا تھا میرے ساتھ منافقانہ رویہ اپنایا۔یہاں تک سعید اور

باقر دونوں نے میری تالیفات حتیٰ میرے ادارے سے نفرت کراہت لاتعلقی کرنے کے بعد مزید ان سے اہانت و جسارت کیلئے اس کو پرندہ خانہ بنایا تھا۔ میرے تمام اصرار وتکرار پر کہ میں کسی صورت بھی پرندہ فروشی کی اجازت نہیں دیتا انھوں نے کسی قسم کی توجہ نہیں دی اور جواب نہیں دیا چنانچہ اس کے بعد ہم ان سے مایوس ہو گئے باہر سے بعض دوستوں کو واسطہ بنایا حکم بنایا انکی کاوش کا فائدہ نہیں ہوا تو میں نے ان سب کے نام ۱۴۲۵ھ صفر میں اعلان برأت اور لاتعلقی کے حوالے سے ایک خط لکھا تھا جب تم نے میرے مخالفین کے ساتھ مل کر شبیر اور عمار کو گواہ رکھ کر میری کتابوں سے لاتعلقی کا اظہار کیا۔ باپ ہونے کی وجہ سے میں نے اس میں تاخیر کی تھی لیکن اب تم لوگوں سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

حتیٰ میں نے اپنے لیے فاتحہ رکھنے سے بھی منع کیا تھا رمضان کے ابتدائی دنوں میں صادق نے خبر دی سعید بچوں کے ساتھ کراچی آ رہے ہیں تو مجھے احتمال ہوا شاید وہ اس دفعہ صلح و صفائی کر کے جائیں گے میں نے چھوٹی بیٹی کو انھیں لینے کیلئے بھیجا یہاں دس دن رہے اور ایک کلمہ تک گھر کے مسائل کے بارے میں نہیں بولا یہاں تک کہ میری تمام تر شکایت کے باوجود شبیر سے مل کر ان سے ہدایات لے کر گئے۔ پھر اسلام آباد سے فون آیا تو میں نے بات کرنے سے انکار کیا میں تعلقات اس لیے نہیں رکھنا چاہتا تھا کہ ان سے مزید بد مزگی نہ ہو جائے میں نے ان کو پیغام بھیجا تھا وہ یہاں ہمارے گھر میں نہ آئیں اور وہیں سے چلے جائیں۔ لیکن وہ پھر بھی آ گئے وہ اس طرح سے مجھے گھسیٹنا چاہتے ہیں اس لیے میں نے فیصلہ کیا ان سے نہیں ملیں گے انھیں کہا تمہارے اور ہمارے درمیان جنگ ہے جب تک صلح نہیں ہو گی ہاتھ نہیں ملائیں گے پھر

بھی وہ ٹال گئے۔

سعید نے ہم سے کہا آپ قرآن کی بات کرتے ہے قرآن میں سوءظن کرنے سے منع کیا ہے میں نے اس کو اس کا جواب نہیں دیا چونکہ میں زیادہ بات کرنا نہیں چاہتا تھا ابھی میں اس اعتراض کا جواب دیتا ہوں غلاظت خوری اور قرآن ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے قرآن میں بعض جگہ سوءظن کو گناہ قرار دیا ہے ورنہ انسانی زندگی میں اجتماعی سیاسی اقتصادی سب میں ظن ہی چلتا ہے یقین کے موارد بہت نادر ہوتے ہیں، اسی حسن ظن کی وجہ سے آج شرف الدین کو اپنی اولادوں، دامادوں دوست نماغداروں، خیانتکاروں کا سامنا ہوا ہے۔ حسن ظن بعض جگہ انسان کو کھڈے میں ڈالتا ہے مثلاً سعید باقر جامعہ کیسانیہ کے فارغ التحصیل اوران کی اہلیہ پر حسن ظن رکھنے کی وجہ سے آج مجھے اس روز گار کا سامنا کرنا پڑا' ضامن علی پر حسن ظن سے آج مجھے کن کن مصیبتوں کا سامنا ہوا ہے۔

شبیر خانی پر جوان مومن خیر خواہ دین داری کا حسن ظن رکھا کہ یہ مشفق مہربان مخلص دوست ہے۔ میرے ایام محنت و مصیبت میں میری خبر لیتا ہے جبکہ بعد میں پتہ چلا گھر میں فتنے کی آگ روشن کرنے باپ بیٹوں میں جدائی ڈالنے کیلئے آتے تھے۔

قیام مدارس کی خبریں اب خوشخبری نہیں رہی ہیں اب یہ خبر تشویش آور ہوئی ہے ادنیٰ سے شخص کو بھی شک ہوتا ہے کہتا ہے پوچھتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ مولانا شیخ حیدر علی جوادی صاحب کے بھائی مولانا مراد علی صاحب جو کوئی علمی شخصیت نہیں تھے انہوں نے بھی ایک دو کنال زمین لے کر مدرسہ بنانے کا اعلان کیا۔ ان سے پوچھا مولانا صاحب آپ نے کیوں مدرسہ بنانے کا

فیصلہ کیا ہے تو کہنے لگا ہر ایک نے مدرسہ کی دکان لگائی ہے تو میں نے بھی ایک دکان کھولی ہے
ابھی تو مدارس کے بارے میں بہت شکوک وشبہات ہیں مثلاً کیوں اور کس لئے بنایا گیا ہے وغیرہ
جیسے سوالات اٹھتے ہیں۔

مدارس دینی اپنی سیر تاریخ میں:

دین اسلام میں تعلیم وتربیت، استاد جگہ اور عمر کا تعین نہیں رہا ہے۔ ہر عاشق علوم ومعارف از خود کسی استاد کی تلاش میں گئے، استاد کو پکڑا اس کے گھر میں یا محلے کی مسجد میں اس سے درس لیا حتیٰ نوابغ مسلمین اپنے کاروبار کے ساتھ حصول علم کر کے نوابغ زمان بن گئے۔ بنی امیہ بنی عباس کے وسیع عریض اقتدار کے دور میں جس کو عصر ذھبی اسلام کہتے ہیں مدارس کا تصور نہیں تھا' اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم علوم وفنون یا علم دین سیکھنے کیلئے چار دیواری لگانے کے خلاف ہیں ایسا نہیں بہر حال مدارس کی بنیاد چوتھی صدی میں نظام ملک کے وزیر سلجوقی نے رکھی علی ایہہ حال ہم تفصیل میں نہیں جاتے یہاں تک کہ برصغیر میں مدرسہ کی بنیاد انگریز نے رکھی ہے۔
ہمارے بلتستان میں مرحوم آغا سید عباس صاحب چھترون منتقل ہوئے تو وہاں اپنے گھر سے ملحقہ ایک کمرے میں تدریس کرتے تھے۔ باہر سے آنے والے محلے میں کسی کے گھر میں سکونت لے کر آغا سے درس لیتے تھے ہمارے مرحوم آخوند غلام حیدر وہاں پڑھتے تھے فارسی عربی دونوں پر اچھا عبور رکھتے تھے اس طرح سکردو میں کوئی بواپشا ورنام آئے تھے ان کے پاس بلتستان بھر سے عاشقین علم آتے تھے لیکن کوئی مدرسہ نہیں تھا۔ غرض مدارس کا جال مرحوم شیخ حسن مہدی آبادنے

این جی اوز کی طرف سے بنایا یہاں سے اوٹ پٹانگ ہم جیسے نالائق فیل انسانوں نے رکھی اس نے صرف ونحو کی کتاب بھی نہیں دیکھی ہو اس نے بھی مدرسہ بنانا شروع کیا۔ چنانچہ حاجی غلام مہدی تسر والے اور ان کے بیٹے شیخ حیدر انپڑھ نے بھی مدرسہ بنایا، سکردو میں شیخ رحیم اللہ نے مدرسہ بنایا اب تو آپ بلتستان میں جہاں جہاں دیکھیں مدرسہ نظر آئے گا اور زیادہ تر یہ مدارس بنانے والے گمنام و بدنام لوگ ہوتے ہیں۔ ان کو اچھے قابل استاد برداشت نہیں ہوتے ہیں۔ عمارتیں تبدیل ہوتی گئیں مدارس کے نصاب میں تبدیلی نہیں آئی نصاب وہی چلتا ہے جو سولویں صدی میں انگریز نے دلی میں بنایا تھا۔ عوامل نحو جرجانی وغیرہ چلتی ہیں۔ عمارتیں یکے بعد دیگر عاد وارم کو پیچھے چھوڑنے والی بنائیں عروۃ الوثقیٰ ، جامعۃ الکوثر، جامعہ الزہراء جہاں اساتید درس خرافات وفرسودگیات دیتے ہیں۔ سکردو جامع منصور کے استادگرامی آغائے شیخ محمد علی جوہری کی یہ منطق ہے کہ ہمیں تحقیق کرنے کی اجازت نہیں ہمیں صرف پرویز وزرداری کے چاہنے والوں کیلئے طول عمر دوام اقتدار کی دعا کرنی ہے۔ یہ مدرسہ جس کی سعید نے بنیاد رکھی ہے انہی مدارس کی ایک کڑی ہے لیکن یہاں اس سے پہلے ضامن علی نے مدرسہ کھولا تھا اس لئے بھی اس کو مدرسہ ضرار کہہ سکتے ہیں۔

ایک عرصے سے پاکستان میں بننے والی مساجد ومدارس این جی اوز بنا رہے ہیں۔ این جی اوز یعنی تعلیم فلاح رفاہی کے نام سے خانہ مسلمین میں داخل ہو کر اسلام کے خلاف لڑنے والے سپاہی پیدا کرنے والوں کو کہتے ہیں۔ جب سے استعمار غرب بعثات مبشرین کی افادیت سے مطمئن نہیں ہوئے تو انہوں نے تعلیم طب اور معذوروں پر توجہ مرکوز کی تھی۔ اب ایک عرصے

سے انہوں نے مساجد و مدارس بنانا بھی شروع کیئے ہیں۔ان کی وسیع وعریض اسلام و پاکستان کے خلاف سرگرمیوں کی طرف اب ملک کے محافظ و ہمدرد متوجہ ہونے لگے ہیں۔اب ان کے جرائم سے پردہ ہٹایا جارہا ہے،عزائم کشف ہورہے ہیں۔روزنامہ دنیا بروز ہفتہ ۱۸ ذی الحجہ بمطابق ۱۳ اکتوبر کو کالم نگار ہارون رشید لکھتے ہیں جب یہاں برطانیہ کا ایک جج آیا تو یہاں موجود این جی اوز میں سے ایک نے کہا تھا کہ ہمارا ایجنڈا یہ ہے کہ اسلام کو پاکستان سے نکال کر باہر کیا جائے،متعلقہ جج کی تحریری وثیقہ مقالہ نگار کے پاس موجود ہے۔

یہ خبر اس لئے بھی سودا ہے کیونکہ ہم پُر امید تھے کہ سعید جرات وشہامت شجاعت کے ساتھ ایک نئی فکر اور نئے انداز اور ولولہ کے ساتھ آگے بڑھیں گے۔

۱۔ یہاں ازدواجی مسائل دن بہ دن مشکل ہوتا جارہا ہے اس وجہ سے فساد اخلاقی میں اضافہ ہورہا ہے۔اس کی اصلاح کیلئے اقدامات کریں گے۔

۲۔ غلط سیاست کی وجہ سے آپس میں عداوت نفرتیں بڑھ رہی ہیں۔

۳۔ لوگ جہالت کی وجہ سے جدید سہولتوں سے محروم رہتے ہیں۔

۴۔ مدارس دینی کے نصاب بوسیدہ اور فرسودہ ہونے کی وجہ سے بے فائدہ بلکہ لا حاصل ہوگئے ہیں۔

۵۔ اپنے مشفق ومہربان خیر خواہ تایا اور سسر سے مخفی رکھنے کی وجہ سے تشویش میں مزید اضافہ ہوگیا،انھوں نے یہ کام اس لئے ہم سے پوشیدہ رکھا ہے کیونکہ یہ عمل مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے ان مدارس کے خلاف تھا لیکن ان کو اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل کرنا تھی اور کسی

بھی صورت میں کرنا تھی گر چہ بعد میں میری ناراضگی ہی کیوں نا مول لینا پڑے۔

اس مدرسہ دینی کی بنیاد کی خبر سودا ہونے کی چندین وجوہات ہوسکتی ہیں اس خبر کو سودا کہنے کی وجہ قافیہ سازی کی خاطر کہا ہے ورنہ اس کے لئے مناسب کلمہ خبر شنیع تھا علی آباد میں محمد سعید کی طرف سے مدرسہ دینی کی بنیاد کی خبر بُری ہے اس کی چند وجوہات ہیں۔

۱۔سعید سے دل و جان سے محبت کرنے والے چاہنے والے سے چھپا کر اُس کی بنیاد رکھنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ انہیں اس کام پر خود ان کے دشمن نے لگوایا ہے۔

۲۔میرے لیے یہ خبر اس لئے سیاہ ہے کہ دشمن نے انتہائی شقاوت قساوت بے دردی سے یہ کام ان سے کروایا تا کہ سعید کے ذریعے مجھے روکنے کے عمل میں نا کام ہونے کا انتقام لیا جائے۔اس کی توجہ وہاں مبذول ہو جائے تا کہ اس میں موجود تمام صلاحیتیں یہاں دفن ہو جائیں ادھر ادھر نہ دیکھیں جس طرح اس سے پہلے اس کو جدید موبائل اور کمپیوٹر انٹرنیٹ پر لگایا تھا۔

۳۔اہم بنیادی نکتہ یہ ہے کہ میرے عزیز اچھے خاصے قابلیت ولیاقت رکھنے والے کو بجری سریہ کے حساب وکتاب میں مصروف کریں۔

۴۔اس وقت علم دین اور دنیا دونوں درسگاہوں میں دین کی بات کرنے سے گریز کرتے ہیں یہاں صرف بے دینی بے شرعی پڑھائی جاتی ہے۔قم کے فاضل جناب محمد علی اتھدی آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ کے نام سے جاری مجلّہ بینات میں لکھا تھا کہ علماء کو جوانوں کو جنسی اخلاق بھی سکھانا چاہیے، اس سے بدتر دیکھنے میں آتا ہے کہ آرٹس کا مضمون پڑھنے والے بھی دین کا مسخرہ کرتے ہیں کیونکہ حوزہ علمیہ قم میں بیس سال گزارنے والے ہمارے داماد سید نثار

حسین اور علی عباس کے نقطہ نظر میں سید اور ذاکر حسین بننے کے بعد اسلام کے کسی اصول اور فروع کا پاس رکھنا غیر ضروری ہے، جبکہ آغائے جعفری کو جب سے اقتدار ملا ہے اُنھوں نے دین کی بات نہ کرنے کیلئے صوم مریم رکھا ہوا ہے۔

میں گر چہ علوم مروجہ کے خلاف نہیں تھا بلکہ اس کو جہاں تک ممکن ہو پڑھنے کے حق میں تھا ۔چنانچہ میں اور آغائے جعفری رات کو علامہ مہدی آصفی کے پاس کسی مقبرہ میں عقائد کو منظومہ شمسی اور علم فلکیات کی روشنی میں پڑھتے تھے علم طبیعات حتیٰ انگریزی تک بھی ہم بطور مخفی پڑھتے تھے میرے پاس انگریزی اردو فارسی کی ڈکشنریاں جمع تھیں۔آج بھی میرے پاس علم جدید سے متعلق ابتدائی کتب موجود ہیں۔ایک زمانے میں میرا گھر ایک قسم کی مروجہ سکولوں کی رہائش گاہ بنی ہوئی تھی امتیاز، اعجاز قرمطی حاجی صادق کے فرزند این جی اوز کے صدقات خور ہمارے گھر سے ہی سکول جاتے تھے آج ان میں دین نظر نہیں آتا۔

لیکن میں علم ہی کو ہی معیار شرافت وفضیلت بنانے نیز اس بارے میں خود ساختہ احادیث علم ہی نجات دہندہ بشر اور سعادت دارین تصور کرنے والوں کے خلاف ہوں۔علم چاہے مروجہ ہو یا نام نہاد دینی ہو علم وسیلہ ہے ذریعہ ہے واسطہ ہے اس پر کتابت پرستی ہے۔

جب میرے دو بیٹے شرف انسانیت کے دائرے سے خارج ہو گئے بیہودگیاں جھوٹ بولنے لگے۔اس صورت میں مزید خراب اس وقت معلوم ہوا جب آغا خانیوں کے نمائندہ قاسم اور تقی کچورا میرے گھر میں ان کو گمراہ کرنے کیلئے آنا شروع ہوئے۔البتہ دو بیٹیاں اللہ کے فضل سے مروجہ علم کے رذائل اور آلودگیوں سے محفوظ رہی ہیں لیکن دو بیٹیاں اور ایک بیٹا بمعہ ایک بھتیجا

کمال امید و آرزو کے ساتھ حسن ظن بلکہ یقین محکم کے ساتھ علم دین کی راہ پر گامزن کئے تھے امید تھی کہ یہ گھر خانہ دین ہوگا یہاں اسلام کا بول بالا ہوگا لیکن اللہ کو مجھ سے شرک کو دور رکھنا تھا تو الٹا ہوگیا یہ گھر انہی فاضل و فاضلات کے ہاتھوں ویران و برباد ہوگیا۔

۶۔ ان مدارس سے اسلام اور مسلمین کے لئے کسی خیر کی توقع رکھنا احمق پسندی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے احمق اس انسان کو کہتے ہیں جو مسلسل بار بار تجربہ کرنے کے بعد بھی عبرت حاصل نہ کرے جن مدارس سے ضامن علی اور طہٰ، محمد سعید، محمد باقر جیسے دروغ گو عیش طلب نکلے ہیں ان کو پچیس سال حوزہ علمیہ قم میں ہورہے ہیں ابھی تک واپسی کا کوئی ارادہ نہیں ہے ان کو میرے خلاف ورغلانے والوں نے بھی ان کو فاضل کہہ کر مغرور کیا ہے اسلام کے نظام سیاست اجتماع تو دور کی بات ہے وہ ایک گھنٹہ سادہ الفاظ میں اپنے عقیدہ امامت وعدالت امام مہدی پر گفتگو نہیں کرسکتے ہیں۔

۷۔ معارف اسلام میں یہ لوگ گونگے بہرے ہیں کچھ بھی نہیں آتا ان کو صرف عیاشی کرنا آتا ہے عیش و نوش ان کا مذہب ہے نیز اپنے مخالفین پر لعنت بھیجنا آتا ہے ان مدارس سے فارغ التحصیل دلیل اور جواب دونوں کیلئے لعنت استعمال کرتے ہیں علاقہ شگر سے تعلق رکھنے والے ہمارے پڑوسی جناب مجلسی دلیل اور جواب دونوں کے لئے لعنت استعمال کرتے ہیں ابو بکر و عمر و ابن تیمیہ اور برقعی پر لعنت بھیجتا ہے۔ ایک دن علامہ مجلسی شگری میرے گھر پر آیا کہا ابو بکر مشرک تھے تو میں نے کہا کون مشرک نہیں تھا تمام اصحاب نے شرک سے نکل کر اسلام قبول کیا ہے پھر میں نے کہا اپنے تمام مغروروں سے کہیں معیار قرآن وسنت کے تحت حضرت علی کے

علاوہ تمام اصحاب میں سے ان دو سے بہتر نکال کر مجھے بتاؤ تو نہیں بتا سکے۔ میں نے کہا قم جا کر مغرورین سے پوچھ کر جواب دو۔

۸۔ ان سے کیا توقع کر سکتے ہیں جن مدارس کی بنیاد رکھنے والے طٰہٰ جیسے ہوں۔ مدرسہ بناتے وقت بھی مخفی رکھنا ہے عوام کو نہ بتائیں کہ آغا خانی بنا رہے ہیں بعد میں آغا خان والوں کے سپرد کریں یا مدرسہ بننے کے بعد اپنے جاہل و نادان سالے مادام العمر کو پرنسپل بنائیں یہ مدرسہ بھی ایسا ہی ہوگا اور ایک دن اس کو آغا خانیوں کے سپرد کریں گے۔ شیخ متقی نے مدرسہ بنانے کے بعد این جی او کو دیا۔

۹۔ عام لوگوں کو یہ مدارس اتنے برے لگنے لگے کہ انہوں نے ان کی بجائے میت اٹھانے والی گاڑی، میت دھونے والی مغسل بنانے کو ترجیح دینا شروع کی ہے۔ ان مدارس کے نیم خواندہ بھگوڑوں کو اٹھا کر مساجد میں امامت اور خطابت پر لگایا ملک میں اقتدار دینی کو گرا کر دینداری کو بھی ختم کیا ہے۔

۱۰۔ ابھی تو یہاں مہدی آباد کے دینیات سنٹر سے یا یہاں کے گھروں میں ٹیوشن پڑھنے والے قم میں جا کر ایک دو سال کے بعد عبا پہن کر آ کر لوگوں کو اپنے گرد جمع کرنے کیلئے حیلہ بہانہ بنا کر سنیوں سے ممبر چھین کر شیعہ بے دینوں کو دیتے ہیں نیز انکے گھروں کی طرف جلوس لے جاتے ہیں اس کے لئے یہ آرٹس میں فیل ہونے والے پیش پیش ہوتے ہیں۔

۱۱۔ مسجد و مدرسہ مغرب والوں کیلئے اسلام کے خلاف محاذ مورچہ بن گئے ہیں "مسجد اور مدرسہ اب اسلام کی سربلندی کیلئے نہیں رہے اب تو یہاں علماء اور تجار اس کے ٹھیکیدار

بنے ہیں۔ ہمارے نجف کے ایک دوست جن کی صلاحیت اہلیت دیانتداری عقلمندی کے ہم معترف ہیں جناب آقای صلاح الدین کو شارجہ میں ایک مسجد ملی تو ہم سے کہا ہم یہاں ایک مدرسہ بنائیں گے۔ ہم نے کہا یہاں لوگ مدرسہ بنانے پر سوال پر سوالات کرتے ہیں آپ پہلے اس کا جواب بنائیں پھر مدرسہ بنائیں تو انہوں نے کہا ہم دوسروں سے مختلف مدرسہ بنائیں گے لیکن مختلف کی نوعیت ان کے پاس نہیں تھی' انہوں نے ہم سے کہا یہ مدرسہ دوسروں سے مختلف ہونے کے لئے آپ تجاویز دیں تو ہم نے مختلف رکھنے کی صورت یوں پیش کی اس میں درس قرآن ہوگا درس حدیث تاریخ اسلام عقائد مرکز تحقیقات ہونے چاہیں تو انہوں نے سب منظور فرمایا ان کو منظور کرنے میں چنداں زحمت نہیں ہوئی کیونکہ ان کو اس پر عمل کرنا نہیں تھا۔ اب یہاں سے فارغ ہونے والے خالص قرمطی نکلے ہیں مجلّہ طلوع اسلام پرویزی ان کے لئے پسندیدہ ہے جو قادیانیوں کا ہے۔ میری کتابیں ان کے نزدیک کتب ضالہ ہیں۔ مدرسہ مکمل ہوگیا ہم نے کہا اب وقت وفاءِ عہد ہے وفا کرو کہا اتنی جلدی ممکن نہیں دس پندرہ سال ہوگئے ہیں ابھی تک وہ وقت نہیں آیا۔

۱۲۔ ہماری دو بیٹیاں جامعہ زہرا کیسانیہ کی فارغ تحصیل ہیں۔ ہماری چھوٹی بیٹی نے فلسفہ میں ماسٹر کیا ہے بڑا بیٹا قم میں سطحیات ختم ہونے کے بعد یہاں بیس سال رہ کر دوبارہ گئے ہوئے ہیں۔ دو داماد ہیں ان میں سے محمد سعید پچیس سال وہاں سطحیات سے فارغ ہوکر خارجیات پڑھ رہے ہیں وہاں اور یہاں ان کو ورغلانے والوں کی نظر میں فاضل' ہیں علی عباس کو اوامر اور نواہی شرعی نہیں آتا ہے وہ سید اور ذاکر بننے کے بعد تمام منکرات کے مباح ہوجانے کا

نظریہ رکھتے ہیں۔گویا یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں شیعہ اثناعشری ہیں بلکہ مذہب اباحیہ سے تعلق رکھتے ہیں بیعت امام کے بعد ہر چیز مباح ہو جاتی ہے۔آغائے سید نثار قم سے یہاں بت خانہ میں جھوٹ بولنے کیلئے محرم ہو کر آتے ہیں۔

ان سب کو اسلام کے کسی اصول کو بنیاد سے اٹھا کر تحلیل کرنا آتا ہے نہ ابواب فقہ میں سے کسی باب یا مسئلہ پر قرآن اور سنت اور مزاج شریعت کے ساتھ روشنی ڈال سکتے ہیں۔اگر استطاعت رکھتے ہیں تو ان میں سے کوئی عنوان انتخاب کریں لیکن مجھے یقین ہے نہیں کرسکیں گے وہ صرف اپنی اردو میں مغرور ہیں وہ ترجمہ کرسکیں گے چہ جائیکہ ضامن علی طٰہٰ قرمطی جو سمجھنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے ہیں۔ ان سب نے اسلام کے اصول وفروع کے بجائے زندگی میں عیاشی کسی سرمایہ دار کسی سیاستدان پر زیادہ عبور حاصل کیا ہے۔پیسہ ہی سب کچھ ہے اس کے حصول کے لئے جتنی بھی پرانی مساجد گرائی جائیں کوئی اشکال نہیں ہے اس پر غور وفکر کرنا ان کو آتا ہے چنانچہ ان دونوں نے مسجد ضرار کے نام سے ناجائز چندہ لے کر اپنا کمیشن بنایا ہے۔چنانچہ ضامن علی اور طٰہٰ نے لوگوں کو بھی لوٹ لیا ہے البتہ مساجد ضرار کی انتظامیہ ان دونوں کو ماہانہ کتنا کمیشن دے رہی ہے بعد میں معلوم ہوگا سعید نے تو مجھے روکنے کا کمیشن لیا ہے۔

۱۳۔ مدارس با اصطلاح دینی جہاں پاکستان کا متمدن ترین شہر کراچی ہو یا لاہور اسلام آباد یا پسماندہ ترین علاقہ بلتستان شگر چھورکاہ کا محلّہ منافقین اہل فسق وفجور جاہل ونادان یا شیخ ضامن علی جیسے سامری صفت حسود کے جوار میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوگا۔

۱۴۔ اس لئے ان مدارس سے دین کیلئے خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلنا ہے بلکہ اس سے غلط

نتائج ہی نکلیں گے۔ یہاں سے فارغ طلبہ تنگ نظر معاشرے میں فساد پھیلانے والے، عام معمول کی باتوں میں غصہ میں آنے والے، یہاں تک بعض اہل تشویش کے نزدیک دہشت گرد نکلتے ہیں لہٰذا روزنامہ دنیا میں آیا ہے کہ صوبہ سندھ میں سینکڑوں مدارس دینی کی تحقیقات کرنے کے بعد حکومت نے تالہ لگایا۔اس وقت حکومت مسلح افواج علماء سیاستدان کالم نگار سب مدارس کا کلمہ سن کر نفرت کرتے ہیں بلکہ اس سے الرجک ہیں۔ یہاں تک انہوں نے ان کو مرکز فساد وفرقہ واریت بلکہ مراکز شدت پسندی قرار دے کر بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے ملک میں چند گروہ ملک میں جاری صورت حال کے بارے میں سرسری سطحی اظہار خیال کرتے ہیں لیکن مسلح افواج جو بھی اظہار کرتے ہیں وہ مدلل محکم متقن خبر ہوتی ہے انہیں بھی ان مدارس سے تشویش لاحق ہے یہاں سوال یہ پیش آتا ہے آخر کیوں ان مدارس سے ایسی نفرت پیدا ہوئی ہے اس کی کیا وجوہات ہیں۔ وجہ معلوم یہ ہوتی ہے ان مدارس میں کہیں بھی اسلامی عقائد تاریخ اسلام شریعت اسلامی کی بالادستی نہیں نہ یہاں سے فارغ ہونے والوں کو خود شریعت آتی ہے بلکہ شریعت اسلام کے نام سے چڑ ہے ان مدارس کے قیام کا مقصد صرف ہاتھی پرورش کرنا ہے جس کے دو دانت ہوتے ہیں۔ اسی طرح فرقوں کے اساتید وطلاب کے بھی دو دانت ہوتے ہیں۔ دکھانے کے دانت اور کھانے کے دانت کیونکہ وہ مسلمان ملک میں رہتا ہے لہٰذا اسلام کو کبھی کبھی اٹھانا پڑتا ہے لیکن تمام خورد ونوش وہ آج کل کے عیاش دور میں کہاں سے پورا کریں گے، وہ لوگ پورا کرتے ہیں جو فرقہ کو اٹھاتے ہیں۔ یعنی ان کا سلسلہ الحاد، کفر، زندیقہ پھیلانے والے گمنام وبدنام افراد کو جاتا ہے اس کی تفصیلات انشاء اللہ ہماری اگلی کتاب موسوعہ فرقہ میں ملاحظہ کریں گے۔ وہ اپنی

تاریخ سے بھی واقف نہیں ہیں لہٰذا قرآن اور سنت تو ان فرقوں کیلئے دیمک یا جدید اصطلاح کے تحت ڈینگی وائرس جیسا ہے۔ یہاں جو پڑھایا جاتا ہے صرف اور نحو منطق اصول فقہ ہوتا ہے حتیٰ وہ اپنے فرقہ کی اصل تاریخ بھی نہیں پڑھا سکتے ہیں ان کو خطرہ رہتا ہے طلبہ اشکال اعتراض نہ اٹھائیں لہٰذا صرف ونحو کے بعد اضافی درس یہ ہوتا ہے، عزت کیسے حاصل کرنا ہے پیسے کیسے بنانا ہے دوسرے فرقے کے بارے میں نفرت کیسے پیدا کرنا ہے یہ ان کے خارج از نصاب درس ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں پڑھنے والے یہاں سے نکلنے والے طلبہ چھٹی انگلی کی مانند ہوتے ہیں اور جب باہر نکلتے ہیں تو اپنے آپ کو ذاکر حسین کہلواتے ہیں یہ بھی ان مدارس کے نصاب میں نہیں ہوتا ہے۔

بطور مثال جامع المنتظر کی عمر پچھتر سال ہوگی یہاں سے فارغ التحصیل گلفام ہاشمی، غضنفر تونسوی، عقیل غروی کیسٹیں سی ڈی سن کر مجلس پڑھتے ہیں سباب ودشناموں کی کیسٹیں یاد کرکے پڑھتے ہیں۔ لیکن تعجب ہے ارباب حکومت کو مدارس میں تشدد سکھانے کا خدشہ نظر آتا ہے جو بغیر لاوڈ سپیکر کے ہوتا ہے ان کو کھلے عام لاوڈ سپیکر لگا کر فرقہ وایت پھیلانا نظر نہیں آتا ہے۔

لہٰذا ایسے مدارس کے بانیان اپنے مدرسہ کا نصاب بیان کرنے سے قاصر رہتے ہیں یہاں والوں کو غناصی کرنا پڑتی ہے، مبہم جملات وکلمات استعمال کرنا پڑتے ہیں۔ جب میں نے ان مدارس کے بانیان سے سوال کیا کہ کیوں آپ نصاب میں قرآن نہیں رکھتے تو جواب دیتے تھے ہم یہاں قرآن سمجھنے والے علوم سکھاتے ہیں۔ چنانچہ آغائے جواد نقوی حفظہ اللہ کو پاکستان میں نظام ولایت فقیہ کا خواب تو نظر آتا ہے لیکن پندرہ فیصد والے ۸۵ فیصد پر کیسے نافذ کریں

گے اس کی تحلیل پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں لہٰذا آپ غناصی کرتے ہیں اجمال گوئی ابہام گوئی سے ٹالتے ہیں۔ قائدین مخلصین کی یہ سنت رہی وہ اپنے عوام کے سامنے صداقت گوئی صراحت گوئی کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی ایک عرصے سے انہیں ابہام گو، مشکوک ومخدوش نعرہ لگانے والے ہی ملے ہیں، ہم عدالت چاہتے ہیں ہم انقلاب چاہتے ہیں ہم نیا پاکستان روشن پاکستان بنائینگے۔ قادری نے ایک مہینہ لگاتار اسلام آباد شاہراہ دستور پر انقلاب انقلاب کا نعرہ لگایا لیکن واضح نہیں کیا یہ انقلاب فرانس ہے، انقلاب روس ہے، انقلاب صدام ہے یا زندان میں جانے والے مہدی محمد علی باب کے انقلاب کا نعرہ لگایا ہے؟ کیونکہ ان قائدین کے ہاں الفاظ کا بحران ہے۔ فرقوں کے بھی دو دانت ہوتے ہیں کھانے کے اور دیکھانے کے اور

۔

مدارس دینی سے متعلق حکومت اور روشن خیالوں کی تشویش کا ایک ہی حل ہے:

کسی مسئلہ کا حل جب تک اس کی عمق و گہرائی تک نہ جائیں ملنا مشکل بلکہ ناممکن ہے ۔جس طرح مریض کو نشہ آور دوا دے کر ٹالنا درست نہیں اس طرح اجتماعی سیاسی مسائل کا حل بھی وقتی یا اتفاقیہ سے کرنا درست نہیں ہے۔ سب سے پہلا کام یہ ہے ان مدارس کا نصاب کیا ہے کیا یہ دین ہے یا فرقہ ہے۔ حقیقت اور واقعیت میں ان مدارس کا نصاب فرقہ بندی ہوتا ہے۔ ایسے مدارس ہی فرقہ واریت پھیلاتے ہیں ایسے مدارس پر لوگوں کو اعتراض ہے لہٰذا ماننا پڑے گا یہ مدارس دینی نہیں بلکہ مدارس فرقہ ہیں۔

۲۔ یہ ملک مسلمانوں کا ملک ہے ۹۸ فیصد مسلمان ہیں ان کا دین اسلام ہے لہٰذا یہاں مدارس دینی اور غیر دینی کا تصور ہی غلط ہے لہٰذا تمام درسگاہوں میں ابتداء سے لے کر آخر تک ایک نصاب دین ہونا چاہیے۔

۱۔اللہ کی وحدانیت پر ایمان۔

۲۔تمام انبیاء برحق ہیں اور حضرت محمدؐ کی نبوت ورسالت خاتم ہے۔

۳۔ایمان با آخرت

۴۔تاریخ اسلام

۵۔شریعت اسلام کے ابواب پر مشتمل ہونا چاہیے۔

۱۶۔ مدرسہ دینی بدنام ناکام ہونے کی مثال مدرسہ بعثت آقائے مظہر کاظمی، عروۃ الوثقی آغائے جواد نقوی، جامعہ کوثر ہیں جواب درسگاہ دینی سے نکل کر کثیر المقاصد عمارات بن گئی ہیں۔ یہاں میلہ نمائش گاہ پرچم کڑے ہاتھ میں باندھنے والے سیاہ دھاگے ملتے ہیں غزلیات کو قصائد مدائح کے نام پیش کرنے کی آماجگاہ ہوگئی ہے یہاں خرافات کی تربیت کیلئے میلہ لگتا ہے۔یہاں بین الاقوامی حالات اور دگرگونیات کے بارے میں بیانات صادر کرنے کیلئے پریس کلب بن گئے ہیں۔

۱۷۔ ان مدارس کی افادیت صفر ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ وزیر اطلاعات پاکستان پرویز رشید نے ان مدارس میں پڑھنے والوں کو فطرہ خور، کھال خور کہنے کے بعد کہا یہاں سے نکلنے والے جاہل نکلتے ہیں تو مدارس والوں کو ان کو رد کرنے کی کوئی منطق نہیں بنی تو یہ کہنے

لگے انہوں نے علماء کو جاہل کہا ہے شور شرابہ کیا۔ اس میں کیا قباحت تھی کہ یہ لوگ جاہل اسلام ہیں چونکہ ان مدارس میں نصاب اسلام نہیں بلکہ نصاب فرقہ ہے اب ملک کے نیچے درجہ کا وزیر بھی ان مدارس کے ملاعن وناقد بنے تو کیا رہ گیا ہے۔ اگر ان مدارس میں اسلام پڑھایا جاتا تو یہاں سے فارغ ہونے والا عوام کو اسلام کے اصول سیاست، اقتصاد، اجتماعیات، کفر وشرک کے درمیان تقابل بتاتے ور آج ان کا یہ حشر نہیں ہوتا کہ کبھی سیکولر راج اور کبھی لبرل راج سب کو اخبار سودا سنائیں۔ اگر یہ مدارس این جی اوز کے صدقات نہیں لیتے تو کیوں مغرب والوں کا نمائندہ یہاں آتا ہے۔

۱۸۔ اس وقت دین سے منسوب تمام مدرسے کے بانیوں کا چہرہ خود تشویش آور ہے کیونکہ ان مدارس کی بنیاد رکھنے سے لیکر ماہانہ اخراجات تک کی کفالت این جی اوز کرتے ہیں۔ سنا ہے جامع مسجد سکردو حسین آباد جماعت خانہ شگر خاص چھورکاہ سگلدو علی آباد حتیٰ جامعہ زہراء کیسانیہ سکردو ہو یا عروۃ الوثقیٰ یا جامعہ کوثر اسلام آباد کے اساتید اور شہریہ کیلئے وہاں عمر گذارے والوں کے لئے بعض جگہوں سے آنے والی رقوم حکومتی رجسٹریشن کے حکم کے بعد بند ہوگئی ہیں۔ سب این جی اوز ہی دیتے تھے۔ یعنی تاسیس مدارس کی خبر خبر شنیع اور سودا ہے۔ اسلام سے خالی عمارات کی تعمیر خبر شنیع ہے۔ سابقہ زمانوں میں ان عمارتوں کے قیام کا مقصد دین ہوتا تھا جہاں صاحب سرمایہ اور غریب دونوں شریک ہوتے تھے۔ جب سے علماء کو پتہ چلا ہے مدرسہ کیلئے بہت سی آمدنیات ہیں تو ہر اہل و نااہل دونوں نے بنانا شروع کیا، چنانچہ میرے منع کرنے کے باوجود ضامن علی اور طٰہ دونوں نے کرایے پر مزدور لگا کر عمارت کھڑی کر کے اپنا مقصد حاصل کیا،

سعید نے تیسرے نمبر پر یہ کام کیا ہے۔ سعید کے مدرسہ کے بارے میں شکوک زیادہ ہیں اس کو معلوم ہے کہ میں مدرسوں کا کس حد تک مخالف ہوں وہ میری مخالفت میں معمولی کام نہیں کرتے جب تک وہ مجبور نا ہو جائیں۔ یہاں اسلام کی جگہ فرقہ گرائی سیکھانے کے علاوہ اور بھی برے عزائم کے حامل ہوتے ہیں چنانچہ طٰہٰ نے دینی مدارس کے نام عمارت بنانے کے بعد اسے آغا خانیوں کے حوالے کیا ضامن نے بھی اپنے سالے کے حوالے کیا اب سعید بھی شاید اپنے بھائی محمد اور ان کی زوجہ کے حوالے کریں گے تا کہ مفاد پرستی کا درس و تربیت دیں۔

۱۹۔ ان مدارس سے قم میں موجود علماء بھی مطمئن نہیں ہیں لہٰذا ان کے فرزندان اس لین سے نفرت کرتے ہیں چنانچہ ہمارے عمر بھر کے دوست مرحوم آغائے سید محمد افقہی کے دونوں فرزند پہلے دن سے اس لین سے نفرت رکھتے ہیں ان کا خیال تھا اس سے بہتر ہے ہم کرکٹ ٹیم کا شعبہ انتخاب کریں۔ جب انہوں نے قم چھوڑا تو انھوں نے کرکٹ کی بجائے کاروبار کرنا بہتر سمجھا اور اب وہ اس میں مستغرق ہو گئے ہیں۔ یہاں تک وہ اپنے بہنویوں کو بھی اس لین میں دیکھنا برداشت نہیں کرتے انہوں نے اپنے بہنویوں کو بھی جو اس لین میں تھے نکال کر کاروباری بنایا ہے۔ اب یہ امید بھی ختم ہو گئی کہ ایرانی مدارس میں پڑھنے والے بچے دیندار ہوتے ہیں، وہ دیندار نہیں بلکہ عیاش ہوتے ہیں۔

۲۰۔ جب میرے بھتیجے سید محمد سعید اور باقر مجھے اپنے اہداف عالیہ اسلامیہ سے روکنے میں ناکام ہوئے تو ان کو کھلانے والوں نے ان دونوں اور ان کی بیویوں کو مجھ سے ہر قسم کے تعاون سے روکا ہے اس کے باوجود میں نے ۲۰ سے زائد کتابیں نشر کی ہیں تو انہوں نے ان

دونوں پر غصہ کیا باقر کو پرندہ فروش اور فرنیچر فروش بنایا جبکہ سید محمد سعید کو بلتستان میں اپنے گاوں میں ایک مدرسہ بنانے کے کام میں مصروف کیا ہے۔ میں نے اس کو خبر سوداس لئے نہیں کہا کہ یہ میرے مفاد کے خلاف تھے یا میرے بھتیجے کو عزت ملنا مجھے گوارا نہیں بلکہ نام نہاد علوم دینی اپنے نا کارہ غیر مرغوب فیہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ علماء نے مدارس دین سے نفرت کی وجہ سے اب مدرسہ کی بجائے جامعہ نام رکھنا شروع کیا اور لفظ دین کو بھی ہٹایا ہے۔ جس کی مثال اعلی درسگاہ مروجہ بنانے اور طلباء کو فلسفہ پڑھا کر ملحد بنانے والوں میں سے ایک جناب مظہر کاظمی ہیں' آپ نے دینی درسگاہ اس لئے نہیں بنائی کیونکہ وہ اہمیت کھو چکے ہیں بلکہ وہ بھی جھنگ میں موجود دیگر بنام مدرسہ قبرستانوں جیسا ہوتا تھا آپ اعلیٰ پیانہ کی مروجہ درسگاہیں قائم نہیں کرسکتے تھے کیونکہ اس کیلئے مستند ڈگری چاہیے' جو کہ آپ کے پاس نہیں تھی۔ لہٰذا آپ نے آغائے سراج الموسوی ،آغائے نجفی آغائے راجہ ناصر کے جامعہ علمیہ کی تاسی اور ابھی حال ہی میں بننے والے عروۃ الوثقی جیسا جامعہ قائم کیا تاکہ مروجہ علوم میں فیل ہونے والوں کیلئے ہوسٹل بنائیں۔ اب این جی اوز سے پیسہ لینے والوں کو جگہ نہیں مل رہی ہے کہاں استعمال کریں جس طرح وزارت خانوں میں آخر سال بچے پیسہ کو خرچ کرنے کی جگہ نہیں ملتی ہے۔

۲۱۔ یہ مدرسہ این جی اوز بنارہے ہیں۔

۲۲۔ مغرب اور روس میں معاہدہ ہوا اب مغرب اور مشرق کے درمیان جنگ لڑنے کے بجائے دونوں متحد ہو کر اسلام سے لڑیں انہوں نے جنگ خونی کو جنگ فکری میں تبدیل کرنے کیلئے جو بجٹ بنایا اس بجٹ کو یہاں مسلمانوں میں خرچ کرنا تھا' اس کے لئے مختلف مدیں

بنائیں۔

☆۔ چھوٹی سے بڑی سطح کی تنظیمیں بنائیں احزاب الحادی قوم پرستی سیکولر مذہبی جماعتیں بنائیں جو وقتاً فوقتاً ملک میں ہنگامہ آرائی کریں توڑ پھوڑ کریں۔

☆۔ مساجد کے مقابل مساجد اور امام بارگاہیں بنائیں۔

☆۔ مدارس دینی کی بلند وبالا عمارتیں اندر خرافات سیکھانے اور باہر یونیورسٹی کا بورڈ لگا کر چلنے والی درسگاہیں بنائیں۔

اس کے لئے انہوں نے یہاں صنعت وتجارت حکمران ایجنسیوں اور مراجع کے وکیلوں کو انتخاب کیا چنانچہ اس پچاس سال میں تجارت کے میدان میں اتر آئے مساجد و مدارس کے جال بچھائے، لاہور میں ایک مدرسہ پورے پاکستان کے لئے ضروری تھا لوگ اسے اپنی استعداد استطاعت سے چلاتے تھے، لیکن جب سے یہ ٹھیکیداری یہاں کے تاجروں کو ملی ہر جگہ مدرسہ بنایا بلکہ اس مدرسہ کے اساتید کو اٹھا کر پرنسپل بنایا جب ان کو وہ پسند نہیں آئے تو متعہ والی عورت کی طرح بغیر نان ونفقہ وعدہ کان پکڑ کر باہر نکالا اور اس کو لڑکیوں کا مدرسہ بنایا اب وہ بیچارہ کہاں ہے پتہ نہیں۔ مرحوم صفدر کو اٹھا کر شہر بہ شہر لے گئے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں۔ ڈیفنس میں جامعہ علمیہ بنایا مگر اسلام نہیں تھا بلکہ مروجہ علوم کے طلبہ کا ہوسٹل بنایا یہاں کے استاد آغائے فیاض نے اپنے مدرسہ کے بارے میں کہا فارغ الحال یعنی اسلام کے بارے میں ہم یہاں طلباء کے دل ہر چیز سے خالی صاف کر کے فارغ کرتے ہیں۔

۲۳۔ ان مدارس وحوزات کے فارغ التحصیل کو جاہل از اسلام کہیں تو زیادہ غلط بھی

نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کی اہانت اور جسارت کے زمرہ میں آکر توہین علماء میں آئے گا کیونکہ اہل انصاف خود اعتراف کرتے ہیں اگر کسی انجینیر سے آپ کسی مرض کے علاج کے بارے میں پوچھیں گے یا کسی طبیب سے کسی نئی آبادی بنانے کے بارے نقشہ بنانے کا مشورہ لیں گے تو وہ کہے گا میں اس سلسلہ میں ان پڑھ ہوں نہیں جانتا ہوں بلکہ ان علماء نے اپنے مدارس وحوزات میں اسلام کو پڑھا ہی نہیں ہے تو اگر وزیر اطلاعات یہ کہیں آپ نے ہمارا فطرہ اور کھال لے کر ہمیں جاہلوں کی کھیپ دی ہے تو وہ کونسی غلطی ہوگا ان کو اسلام تو در کنار انہیں مادر علوم یعنی علم لغت بھی نہیں آتا جس کا آغاز تمام شعبہ جات علوم کے لئے ضروری ہے۔ میں نے ان میں سے بعض سے بار بار استعمال ہونے والا کلمہ عترت کی اصل پوچھی تو نہیں بتا سکے اور کسی سے البینۃ علی المدعی کا پوچھا تو کہا گواہ کو کہتے ہیں۔

۲۴۔ این جی اوز کا مدرسہ مسجد بنانا مسلمانوں کے لئے خبر سودا ہے کیونکہ قرآن اور سنت محمد میں دنیا کفر کو یہ بنانے کی اجازت نہیں ہے ﴿ما كانَ لِلْمُشْرِكينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَساجِدَ اللَّهِ شاهِدينَ عَلى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولئِكَ حَبِطَتْ أَعْمالُهُمْ وَ فِي النَّارِ هُمْ خالِدُونَ﴾ (توبہ۔۱۷) ضال وگمراہ لوگوں سے مدد لینے سے منع کیا ہے ﴿ما أَشْهَدْتُهُمْ خَلْقَ السَّماواتِ وَ الْأَرْضِ وَ لا خَلْقَ أَنْفُسِهِمْ وَ ما كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُداً﴾ (کہف۔۵۱) لینے سے منع کیا ہے لیکن یہ این جی اوز بنا رہے ہیں محمد سعید نے جس مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا ہے یہ سنت و سیرت عام مولویوں اخوندوں کی ہے یعنی ہر عالم کی اپنی مستقل مسجد ہونا چاہیے مستقل مدرسہ ہونا چاہیے۔ شیعوں میں ہر کھڑ پنچ کا اپنا ایک ماتمسرا ہونا چاہیے وغیرہ کی سیرت ہے۔ ایسے مساجد و

مدارس قائم کرنے والوں کو قرآن نے مسرفین کہا ہے دور نہ جائیں علی آباد میں مسرفین کی کمی نہیں تھی۔ یہ مدرسہ اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی اس لئے انہوں اسے صیغہ راز میں رکھا ہے ابھی تک معلوم نہیں ہوا ہے آپ کتنے خوش تھے علی آباد والوں کو اس موقع پر کتنا نفاق خرچ کرنا پڑا تھا۔

۴۵۔ سعید نے جس مدرسہ کی سنگ بنیاد رکھی ہے اس کی بنیاد ابو عامر کی مدینہ میں ، مسجد ضرار سکردو، جامع مسجد شگر، جماعت خانہ چھورکاہ، جامع مسجد سگلدہ اور علی آباد میں امام مسجد ضرار کی بنائی گئی مساجد سے ملی ہوئی ہے۔ ان سب کا سرا این جی اوز کو جاتا ہے اور ان کے مدرسہ کا سرا این جی اوز شبیر کو جاتا ہے لیکن اس کی کیا دلیل ہے محمد سعید نے بھی این جی او سے پیسہ لیا ہے اس کے دو احتمال ہیں کیونکہ محمد سعید کا دو این جی اوز سے تعلق ہے ایک کا نام دانش ہے جنہوں نے کراچی ہنگو سکردو میں زمین خریدی ہے جو مختلف منصوبوں کیلئے ہے دوسرا این جی اوز شبیر کوثری ہے شبیر کوثری رہن سہن مراسم ثقافت پاکستان میں اس جماعت سے ہیں' جو پاکستان میں ابھی تک نیم شکل حکومت انگریز باقی رکھا ہے۔ ان کی تمام بود و باش انگریزی ہے تقریبات میں چھوٹے بڑے اپنے آپ کو دیندار دیکھانے والے بھی ٹائی پہن کر آتے ہیں۔ معمولی سے معمولی حتیٰ نام نہاد دینی تقریبات کے اشتہارات دعوت نامہ انگریزی میں ہوتا ہے' یہاں تک ان کی دکان گھر کے محافظ ماسی بھی تقریبات کا کارڈ انگریزی میں دیتے ہیں۔ ان کے نام نہاد حجۃ الاسلام آیت اللہ کا لقب لے کر حوزات سے واپس آنے والے بھی اٹھتے بیٹھتے سوری تھینک یو غرض بہت کم نادر مواقع ہونگے کہ ان کے منہ سے اردو نکلتی ہو۔

ان کی تمام سرگرمیوں کا رخ مفاد انگریز ہوتا ہے۔ یہ دوغلی شہریت کے حامل ہیں جو

اسلام کو مسخ کرنے اور مسلمانوں کو ذلیل دیکھانے کیلئے ہمیشہ مغرب پرست ذکی باقری کو مغرب سے لاتے ہیں۔ اسلام اصلی سے دور رکھنے کیلئے صوفی ازم پھیلانے شیعہ سنی نفرت کو پھیلانے کے ماسٹر ہیں عقیل غروی اور ایسے ہی الٹے خطباء کو اٹھاتے ہیں۔ انہوں نے گذشتہ سالوں میں یہاں مجتہدین کا چینل چلایا ہے جس میں مجتہدین کی کہانیاں، ایام عزاء میں بائیبل کا موضوع رکھا اور اس قسم کی دوسری خرافات نشر کی ہیں۔

اپنے آپ کو اثنا عشری متعارف کرا کے معاشرے کے اندر رکھ کر لوگوں کو مختلف طور طریقہ سے معاونت مال دکھ سکھ میں شرکت کرتے ہیں۔ ان کے سکولوں میں بچوں کو آغا خانی عقائد کی تعلیمات کے علاوہ علماء کے گھروں میں اپنے نوجوانوں کو حلیہ ایمانی میں بھیجتے ہیں اور مولویوں کی سرگرمیوں کی معلومات اپنی جماعت کو پہنچاتے ہیں اگر ہو سکے تو ان کی اولادوں کو منحرف کرتے ہیں گھر میں نفاق پھیلاتے ہیں۔ اگر مولویوں کے گھر کے مسائل میں رہ جائیں تو کہتے ہیں اسلام سے ہمیں چڑ ہے اسے نہ اٹھائیں چنانچہ ہمارے گھر میں آنے والے شبیر کوثری چندین سال میرے نظریات نقل و حرکت تصنیفات جملات کو بغور نظر رکھے ہوئے تھے۔ جب ہم ان کے جال میں نہیں پھنسنے تو اس نے باقر اور سعید کو غلاظت صدقات این جی اوز کھانے کا عادی بنایا اور ان کے دلوں میں گھر کے دوسرے جماعت کے بارے میں عداوت و نفرت پھیلائی میرا گھر خاص کر میرا ادارہ مفلوج بلکہ ختم ہو گیا۔ میں اپنے اوپر ہونے والے ایک اعتراض کی وضاحت کرتا ہوں جہاں کوئی کہہ سکتا ہے آپ نے سختی کی ہو گی تو ایسا ہوا وغیرہ۔ میں اس حوالے دو مثال پیش کرتا ہوں ایک بچہ جو غلاظت کھاتا ہے مٹی کھاتا ہے تو کیا اسے روکنا چاہیے یا نہیں۔

پچھلے سال نواز شریف کے آغاز دور حکومت میں پاکستان کے خزانے میں اچانک ڈیڑھ ارب ڈالر کی پاکستان کے خزانے میں آمد دیکھی تو ملک میں غوغا برپا ہوا کہ یہ رقم کس نے دی ہے کہیں ملک کی قیمت تو نہیں لگادی گئی ہے غرض ہزار قسم کی تشویش پائی گئی۔ اس حوالے سے کیا میں اپنی اولادوں پر تشویش نہیں کرسکتا؟ کیا میں ان کی جیب میں موجود رقموں کے ان کے کھانے پینے لباس کے تنوعات اخراجات کے بارے میں استبصار سوال نہیں کرسکتا ہوں کہ یہ کہاں سے آیا ہے کس نے دی ہے۔ لیکن یہ رقم سعید نے شبیر کوثری سے لی ہے اس کی دلیل یہ ہے سعید اور میرے درمیان اختلافات اس بات پر ہیں کہ وہ شبیر سے پیسہ لے کر ہم سے مخالفت پر اتر آئے ہیں اگر وہ رقم شبیر کوثری سے نہیں لیتے ہیں تو مجھ سے چھپانے کی کوئی وجہ نہیں بنتی ہے حتیٰ مدرسہ بنانے کے پروگرام کے بارے میں مجھے نہیں بتایا ہے' حالانکہ وہ یہاں گھر میں دس دن رہ کر گئے تھے کبھی آپ نے بتایا شبیر کوثری نے بنایا ہے کبھی آپ نے کہا این جی اوز نے بنایا ہے کیا یہ تضاد گوئی نہیں ہے۔

یہ شبیر کوثری بنارہے ہیں شبیر کوثری نے بلتستان میں کتنی جگہ مدرسہ بنایا ہے مجھے تفصیل معلوم نہیں ہے مجھے صرف ایک مدرسہ کا علم ہے جو علاقہ برار دو میں مسیحیوں کے سکول کے مقابلے میں بنایا ہے۔ یہاں یہ مدرسہ اسلام کی سربلندی اسلام سکھانے کے خاطر نہیں مسیحیوں کے سکول کے بارے میں مسلمانوں کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے مقاصد کے تحت یہ اسکول بے حرج قرار دینے کیلئے بنایا ہے۔ چنانچہ شبیر کوثری نے ایک دفعہ سعید کو بھی وہاں بھیجا اور کہا تھا اس کو دیکھ کر آنا لیکن اس نے مجھ سے چھپا کر رکھا تھا آغائے جعفری اور آغائے شیخ محسن نجفی نے بھی دیکھ کر

مسیحیوں کے اسکول کو بے حرج قرار دیا ہے آغائے جعفری اور نجفی کے دورے سے پتہ چلتا ہے کہ شبیر کوثری علماء بلتستان کے اندر کہاں تک نفوذ رکھتا ہے۔

لیکن شبیر کوثری نے یہ رقم این جی اوز سے لی اس کی دلیل یہ ہے کہ شبیر کوثری کی دواؤں کی دوکانیں ہیں حقیقت میں یہ دو دوکان نہیں بلکہ دو مارکیٹیں ہیں۔ان کا کاروبار بہت بڑے پیمانے پر ہے۔اس نے ایک دفعہ مجھے بتایا میں ایک سکول کھول رہا ہوں تو میں نے کہا کیوں کھول رہے ہو کیا ضرورت ہے تو اس نے کہا ضرورت تو کوئی نہیں پھر میں نے کہا کہ مفت کا پیسہ مل گیا ہو گا تو وہ چپ ہو گئے۔شبیر کوثری کے اندر دین وشریعت ہوتی تو وہ دکان پر حرام دوائیں نہ رکھتے۔ان کی خیرات بھی این جی اوز سے ہوتی ہے چنانچہ یہ لوگ رمضان میں اپنے ملازمین کو افطار دیتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ اس رقم سے آغا خان کے میکرو سے سامان خرید کر رسید لانا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے افطار اپنے خالص مال سے اللہ کی رضایت کی خاطر نہیں دیتا ہے این جی اوز کا دیا ہوا ہے۔ چنانچہ پاکستان میں اس وقت بہت سے علاقوں میں آٹے کی بوریاں تقسیم کرتے ہیں یا کھانے کے دستر خوان روڈ پر بچھاتے ہیں یہ سب این جی اوز کا کام ہے۔یہ اسلامی تعلیمات کے منافی ہے جہاں مسلمانوں کو ذلیل وخوار دکھاتے ہیں اگر یہ لوگ مخلص ہوتے تو مسلمین کی باعزت زندگی کے لیے سوچتے۔

ان کو آپ جہاں مدرسہ مسجد علماء کو پیسہ دیتے دیکھتے ہیں تو وہاں یہ کار حرام میں بھی دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔یہ لوگ اس ملک میں تمام برائیوں میں شریک ہوتے ہیں۔ ہر خبر کی تردید نہیں کر سکتے کہ آپ کہاں سے کہتے ہیں لیکن اس کے بھی قرائن وشواہد علائم ہوتے ہیں۔

خواجگان اور خوجہ کہیں اندھا دھند پیسہ خرچ نہیں کرتا وہ اپنے ملازمین کو رلاتے ہیں حتیٰ گھنٹہ کی تاخیر یا پہلے جانے کا حساب کرتے ہیں لیکن جہاں یہ اندھا دھند خرچ کرتے ہیں سمجھ لیں وہ پیسہ این جی اوز سے وصول کیا ہوا ہے ان کا پیسہ خرچ کرنے کا انداز ایسا ہی ہوتا ہے۔اس کے برعکس اپنے ذاتی کاروبار میں وہ پائی پائی کا حساب کرتے ہیں، ان کے ہاں اگر ان کا ملازم ضرورت کے تحت ایک گھنٹہ پہلے گیا یا ایک گھنٹہ دیر سے آیا تو اس کا پیسہ کاٹتے ہیں۔ ملک میں انگلش میڈیم کھول کر اٹھتے بیٹھتے انگریزی ٹھونسنے والی یہی جماعت ہے ملک میں اسکالر شپ تقسیم کرکے چھوٹی عمر سے ہی غلامِ انگریز بنانے والی یہی جماعت ہے۔ان کا مسیحوں سے گہرا رشتہ ہے ان کی تقریبات وہ مناتے ہیں۔ان کی ایک منصوبہ بندی علماء کو غلاظت کھلا کر تعیش کے وعدے دے کر ہر قسم کی فکر دین سے جام کرنا ہے۔ چنانچہ ان کے ہاتھ میں اب تک کتنے پھنسے ہیں مجھے مکمل پتہ نہیں تاہم چند افراد کا پتہ ہے عقیل موسیٰ، علامہ مجلسی، وصی حیدر، محمد باقر اور محمد سعید سر فہرست ہیں۔

جتنا میں جانتا ہوں بعض نے بلتستان میں مدرسہ بنائے ہیں لیکن وہ خود کہاں رہتے ہیں پتہ نہیں شاید سال میں ایک دفعہ دیکھنے آتے ہوں گے، باقی باقر اور سعید کو ان کی نصیحت یہ ہے کہ ہر قسم کی منکرات سے چشم پوشی کریں نظر انداز کریں اسلام کا نام ہی نہ لیں۔اپنے باپ کی کسی بھی بات کو نہ مانیں بغاوت کریں وہ کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔

ا۔ چنانچہ شبیر نے ہمارے بیٹے باقر کو پہلے ورغلا کر غلاظت کھلایا پھر ان کو تذلیل کرنے کیلئے کراچی کے مدارس میں نوکری کے لئے درخواست دے کر بھیجا۔اس کے بعد انہوں

نے میرے دار الثقافۃ الاسلامیہ کو پرندہ فروشی کی دکان بنایا اور بجلی کا استعمال کیا یہاں تک کہ میری برداشت سے باہر ہو گیا تو میں نے کچھ حصہ ہی دینے کیلئے کہا تو کہا پوچھ کر بتا دوں گا لیکن پھر کچھ نہیں دیا کیونکہ انہوں کو کہا تھا کہ کوئی بات نہ مانیں۔ اچھا کاروبار کرتے تھے سعید برابر کے شریک رہے اور ہمیشہ ان سے دفاع کرتے تھے۔ مجھے مصیبت میں رکھتے تھے کبھی بھی میری مصیبت کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے۔ وہ میری خاطر تواضع کیلئے قم سے لانے والے پنیر سوہان لے کر آئے گویا مجھے بھی غلاظت خور بنانے کے خواہش مند تھے۔

۲۔ قرآن سے دور ہی رہیں تو اچھا ہے اگر کوئی کام کر رہے ہیں تو فوراً چھوڑیں چنانچہ باقر اور سعید دونوں کو قرآن کی لغت کا ترجمہ کرنے سے روکا ہے۔ سعید نے قاموس قرآن کی تیسری جلد کا کام بھی فوراً روک دیا، اس طرح باقر کو بھی کام کرنے سے روکا۔

۳۔ جھوٹ بولنا سیکھایا ہے اب ان دونوں کو جھوٹ بولنے میں کوئی جھجک شرم و حیاء خوف اللہ نہیں آتا ہے اس میں تردد نہیں ہوتا ہے۔

۴۔ جھوٹے بولنے میں مشکل پیش آتی تو جھوٹے تقصیرات کے ہونے کا اعتراف کیا تا کہ نصیحت قبول کرنے والا ثابت کریں ہر قرآن میں آدم صفی اللہ کو جس شجرہ سے قریب ہونے سے منع کیا ہے یہ حضرات اس شجرہ کے نیچے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ شبیر این جی اوز کا ایک بڑا ٹھیکیدار ہے۔

کہتے ہیں آغا سعید کے مدرسہ کی بنیاد رکھنے پر شرف الدین سیخ پا اس لئے ہوئے ہیں کہ ان کی صلاحیت اور قابلیت اور لوگوں میں محبوبیت کو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے کیونکہ یہ عزت یہ

احترام خود ان کو نہیں ملا یا ان کی اولاد کو نہیں ملا ہے۔ان کی اس تفسیر اسرائیلی صیہونی کی تردید میرے سابقہ رویہ سے ہوتی ہے۔میں نے اس سے پہلے ضامن علی کے مدرسہ کے خلاف بولا تھا میں نے اس سے پہلے پورے پاکستان کے مدارس کے خلاف بولا تھا۔میں نے جامعہ بعثت و کوثر وعروۃ الوثقی کے خلاف لکھا تھا میں نے حوزات قم ونجف کے خلاف کتاب مدارس وحوزات پر نگارش لکھی تھی مجھے اگر سعید کو ترقی ہوتے دیکھ کر حسد ہو گیا ہے تو ان کو اپنے فرزندوں پر ترجیح نہیں دیتا اگر مجھے ان کی ترقی ہوتے دیکھ کر حسد ہوتا تو آج سے دس سال پہلے ان کے خلاف لکھتا آج تو وہ عرش سے فرش پر گر گئے ہیں ان کی عیاشی سب نے دیکھی جو لوگ ان سے استفادہ کر رہے ہیں وہ خاموش ہیں وہی لوگ ان سے لقمہ حلال چھین رہے ہیں۔

پیغامات سعید:

اس مدرسہ کی بنیاد رکھ کر سعید نے بہت سے اطراف وجوانب سے پیغامات بھیجے ہیں۔
سعید نے اس مدرسہ کی بنیاد اس لیے رکھی ہے تاکہ علی آباد اور اہالی چھور کاہ کو پیغام دیں کہ آپ لوگوں نے بغیر کسی تحقیق کے مجھے شرف الدین کا داماد سمجھ کر کنارے پر لگا کر محلّہ کی مسجد میں درس دینے سے منع کیا تھا۔مسجد ضرار میں خطاب سے بھی روک کر رکھا کیونکہ یہ شرف الدین کا بھتیجا اور داماد ہے۔انہوں نے اس مدرسہ کی بنیاد رکھ کر یہ پیغام دیا ہے کہ میں شرف الدین کے قرآن اور سنت پر مبنی استدلال کا حامی نہیں ہوں بلکہ میں ہر وہ کام کرنے کیلئے تیار ہوں جو شرف الدین نہیں چاہتے۔یہ مدرسہ اس کا ایک ثبوت ہوگا بلکہ اور بھی ثبوت پیش کرنے کیلئے تیار ہوں۔ہم

اپنے اجداد کی قبروں کو مزار بنانے کیلئے تیار ہیں اگر کوئی بانی مل جائے تو یہ بھی ممکن ہے۔ اگر میں اس مدرسہ کی تعمیر سے فارغ ہو جاؤں اور خود شبیر مجھے یہ کام دیں کیونکہ اس سے علاقہ والوں کو فائدہ ہو جائے گا جہاں اس مزار کیلئے زوار آئیں گے وہاں علی آباد کا نام قتل گاہ بنے گا۔ میں شرف الدین کی مخالف سمت میں ہوں بلکہ اس کی ضد میں ہوں۔ اگر اس میدان میں آپ لوگوں کا تعاون رہا تو میں اپنے سالے کو بھی یہاں لاؤں گا، الحمد اللہ میری اہلیہ اور سالے کی اہلیہ دونوں خواتین کو اچھی خاصی خرافات فرسودگیات بے ہودگیات کی تدریس کر سکتی ہیں۔ ہم خرافات فرسودگیات میں اہالی چھورکا کو ایک مثالی شہر بنائیں گے۔ اگر حاجی محمد حسین اور ان کے جانشین نے ۲۰ سال ووٹ لینے کے باوجود اس علاقے کی ترقی وتمدن تعلیم سہولیات زندگی کے پر توجہ نہیں دی اور ابھی تک یہ علاقہ بلتستان کے بلکہ خود شگر کے دیگر علاقوں کی نسبت پس ماندہ علاقہ ہے لیکن ہم آپ لوگوں کو نا امید و مایوس نہیں کریں گے فرسودگیات میں یہ شہر بلتستان کا مثالی شہر بنائیں گے۔

سید محمد سعید نے مجھے بھی یہ پیغام دیا ہے کہ آپ نے مکرر اصرار سے مجھے روکا کہ شبیر میرے ساتھ کھیل رہا ہے لیکن میں آپ کے کہنے میں نہیں آیا اور خاموشی سے صبر کرتا رہا آخر میں میں بھی آپ کا داماد ہوں آپ کے کس داماد نے آپکی فکر ونظریہ کا ساتھ دیا ہے؟ آج میں اس مدرسہ کی بنیاد رکھ کر آپ کو پیغام بھیجتا ہوں کہ میں آپ کا نہیں شبیر ہی کا ہوں۔ سعید نے خود شبیر کو بھی پیغام دیا ہے کہ آپ میرے بارے میں تر دد رکھتے ہیں احتیاط کرتے ہیں کہ شاید میں اندر سے شرف الدین کا حامی ہوں ایسا نہیں ہے بلکہ میں آپ ہی کا گرویدہ ہوں غلام ہوں اس لیے

شرف الدین کی مخالفت کے باوجود آپ کے ساتھ رہا ہوں اور آئندہ بھی رہوں گا۔
کوئی یہ نہ سمجھے کہ اب یہ مدرسہ نہیں بنے گا نہیں چلے گا ایسا نہیں اس دنیا میں معاون خیر سے زیادہ معاون شر ہیں، لشکر اسلام سے زیادہ لشکر کفر کا انبوہ بہت ہے۔ خریدار جنت سے زیادہ خریدان جہنم ہیں یہاں نا اہل اسلام سے نابلد و انجان والوں کے دارایتام آغا خان ہیں۔ یہ یہاں کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں کہ کون حق کے مقابل میں مزاحمت کے لئے کھڑا ہے چنانچہ طٰہٰ کو اور ضامن کو یہ فخر حاصل تھا کہ شرف الدین کے پیچھے کوئی نہیں تھا آج ہمارے پیچھے کتنے لوگ ہیں۔

دین سے روکنے کے بہت سے ہتھکنڈے ہوتے ہیں:

اس کا ذکر قرآن کی سورہ اعراف ۱۷ ﴿ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ أَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَائِلِهِمْ وَ لا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شاكِرِين﴾ میں آیا ہے جو کہ امام ضالین ابلیس لعین نے اپنے اعلان عمومی یا اشتہار میں کہا تھا' اس دور میں بھی فرقہ ظالمین کے جیالے کارندے بننے والوں نے میری مخالفت میں کوئی تہمت افتراء نہیں چھوڑا خاص کر کہ ان لوگوں نے جن کے سروں کے اوپر تاج ظلم و جنایت تھے، جنہوں نے یہ سب مذہب آغا خانیت کو ٹھونسنے کیلئے کیا تھا۔ اس کی ایک مثال میرے وارث فکری و کتب محمد باقر اور محمد سعید ہیں یہ دونوں میری کتابوں اور ادارے کے وارث تھے ان کو ہم نے پڑھایا دونوں کا ازدواج کیا اور دونوں صاحب اولاد کثیرہ ہوگئے۔ باقر صاحب کے دو فرزند ہیں دونوں سکول جاتے ہیں سعید صاحب کے چار فرزند ہیں بڑا فرزند اب کالج جانے والا ہے۔ لقمہ حرام کے لفافہ کے ساتھ القاء ہونے والی

تعلیمات نقش بر دل ہوگئی ہیں جن میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ اب بغاوت کریں مخالفت کریں ان سے نفرت کریں وہ کچھ نہیں کرسکتے ہیں خود دق سے مر جائیں گے۔ اگر کچھ بولیں گے شکایت کریں گے تو ہم پروپیگنڈا کریں گے۔

اب تو شرف الدین نے اپنے عزیز بیٹے بیٹیوں دامادوں کے بھی خلاف لکھنا شروع کیا ہے اس سے گھٹیا کام اور کیا ہوسکتا ہے چنانچہ انہی لوگوں نے پہلے کہا تھا اب تو شرف الدین نے علماء کے خلاف لکھنا شروع کیا ہے بعض علوم اسلامی سے ناآشنا لوگ مجھے محکوم کرنے کے لئے کوئی موقعہ محل ہتھکنڈا نہیں چھوڑتے جہاں انھیں موقع ملا ہر اُلٹی سیدھی بات کہتے ہیں۔ جب فقیہ غلات علامہ محمد حسین نے مجھے شیعہ سے خارج کرکے سنی میں داخل کیا اور مدیر سکول و کالج این جی اوز نے مجھے منافق قرار دے کر میری کتابوں کو خریدنا اور پڑھنا حرام قرار دیا۔ میں نے ان کا نام گرامی کا احترام رکھتے ہوئے اپنی کتاب موضوعات متنوعہ میں لکھا تو مثل عوام یہود علماء کی غلطیوں سے چشم پوش کرکے ان کی پوجا کرنے والے یہ کہنے لگے اب تو شرف الدین نے علماء کے خلاف لکھنا بولنا شروع کیا ہے جو قابل برداشت نہیں ہے ان علماء اور مجتہدین سے دفاع باطنیہ ہی سے وابستہ لوگ کررہے ہیں۔ یہ لوگ اس لیے ڈرتے ہیں کہ انہوں نے دین کو ان علماء مجتہدین تک ہی روک کر رکھا ہے تاکہ ان کی تمام خرافات و بدعات کو تحفظ ملے اگر ان سے آگے جائیں گے تو یہ قرآن اور سنت سے تصادم تعارض پائیں گے۔ بہتر ہے ان کی کتابیں نہ پڑھیں ان کو حدیث کی حجیت و سقم جاننے کے لئے وضع کردہ علم رجال کا علم نہیں ہے شاید بعض نے سنا ہی نہیں ہوگا کہ علماء شیعہ اور علماء اہل سنت نے اس باب میں کتابوں کے انبار لگائے ہیں۔

شیعہ علم رجال کی فہرست ملاحظہ کریں مما قانی نے ۶۰ جلد تنقیح المقال کے نام سے لکھی
ہے آیت اللہ خوئی نے ۲۳ جلد رجال الحدیث لکھی ہے، جزائری نے جامع رواۃ کی نام سے دو جلد
لکھی شیخ طوسی نے ایک جلد لکھی ہے۔ان کتابوں میں گمنام نادان جاہل فاسد مدعیان علم والے
علماؤں کا ذکر کیا ہے۔ان کا یہ عمل سب سے پہلے آیات قرآن اس کے بعد قول رسول عمل اصحاب
ائمہ سے ماخوذ ہے جو چند افراد کا نہیں بلکہ بعض بڑے پائے کے علماء نے عمداً ہزاروں احادیث
پیغمبر اکرمؐ سے منسوب کی ہیں لہذا شرف الدین اس میدان میں پہلا آدمی نہیں ہے۔میرے
خلاف آئندہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ میرے عزیز بیٹے بیٹیاں دامادوں میرے پر دروں کو میرے
خلاف ورغلایا ئیں گے۔اگر میں ان کی غلط نا جائز سر گرمیوں کے خلاف نہ لکھوں نہ بولوں تو یہ
لوگ ابھی سے بری ہو کر میرے مخالفین سے مل کر میرے خلاف بولیں گے۔یہاں تک میری
ذات کے علاوہ میرے ادارہ میری تصنیفات تالیفات کو کتب ضالہ قرار دیا جائے گا ضالہ تو قرار
دیا ہے ان سے مزید تائید کرائیں گے۔

اگر میں ان کے اپنے خلاف سلوک نا روا کو صفحہ قرطاس میں نہیں لاؤں گا تو یہ ظلم ہوگا
ضامن وطہ کی ظالمانہ حرکتوں کا ذکر کروں باقر وسعید اور نثار کا ذکر نہ کروں تو یہ کس مد میں آئے
گا؟ اگر میں اولاد کے مظالم سے دفاع نا کروں تو میرا ظلم برداشت کرنے والوں میں شمار نہیں ہو
گا؟ اس آیت کا مصداق نہیں ہوگا "ظالمی انفسھم" (نساء۔۹۷)۔ اگر میں سعید کے
مدرسہ کی مخالفت نہ کروں تو مسجد ضرار و مسجد جمعہ و مسجد ضرار طہ وضامن کے خلاف بولنے کا کیا جواز
بنتا ہے؟۔اگر میں دوسرے مدرسوں کو قبرستان کہوں اور ان کے مدرسہ کو جنت کے باغ کہنے پر

سکوت کروں تو یہ ظلم نہیں؟ یہ دین اسلام ہے، یہ دین قرآن و محمدؐ ہے یہاں رشتوں کا جوڑ صرف قرآن و سنت محمدؐ ہے۔

جب حضرت ابراہیم نے آذر سے برأت کی امام جعفر صادق نے اسماعیل سے برات کی جب نبی کریمؐ نے ابولہب سے برات کی تو میں کیوں باقر و سعید و نثار و علی عباس سے برات کا اعلان نہ کروں، کیوں میرے مخالفین میرے بیٹوں کو میرے خلاف ورغلاتے ہیں۔

محمد سعید اس جال میں پھنس گئے ہیں جہاں سے اللہ نے مجھے رہائی دی:

میں جس جال میں پھنسا تھا وہ جال لالجیان تھا انھوں نے ہمیں سہولیات کے جال میں پھنسایا تھا۔ جب میری کتاب مثالی عزاداری منظر عام پر آئی تو انہوں نے ایک منصوبہ بندی کے تحت مجھے ثقلین نقوی کے گھر میں بلایا۔ وہاں برادران لالجیان آئے کہا دین شناسی کیلئے کیا کرنا چاہیے علماشناسی کے لئے کیا کرنا چاہیے کی گردش میں ڈیڑھ گھنٹہ پھنسایا۔ خود باقر کو گھر میں آکر کہا آپ خرافات منکرات کے خلاف کیوں بولتے ہیں۔ آپ صرف دین کا ورد کریں باقی چھوڑیں یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

قمیوں کی تجر گرائی:

اللہ نہ کرے کسی کا عزیز فرزند غلاظت خوری کا عادی ہو جائے یعنی دشمنان اسلام کی اسلام سے روکنے کیلئے دی جانے والی خیرات خوری کا عادی نہ ہو جائیں۔ یہ سہولیات دینے والے کا مقصد اس کو جادہ مستقیم سے انحراف کر کے ضلالت اور گمراہی پر گامزن کرنا ہوتا ہے پھر ان

کی ہدایت کسی بھی صورت سے ممکن نہیں ہوسکتی ہے حتیٰ ان کی ہدایت امام نبی بھی نہیں کرسکتا چنانچہ اللہ نے اپنے نبی سے فرمایا آپ جس کو چاہتے ہیں ہدایت کریں وہ ہدایت نہیں پائیں گے یہی حال ہمارے ان فرزندان اور دامادوں کا ہے۔ میں ان کا عمر رسیدہ باپ ہوں میں گرچہ ان کے نام نہاد علم دین میں ان کے بقول نا کام ہی ہوں لیکن یہ لوگ مجھ جیسے کتنے بے علم لوگوں کو ہیرو بنا کر نہیں رکھتے ہیں۔ مجھ جیسے کتنے لوگ اس ملک میں منصب علماء پر فائز ہیں جن کو توضیح المسائل بھی نہیں آتی وہ بانی مدرسہ بنے ہوئے ہیں۔ میں اگر چہ ان جیسا علم نہیں رکھتا ہوں لیکن اس شعبے میں ایک تجربہ کار انسان ہوں الحمد للہ ابھی عقیل موسیٰ، شیخ سلیم اور رضی جعفر کی دعاؤں کے باوجود سلامت عقلی رکھتا ہوں اپنے گھر کا نظام خود چلاتا ہوں۔ میں نے ان کو کبھی یہ دعوت نہیں دی ہے کہ یہ بوڑھا باپ جس نظریہ پر پہنچے ہیں بغیر کسی تردد کے میری بات مان لیں یا میری تقلید کریں میں نے ان سے ایسی بات کبھی نہیں کہی ہے میں ان کو دو باتیں تکرار سے کہتا تھا ایک اسراف تبذیر اور تعیش چھوڑ دو تم لوگ غلط راستے پر ہو اور دوسرا کتابیں مطالعہ کرو تو ان کا جواب تھا۔ آپ اپنا عقیدہ ہم پر نہیں ٹھونس سکتے ہیں کیا اس کو عقیدہ ٹھونسنا کہیں گے؟۔ باقر اور سعید نے کئی مرتبہ گھر میں دیکھا میں نے پیسے کے بنڈل لانے والوں کو ڈانٹ کر واپس کیا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے انہی سے رقم لی اور انہی سے ہدایت لی ہے۔ ہم نے اپنے داماد علی عباس سے کہا تم یہاں عالم بننے کیلئے آئے ہو کتابیں پڑھو اگر عربی نہیں آتی تو فارسی کتابیں پڑھو فارسی نہیں آتی ہے ہم اردو کتابیں بھیجیں گے۔ آپ ان جنجال آوارہ لڑکوں کے ساتھ سینہ کوبی اور سر کوبی مت کرو اور غلط آدمیوں کے ساتھ رفت و آمد نہیں کرو لیکن انھوں نے نہیں سنا۔

یہ بات قرین از قیاس نہیں کہ آپ کی اولاد اور دامادوں کو کچھ نہیں آتا تو دوسروں کو بھی کچھ نہیں آتا ہے قم میں اس وقت بلتستان کے بڑے پایے کے جید علماء قریب اجتہاد موجود ہیں لیکن یہ سب نقطہ انجماد میں پہنچے ہیں اور پہنچنے کے بعد جام ہو جاتے ہیں چنانچہ میں نے اپنی کتاب دارالثقافتہ سے عروۃ الوثقیٰ تک میں دس بارہ سوالات کئے لیکن کسی کا بھی جواب نہیں دیا گیا اس کا مطلب ہے انھیں اس کا جواب نہیں آتا ہے۔ لیکن اگر غلط جواب دیں گے تو سادہ سے لوگوں کے سامنے شرمندہ ہوں گے اور اگر حقیقی جواب دیں گے تو قم چھوڑنا پڑے گا۔ اگر چھوڑ کر یہاں آجائیں تو ان کا ٹماٹر انڈے اور چوڑیوں کے ساتھ غدار غدار کہہ کر سیاہ پرچموں سے استقبال ہوگا۔ بطور مثال ایک سوال ہی کافی ہے جس کا جواب نہیں دے سکتے کہ آپ کے تین امام نابالغ کیسے امام ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے یہ جواب دین کیوں نہیں ہو سکتا ہے عیسیٰ اور یحییٰ بھی تو تھے تو ہم عرض کریں گے جب نابالغ امام مقتداء و پیشواء ہو سکتا ہے تو کیوں کسی مسجد میں امام نابالغ پیش امام نہیں بناتے ہیں، نابالغوں کا بھی پیش امام ہونے کا اعلان کریں۔ قم میں کسی مسجد کا نابالغ امام بنا کر دیکھائیں۔ نابالغ پولیس انسپکٹر کور کمانڈر کیوں نہیں ہو سکتا ہے؟ اپنے لیے بیوی کیوں نہیں لے سکتا ہے؟ یا اپنے لیے شوہر کا انتخاب کیوں نہیں کر سکتا ہے۔ قم میں موجود افاضل نقطہ انجماد سے گر گئے ہیں اور وہاں سے نکل نہیں سکتے وہاں ایک فاضل گرامی' جناب غلام عباس رئیسی ہیں ان صاحب کو ہماری کتابوں سے بہت چڑ ہے قم کے افاضل اساتید اور دوران درس بڑے نامور خطباء کو سننے کا موقع ملتا ہے اور ان کا حافظہ بہت اچھا ہے کہ انھیں سنی ہوئی باتیں سب از بر یاد ہیں، ان کے لئے وحی منزل جیسی ہیں مزیدان کو کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، وہ قم

میں پاکستانیوں کے بڑے استاد ہیں اس نے ایک کتاب امامت پر لکھی ہے جس میں سورہ مائدہ کی آیت ۶۷ سے امامت پر استدال کیا ہے موصوف نے اس آیت کے بارے میں باتوں کے علاوہ شاید کوئی تفسیر دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی ہو اس میں آیات کثیر سے متصادم معنٰی کر کے امامت پر نص من اللہ ثابت کیا ہے جبکہ امام خمینی نے اپنی ولایت فقیہ کے ابتداء میں لکھا ہے ہمارے پاس حضرت علی کی امامت پر نص قرآن نہیں ہے اس آیت کا دور سے بھی غدیر سے واسطہ نہیں۔مزید برآں ان کو خلیفہ دوم عمر بن خطاب پر بہت غصہ ہے کہ انہوں نے شام روم اور ایران پر لشکر کشی کر کے بڑی غلطی کی ہے۔فاضل محترم حافظہ تیز ہونے کی وجہ سے تاریخ نہیں پڑھتے ،رسول اللہ نے یہود قریضہ بنی نضیر،خیبر،مکہ حتیٰ خود روم کی سرحد پر تین دفعہ لشکر کشی کی ہے۔تمام افاضل قم کو سنی کتابیں پڑھنے سے منع کیا ہے ان کتابوں سے ان کی آنکھوں میں دھند پڑتی ہے۔

قمیوں کی تجر گرائی کی دوسری مثال:

ہمارے رشتہ دار جناب سید محمد علی موسوی صاحب جنھوں نے حوزہ علمیہ قم میں عرصہ بیس پچیس سال مصروف استفادہ اور افادہ دروس سطحیات کے بعد فلسفہ میں چار پانچ سال لگا کر اعلی سند فلسفہ حاصل کی ہے۔فلسفہ یعنی حکمت مادہ حکم سے ہیں حکم گھوڑے کے منہ میں لگانے والے لوہے کو کہتے ہیں جس کے ہوتے ہوئے وہ سرکشی نہیں کرسکتا۔اس مناسبت سے فلسفہ کو حکمت کہتے ہیں جس میں جائے شک وتردید کی گنجائش نہیں۔ جناب سید محمد علی شاہ کو سنیوں کی کتابوں سے بہت چڑ ہے وہ نہیں دیکھتے وہ اس سلسلہ میں فقہاء کے اس فتواء پر عمل کرتے ہیں ان پر تحقیق

کرنا ہماری ذمہ داری نہیں۔آپ نے دو تین سال پہلے ایک کتاب اساس اخلاق کے نام ترجمہ کیا ہے۔اس کتاب کو آپ نے امام مہدی کی والدہ نرجس خاتون کی خدمت میں ہدیہ کیا ہے آیئے دیکھتے ہیں علامۃ الناس تو چھوڑیں جس فرقے سے فاضل محترم وابستہ ہیں خود ان کے علماء کے نزدیک امام مہدی متر ددو مشکوک شخصیت ہے۔امام مہدی جو کتب احادیث میں آیا ہے وہ کون ہیں؟

۱۔ سبائیوں کے نزدیک امام مہدی خود حضرت علی ہے۔

۲۔ کیسانیوں کا کہنا ہے امام مہدی فرزند امیر المومنین محمد بن حنفیہ ہے۔

۳۔ امامت امام حسن کے بعد آپ کے فرزند حسن مثنیٰ میں نقل ہونے کے معتقدین کے نزدیک امام مہدی حسن مثنیٰ کے پوتے محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ ہے۔

۴۔امام محمد باقر کے معتقدین کے نزدیک امامت آپ پر ختم ہوئی ہے اور آپ ہی امام مہدی ہیں

۵۔ امام جعفر صادق کے معتقدین کے نزدیک آپ امام مہدی ہیں۔

۶۔ اسماعیلیوں کا کہنا ہے امام جعفر صادق کے بعد اسماعیل امام مہدی ہیں۔

۷۔ اسماعیلیہ مبارکیہ کے نزدیک امام مہدی محمد بن اسماعیل ہے۔

۸۔ امام جعفر صادق امام مہدی ہیں۔

۹۔ ہادی کے فرزند محمد بن علی امام مہدی ہے۔

۱۰۔ امام حسن عسکری امام مہدی ہیں۔

۱۱۔ محمد بن حسن عسکری امام مہدی ہیں۔

۱۲۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک امام مہدی کسی خاص نسب سے نہیں بلکہ ایک نجات دہندہ ہیں وہ ان کے انتظار میں رہتے ہیں۔علماء شیعہ اسے مہدویت کہتے ہیں، یعنی کوئی نجات دہندہ آئے گا۔اس وقت پاکستان میں شیعہ فرقے کے دو جید علماء آقائے محسن نجفی اور آقائے سید جواد بھی مہدویت کے قائل ہیں۔بار بار ظہور امام مہدی کے بارے میں خوشخبری دینے والے خود تو چلے گئے لیکن امام مہدی تشریف نہیں لائے لہٰذا دوسروں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا تھا۔اس لئے امام خمینی نے فرمایا اپنا کام خود کرو کسی کا انتظار مت کرو لہٰذا ان دو علماء نے امام مہدی سے منحرف ہو کر مہدویت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہمیں سنیوں کی صحیح مسلم کی حدیث پر زیادہ اعتماد ہے، اس کا مطلب ہے وہ امام مہدی فرزند امام حسن عسکری کے انتظار میں ہیں۔اسی طرح امام مہدی کی والدہ کے بارے میں بھی اتنے اختلافات ہیں، بعض نے صیقل کہا بعض نے سوسن، بعض نے نرجس کہا ہے۔بعض کا کہنا ہے نام پتہ نہیں۔ یہ چاروں پھولوں کے نام ہیں ۔کسی نبی یا امام مردان صالح نے اپنی بیوی یا کنیز کو پھول نہیں کہا کیونکہ یہ جنسیت نوازی میں آتی ہے۔آپ فلسفی ہیں لہٰذا اپنے امام زمان اور انکی والدہ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے سے پہلے ان کے وجود کو یقینی بنانا چاہیے تھا کہ جس کے نام سے بچھائے گئے دسترخوان پر صبح وشام انواع و اقسام کی مشویات کھاتے ہیں۔

اللہ سبحانہ کے الطاف خفیہ:

اللہ سبحانہ اپنے الطاف رحمانیت و رحیمیت دونوں سے اپنے بندے کو نوازتے ہیں لیکن بندہ

بعض الطاف سے محبت کرتا ہے اور بعض سے کراہت رکھتا ہے۔چونکہ وہ عاقبت الطاف سے نا واقف ہے جیسا اس آیت میں آیا ہے (بقرہ۔۲۱۶) چنانچہ اللہ سبحانہ کبھی اپنے بندہ پر ایسے الطاف وعنایت خاصہ کرتا ہے جو بندے کی پوری خواہشات کے خلاف ہوتا ہے۔بندہ اسے اپنے لئے فخر وافتخار عون ومددگار سمجھتا ہے اور اس سے الگ ہونے کو اپنے لئے ایک مصیبت تلخ نا قابل برداشت آزمائش تصور کرتا ہے۔جیسے اولاد کا نا ہونا اور یا چھیننا، لیکن اللہ کبھی اولاد دیتا ہے چھینتا نہیں ہے لیکن خود ان کے کردار سے دل میں نفرت وکراہت پیدا کرتا ہے جیسا کہ مجھے۔ علماءو دانشوران کے بائیکاٹ کے دوران بہت نا گوار نا مساعد حالات میں ایسے افراد ملے جو میرے ادارہ یا میری ذات کے لئے جز لاینفیک سمجھے جاتے تھے اور ان کے بغیر میرا ادارہ چلنا نا ممکن تصور کرتا تھا انھیں اس طرح سے الگ کیا کہ مجھے اس کا احساس تک ہونے نہیں دیا ہے۔جسم سے جراثیم نکالنے کے لئے ڈاکٹر کو بے ہوشی کا ٹیکا لگانا پڑتا ہے جہاں مجھے بغیر بے ہوشی کے مجھ سے ان کو الگ کیا اور مجھے ان کی جدائی سے ملامت نہیں آئی کہ ان کا مجھ سے الگ ہونا ایام منیٰ میں سر منڈوانے کی مانند ہوا۔ایسے بہت سے غدار نمک حرام جو خود ہم سے الگ ہو گئے یا ان کو الگ ہونا پڑا اس کی بہت سے مثالیں ہیں۔ان میں سے ایک سعید حیدر تھے اور دوسرے باقر پروردہ میں ان پر اپنی اولادوں سے زیادہ امید باندھے ہوئے تھا لیکن نمک حرام نا شناس انسان تھے اولادوں جیسے تھے جو دین وشریعت کے راستے سے منحرف ہوئے،ان سے مایوس ہونے کی وجہ سے مجھے ان کو اپنے سے الگ کرنا پڑا۔لوگوں کو بتانے سمجھانے کی بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اللہ نے ان سے ایسے افعال واقوال ان کے منہ سے صادر کروائے کہ وہ خود ہم سے الگ ہو گئے۔

ان اولادوں میں سے خاص کر محمد باقر اور محمد سعید ہیں ،ان دونوں کوظاہری حلیہ ایمانی روحانی اور علماءدوزبانی ہونے کی وجہ سے مشکل پیش آرہی تھی۔خاص کرمحمد سعید کے بارے میں سب جانتے تھے ان کے دوست احباب جوان کے دین کی بربادی پر دنیا کی بہتری کو ترجیح دیکھاتے ،جوان کے گردجمع ہیں وہ اور محمد سعید ہمارے عقائد اور کتابوں سے نفرت رکھتے ہیں۔لیکن میری ہمشیرہ اور بھتیجیاں اور محمد طاہر سب کو یہ سمجھانا مشکل تھا۔وہ بھی خود ہی ہم سے الگ ہوگئے ان سے جدائی کی خوشی اس لئے نہیں کہ وہ مادی حوالے سے میرے لئے بوجھ بنے ہوئے تھے بلکہ وہ تو میرے بوجھ کو اٹھانے کیلئے بھی تیار تھے،لیکن بے دینیوں کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے صرف ظاہری دیندار نظر آتے تھے اندر سے ان کو دین کی الف ب تک نہیں آتی تھی۔ میں نے چندین بار ان دونوں سے سوالات کیئے ان کو جواب نہیں آیا بلکہ پورے قم والوں تک کوتحدی کیا۔ابھی انشاءاللہ میرے مرنے سے پہلے میں چند سوالات ان کے لئے چھوڑ کر یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا اس وقت بھی ان کو ان کا جواب نہیں آئے گا۔

باقر وسعید کا جہنم میں شبیر سے جھگڑا:

جب یہ تینوں جہنم کے ایک خانہ میں جمع ہونگے تو باقر اور سعید شبیر سے کہیں گے شبیر بھائی آپ کا کہنا ماننے سے آج ہم جہنم میں پہنچ گئے ہیں آپ نے ہمیں بار بار باور کرایا، بلایا، کھلایا، سمجھایا کہ آپ دونوں کے ساتھ ناانصافی ہورہی ہے۔ظلم ہورہا ہے آپ کے ہی کہنے پر ہم نے آغا کے وصیت نامہ کوٹھوکر ماری تھی۔آپ کے کہنے پر ہم نے آغا کی تصنیفات وتالیفات میں

تعاون سے ہاتھ اٹھایا تھا بلکہ آپ کے کہنے پر اپنی کتاب قاموس قرآن کو چھاپنے سے روکا اور جھوٹ بولا تھا کہ پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں چھاپا ہے۔ آپ کے کہنے پہ تفسیر المفسر ون کا ترجمہ روکا تھا آپ کے کہنے پر ہم نے اپنے گھر سے آغا کی کتابوں کو نکال کر پرندہ خانہ بنایا آپ نے کہا تھا آغا آپ کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ اب آپ نے دیکھا آغا نے دنیا میں بھی ہمیں بد نام کیا تھا کہ یہ لوگ اپنے محسن و مشفق مہربان و دلسوز باپ سے غداری خیانتکاری کرنے والے ہیں، اللہ نے بھی منع کیا تھا ''والدین کو اف نہ کرو'' لیکن ہم نے آپ کے کہنے پر تف کر کیا، اللہ نے اس مخالفت کی پاداش میں جہنم میں ڈالا اور آپ کو بھی یہاں لایا۔ ان تمام باتوں کے جواب میں جناب شبیر خانی کہیں گے اس تمام ماضی کو دہرانے کا کیا فائدہ ،ٹھیک ہے یہ سب ہم نے کہا تھا لیکن یہاں ذاکری کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا درحقیقت ہم نے آپ کو مجبور تو نہیں کیا تھا ہم نے صرف جناب آیت اللہ ابلیس کی چند نصیحتیں آپ لوگوں کو کیں تھیں، آپ کو انھیں نہیں ماننا چاہیے تھا۔ اب تو ان جھگڑوں کا کوئی فائدہ نہیں ہم سب کو صبر وحوصلہ سے عذاب الٰہی بھگتنا چاہیے ایک آباد گھر کو ویران کرنے کا کیا عذاب ہوتا ہے، اپنے باپ کو اف کی جگہ تف کرنے اور باپ بیٹے میں اختلاف پھیلانے کا کتنا عذاب ہوتا ہے ہمیں بھگتنا ہے۔ عیش کی خاطر مشفق ومہربان باپ کی ناراضگی مول لینے کا عذاب کتنے سال بھگتنا پڑتا ہے ﴿وَ بَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعاً فَقَالَ الضُّعَفاءُ لِلَّذينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعاً فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ قالُوا لَوْ هَدانَا اللّٰهُ لَهَدَيْناكُمْ سَواءٌ عَلَيْنا أَ جَزِعْنا أَمْ صَبَرْنا ما لَنا مِنْ مَحيصٍ﴾ (ابراہیم۔۲۱)۔

خبر دوم سودا:

یکم محرم الحرام کو چھٹی ہوگی

بدھ ۲۹ ذی الحجہ الحرام ۱۴۳۶ھ دنیا و دیگر اخبار کے پہلے صفحات میں یہ سرخی آئی تھی کہ وزیر اعلیٰ سندھ سید قائم علی شاہ نے یکم محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کو خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب کی یوم وفات کی مناسبت سے چھٹی کا اعلان کیا ہے۔ حکومت سندھ کا یہ اقدام خالص حکومتی نہیں بلکہ سندھ کے بڑے بڑے جید علماء کے اصرار و تکرار پر کیا ہے۔ علماء اہل سنت والجماعت سے وابستہ ایک طبقہ طویل عرصہ سے اس کا مطالبہ کر رہا تھا جو مورخہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ کو منظور ہو گیا۔ ہم نے اس خبر کو اس لئے اخبار سودا نہیں کہا کہ یہ علماء اہل سنت والجماعت اور حکومت سندھ کی گھ جوڑ سے منظور کیا ہے یا حضرت عمر کو امام حسین کے مقابل میں کھڑا کیا ہے۔ کیونکہ حضرت امام حسین اور ان کے والد بزرگوار کے نزدیک خلیفہ دوم محترم تھے۔ امیر المومنین نے جنگ صفین میں محمد حنفیہ سے فرمایا حضرت عمر کا نام احترام سے لیں۔

علماء اعلام کا حضرت عمر بن خطاب کی وفات کی مناسبت سے یکم محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کو سرکاری چھٹی کرنے کا مطالبہ ان علماء کے بارے میں کس چیز کی نشان دہی کرتا ہے؟ یہ ان کی فکری انحطاط کی نشاندہی کرتا ہے آپ دین کو نرخ روز پر چلانا چاہتے ہیں اگر کوئی عمل و کردار و کام کسی کی ضد میں کرتا ہے اور پھر وہ بھی ایسا کریں تو یہ انتہائی افسوس اور حیرت کی بات ہے جو دین

اصول وفروع کے ہر موڑ پر دلیل کی انبار لگاتے ہیں اس کو وہ کسی فرقے کی ضد میں چلائیں گے؟۔علماءاہلسنت اس بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں۔

۱۔ یہ ایک حکم شرعی ہے قرآن اور سنت سے ثابت چیز تھی جسے ہمارے بزرگان نے ازروئے مصلحت چھوڑا ہوا تھا ہم اس کو نہیں چھوڑینگے۔ یہ مسلمانوں کا ملک ہے حکومت عوام کی نمائندہ ہے مسائل کو حل کرنا حکومت کا فرض ہے۔

۲۔ یہ عمل پوری قوم کی اصلاح وفائدے میں ہے اس کو زندہ کرنا ہر فرد ملت پر واجب ہے ہم اس کو اٹھا رہے ہیں حکومت ہماری معاونت کرے ورنہ بصورت دیگر تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی یہاں چند نکات اہل فکر ودانش وہ بھی جو محبّ وطن اسلامی اقدار کے محافظ و پاسدار ہوں کو چاہیے اسی مناسبت سے ملک میں چلتی دیگر چھٹیوں کے بارے میں عقل و شرح کے تناظر میں دیکھیں کیا چھٹی ایک مستحسن عمل ہے یا مذموم عمل ہے؟۔لیکن آپ اس کو ایک فرقے کے مراسم جیسا منانا چاہتے ہیں اور اس کیلئے دوسروں کی مثال دیتے ہیں۔آپ اس ملک کے جید علماء ہیں آپ کو دنیا داری سے دینداری پر توجہ دینا چاہیے، آپ روشن خیال دانشوروں کی منطق پر نہ چلیں۔ جو کام وہ نہ کر سکیں یا وہ نہیں چاہتے ہیں کہ کریں تو کہتے ہیں یہ علماء کا کام ہے۔ آپ عالم دین ہیں ہمارے دین میں دین اور دنیا دو نہیں آپ سیکولروں کی منطق پر بھی نہ چلیں کہ علماء کو حکومتی امور میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ ہمارا دین کہتا ہے ملک وملت کے مفاد کا تحفظ ہر فرد پر لازم ہے۔آپ کو پتہ ہے چھٹی خلاف قرآن اور سنت ہے، چھٹی سے اس ملک کو نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ حکومت سنی شیعہ دونوں کی ہے یہ مراسم اگر شیعہ کرتا ہے تو سنیوں کو اس پر مجبور

کرنا درست نہیں اگر سنیوں کے ہیں تو شیعوں کو مجبور کرنا درست نہیں۔ اس طرح کی چھٹی ملک کو نقصان پہنچاتی ہے لہٰذا ان مراسم گذاروں کو چاہیے ان دو میں سے ایک کو مانیں ورنہ یہ ایک کا اجتہاد ہوگا جو پوری قوم وحکومت پر ٹھونسنا درست نہیں ہوگا۔ ایام وفات خلفاء وائمہ کی چھٹی اور ملک میں گذشتہ سربراہان کی برسی و ولادت کی چھٹی نیز یونینوں کی چھٹی فرقوں، یونینوں اور احزاب کی طاقت اور قدرت کی نشانی بن سکتی ہے۔

یا یہ پندرہویں صدی کے علماء کی بدعات میں سے ہیں بدعت اس لئے کہا ہے کہ بدعت کی تعریف میں علماء نے فرمایا ہے بدعت اس کو کہتے ہیں جس کے بارے میں قرآن اور سنت میں سند نہیں ملتی ہے وقت اور حالات کو دیکھ کر علماء نے اختراع کی ہو ان کا کہنا ہے ہمارے دشمن ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ وہ اس سے مستفیض ہو رہے ہیں جبکہ ہم اس سے محروم ہیں، ہمارے میں کیا کمی ہے لہٰذا ہمیں بھی کرنا چاہیے، اسے مذہبی اصطلاح میں اجتہاد کہتے ہیں۔ اس وقت یہ بدعت حسنہ ہوگی لیکن سوال یہ ہے کہ انہیں اس کا احساس ضرورت کیسے ہوا جواب واضح ہے ایک فرقہ والے دو مہینے لگاتار دندناتے پھرتے ہیں ہمارے خلفاء کو کھلم کھلا سبّ وشتم کرتے ہیں اس کے علاوہ ہمیں گھروں میں محصور رکھتے ہیں اگر یہ ان کے لئے افتخار ہے تو یہ افتخار ہم کیوں نہ حاصل کریں۔ ہمارے اہل سنت والجماعت کے مطالبے اور حکومت سندھ کی منظوری کو خبر سوداء کہنے کی وجہ ایام عزاء میں عزاروں اور ان کے لواحقین نیز کراچی کے دیگر شہریوں کے مال وجان اور اس کیلئے ہونے والے حکومتی اقدامات کے تناظر میں کہا ہے۔

چھٹی ایک مصیبت:

خود چھٹی کی کیا حیثیت ہے اور اسکی پہچان و شناخت کیا ہے۔ کیا چھٹی ترقی یافتہ قوموں کی نشانی ہے یا ترقی ناپذیر ملکوں کی پہچان ہے یا یہ صوبائی خودمختاری کی علامت ہے؟ جس کے تحت صوبہ سندھ میں یکم محرم کو اور سرحد میں ۹ نومبر کی چھٹی مرکز سے ہٹ کر منائی گئی یا یہ حقوق نا قابل سلب ہیں؟۔ جیسا کہ کالم نگار ہارون رشید اور ارشاد احمد عارف نے کہا ہے حکومت نے اس چھٹی کو عوام سے چھینا ہے یا یہ بزرگان گذشتہ کے لیے طلب مغفرت ہے؟ یا انکی خدمات کا صلہ ہے یا یہ ایک گذشتگی از خود توشہ آخرت ہے؟ یا یہ بڑی شخصیات کی اولادوں کی سنت جاریہ ہے؟ جسے آپ اپناتے ہیں اس میں بھی بڑی شخصیات شمار ہونگی اسکے علاوہ اس بارے میں اور بھی چند سوالات ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے اس کار خیر کی بنیاد رکھنے والے کون ہیں جنھوں نے رہتی دنیا تک کے لیے اتنی نا قابل فراموش خدمات چھوڑ کر ہمیں انکے لیے دعا گو بنایا۔ یادگار چھوڑی ہے یا یہ انسانیت پر ڈھائے جانے والے سیاہ دن کی سوگواری ہے۔ اقوال و نظریات علماء و دانشوران ان سوالات کے بارے میں خاموش و مضطرب ہیں بہر حال اسکا سرا ملنا چاہیے یہ سلسلہ کہاں اور کب سے شروع ہوا ہے۔

اگر یہ علامت کسی رؤف و مہربان شفیق و دلسوز پیشوا اور رہنماء کی یاد کو تازہ کرتا ہے تو وفات خاتم الانبیاء کہاں گئی آپ محمد علی جناح جو صدر مسلم لیگ تھے اور حکومت انگریز کی طرف

سے منسوب گورنر تھے ان کی تاریخ ولادت اور وفات مناتے ہیں تو کیوں رسول اللہ کی وفات نہیں مناتے ہیں، اگر رہبران گذشتہ کی یاد منانا ہے تو کیوں خلفاء اسلام کی یاد نہیں مناتے۔ افسوس اس مطالبہ کو پیش کرنے والے وہ گروہ ہے جو پہلے اس کو بدعت سمجھتے تھے۔ یا یہ مصیبت کی یاد ہے جس کو یوم وفات کی مناسبت سے رکھتے ہیں اس کیلئے ہمیں اس دن کی مصیبت کا اندازہ اس طرح کرنا پڑے گا کہ مرحوم کی جدائی سے کتنی مصیبت ہوئی ہے ہمیں اس کو ختم کرنا چاہیے۔ اگر یہ اعزاز ہے تو ہم کیونکر اس اعزاز و افتخار کو اور زیادہ بڑھائیں زیادہ چھٹیاں دیں۔ ان سوالات کا جواب ایک مستند نا قابل تردید چیز سے ملنا ضروری ہے کیونکہ اس وقت دنیا میں تین چیزیں تمام مسائل کا ستون مانی جاتی ہے۔

۱۔ سائنس۔ اہل سائنس کہتے ہیں ہر چیز کی برگشت سائنس پر ہوتی ہے یعنی اس علم پر ہوتی ہے جو آنکھوں کے سامنے ہو محسوس و ملموس ہو۔ اگر حواس خمسہ میں نہ آئے تو اہل سائنس اسے خرافات کہتے ہیں ہمیں ثابت کرنا ہو گا کہ سائنسی نقطہ نظر سے اس کی واقعیت نا قابل تردید ہے۔

۲۔ عقل۔ عقل کے ستون سے باندھنا چاہیے اگر عقل کی نفی کریں گے تو نظام درہم برہم ہو گا ٹک نہیں سکے گا، پورے دین کا ڈھانچہ عقل پر قائم ہے اور عقل چھٹی کو مسترد کرتی ہے۔

۳۔ وحی۔ اس میں قرآن کی آیات محکمات ہیں پیغمبرؐ کی ۲۳ سالہ زندگی سے ملنا چاہیے لیکن یہاں چھٹی کے بارے میں روشن خیالوں کالم نگاروں تجزیہ نگاروں کا اصرار ہے یہ

ہونی چاہیے کیوں ہونی چاہیے تو کہتے ہیں بھارت میں ہوتی ہے امریکہ میں ہوتی ہے بنگلہ دیش اور عرب ملکوں میں ہر جگہ ہوتی ہے تو ہمارے ہاں کیوں نہیں ہوسکتی۔

یہ آپ لوگوں کی تحقیق کی منطق ہے کہ ہر جگہ ہوتی ہے یہ بذات خود تحقیق نہیں بلکہ تقلید ہے۔

چھٹی کی قدر و قیمت کیا ہے؟ یہ ایک نعمت ہے عطا ہے جو مالک اپنے عبید کو دیتا ہے ان کی طرف سے اعزاز و افتخار ہے یا یہ بے کاروں کا حیلہ بہانہ کام سے فرار ہے اس حقیقت کو جاننے کیلئے چند حقائق جاننے کی ضرورت ہے۔

۱۔ مقام و منزل انسان: انسان اس کرہ ارض پر محور خلائق ہے کائنات کی ہر چیز اسی کیلئے خلق ہوئی ہے۔

۲۔ انسان کی قدر و قیمت وہ نہیں جو وہ چاہتا ہے عقل و شرع سے باہر کی چاہ طفلانہ بچگانہ ہے اللہ نے انسان کو آرام و استراحت کیلئے خلق نہیں کیا ہے بلکہ انسان کو مسلسل تگ و دو عمل پیہم کیلئے خلق کیا ہے، کھا پی کر آرام کرنا صفت حیوان ہے۔

۳۔ وہ انسان قابل و لائق تحسین ہے جو دیگر محتاجوں نیاز مندوں معذوروں کی بھی مدد کرتا ہے۔

۴۔ انسان مسلمان کیلئے ایمان کے بعد عمل صالح ہے۔

۱۔ چھٹی کی سند عقلی اور شرعی کیا ہے؟

۲۔ سب سے پہلے کس نے اسکا آغاز کیا ہے؟

۳۔ اس کی ضرورت کی منطق کیا ہے؟ اگر کریں تو سال میں کتنے دن چھٹی کرنا ہے اس

کا فارمولا کیا ہے؟

۵۔ کیا پنشن اور چھٹی دونوں ایک ماں کے دو فرزند ہیں، پنشن بڑا بھائی ہے اور چھٹی چھوٹا بھائی ہے لیکن پیدائش میں چھٹی پہلے ہے۔ جس طرح گھر میں پہلے پیدا ہونے والا زحمت کش جفاء کش ہوتا ہے اور چھوٹا عیاش مفت خور ہوتا ہے۔

۶۔ جب تک انسان زندہ ہے کھانا پینا لباس اس کیلئے ضروری ہے اس کیلئے درآمد چاہیئے، درآمد کے بھی ذرائع ہیں، کسب، عطیہ، ارث، سرقت وغیرہ۔

چھٹیوں کی ضرورت یا اس سے عائد خسارت کے بارے میں دیکھنا ہوگا کہ ہمیں چھٹیاں کتنی کرنی ہیں۔

۱۔ سرکاری ملازمین دن میں آٹھ گھنٹے کام کرتے ہیں یعنی حکومت ہفتے کے کل ۱۲۸ گھنٹوں میں سے صرف ۴۸ گھنٹے کام لیتی ہے، اس کے علاوہ حکومت ہفتے میں ۲۴ گھنٹے کی ایک اضافی چھٹی دیتی ہے۔

۲۔ سال کے ۳۶۵ دن میں ۵۲ دن آپ اتوار کی چھٹی کرتے ہیں۔

۳۔ وفاقی ملازمین ہفتہ والے دن بھی چھٹی کرتے ہیں۔ یعنی ۱۰۴ دن چھٹی کرتے ہیں۔

ہر چھٹی کے دن حسب نقل ہفتہ یکم صفر المظفر ۱۴۲۳ھ توصیف احمد خان ۸۲ ارب روپے کا نقصان ہوتا ہے۔ یہ نقصان اس ملک کی ملت کے کھاتے میں جاتا ہے اور یہ خسارہ حکومت لوگوں سے حاصل کردہ ٹیکس سے پورا کرتی ہے گویا عام مزدور کی تھکن سے چور چور ہو کر کمائی گئی رقم سے سرکار کے عیاش ملازمین کی نیند گپ شپ، سیر و سیاحت سے عائد خسارہ کو پورا

کرتے ہیں کیا یہ ظلم وزیادتی میں نہیں آتا ہے۔

ہر خرچ عائد فوائد مانگتی ہے اگر فائدہ نہ ہو اصل سرمایہ کا تحفظ ضروری ہے۔اب کوئی دانشور یا عالم دین یہ بتائیں آپ جس کی وفات یا ولادت کے دن چھٹی کرکے خسارہ برداشت کئے ہیں اس دن کی مناسبت سے ہونے والے اخراجات کا اندازہ لگائیں ان سے کیا فوائد حاصل ہوئے ہیں، اگر فائدہ حاصل نہیں ہوا خسارہ ہی ہوا ہے تو اس کو فعل عبث کہتے ہیں فعل عبث ہمیشہ دیوانے کرتے ہیں اور مجانین کے ہاتھ میں مال دینے سے عقل وشرع دونوں نے منع کیا ہے۔

ہم صرف محمد علی جناح، لیاقت علی خان اور علامہ اقبال کی وفات وولادت کے دن چھٹی کے مخالف نہیں ہیں حتیٰ میلاد ووفات عمر ابن خطاب حتیٰ رسول اللہ کی ولادت اور وفات کے دن کی چھٹی منسوخ ہونے کے حق میں ہیں۔ان چھٹیوں سے نہ ان کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ملک وملت کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ یہ ملک کے خزانے پر بوجھ ہے جو حکومت کرتی ہے۔نیز حکومت محمد علی جناح اور علامہ اقبال کی وفات وولادت کے دنوں میں جو خرچ کرتے ہیں یہ عوام کی گردن میں قرضہ آئی ایم ایف کا طوق بنتا ہے، اتنے اخراجات کرتے ہیں گویا یہاں کی ملت امت محمد علی جناح، اقبال اور لیاقت علی خان ہے۔ جب قرآن اور سنت محمدؐ اور سیرت خلفاء اسلام میں نبی کریم کے نام سے چھٹی نہیں تو کیوں ملک کے سربراہوں کے نام سے ہو۔لہٰذا حکومت کی علامہ اقبال سے منسوب چھٹی منسوخ کرنے کا اقدام قابل داد وتحسین ہے بلکہ حکومت نے ایک فعل مکروہ چھوڑا ہے۔حکومت نے ایک عاقلانہ جرات مندانہ اقدام کیا ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ

وہ ملک میں چلتی دیگر چھٹیوں کو بھی یکے بعد دیگر ختم کریں جبکہ عمران خان کی عقل وفکر کا پول کھل گیا جہاں انہوں نے ہارون رشید کی پسند کی چیز پر خیبر پختونخواہ میں چھٹی کر کے پس ماندہ صوبے کو مالی نقصان پہنچایا ہے۔ضرورت کے تحت چھٹیوں پر جانے والوں کی تنخواہیں کاٹ دیں، یہ لوگ لقمہ حرام کھا رہے ہیں۔یہ ایک قسم کا چوری ڈاکہ اور آج کل کی اصطلاح میں بھتہ خوری ہے۔

ہم پہلے یہ جانیں گے کہ چھٹی یعنی کام چھوڑنا یہ عمل اپنی جگہ ایک عمل مستحسن مستحق شاباش آفریں ہے یا یہ ایک عمل مذموم ومکروہ قابل باز پرس ہے یعنی تم نے کیوں کام چھوڑا جبکہ عمل مستحسن مستحق شاباش ہوتا ہے۔اکثر لوگ دن میں آٹھ دس گھنٹے کام کرتے ہیں جب کہ پوری رات استراحت کرتے ہیں اس طرح استراحت زیادہ کرتے ہیں۔اگر کوئی زیادہ وقت کام کرتا ہے تو وہ فقدان نظام کی وجہ سے ہے۔اگر ملک کے نظام اوقات عمل عقل وجدان قانون کے مطابق کرنا ہوتا تو کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ وہ زیادہ کام لے لیں۔اللہ نے بھی سورہ نباء آیت ۹ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے ہم نے رات کو تمہارے لئے وقت استراحت معین کیا ہے اس حقیقت کی روشنی میں آپ کا ہفتہ میں ایک دن چھٹی کا عمل استراحت آرام طلبی میں اضافہ والی بات ہے، اس کو اصطلاح علم اقتصاد میں تساہل، سستی کاہلی بیکاری اور آخر میں مفت خوری کہ جس کا انجام فاقہ کشی خودکشی پر ہوگا۔زیادہ استراحت اور کام چوروں کی کہیں بھی مدح نہیں ہوتی جہاں عمل کم استراحت زیادہ ہو وہاں دروازہ سقوط وانحطاط کے لئے کھلتا ہے۔

روزنامہ امت ۲ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ کے اداریہ میں لکھا تھا وفاقی اور صوبائی حکومت پولیس، رینجرز اور فوج نے تمام ممکنہ متوقع احتمالی خطرہ کے پیش نظر پہلے سے پابندی لگا کر ۹ اور ۱۰

محرم کا جلوس انتہائی پر امن طریقے سے اپنے مقررہ راستوں سے گزار کر اختتام پذیر کیا۔ان اداروں نے لاحق خطرات سے انتہائی تدابیر سے بچالیا شکر ہے لیکن انتظامیہ کو اس سال امن سے گزرنے پر اور خود کو سرخ رو ہونے پر قانع نہیں ہونا چاہیے بلکہ چند سال سے بڑھتی ہوئی تشویشناک صورت حال کے عوامل واسباب پر بھی غور کرنا چاہتے ہیں سوچنا چاہیے ان دس دنوں خاص کر دو دنوں میں غیر عادی بندش اخراجات غیر عادی داخل شہر چو کنار ہنے تاکہ کوئی جنگ نہ چھڑ جائے پر کتنے ارب روپے خرچ ہوئے؟ اس سے برآمد نتائج کیا تھے سوچنا چاہیے۔سال بھر میں ملک کے گوشہ و کنار میں جلوس اور دھرنوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے ان کے لئے بھی اتنے خطرات ہوتے حالانکہ وہ حکومت کے بھی خلاف ہوتے ہیں۔دوسری طرف اس جلوس و مجلس میں کوئی مخالف نہیں اگر ہے تو وہ بارہ سو سال گزرنے والوں کے خلاف ہوتا ہے گرچہ وقت کے یزیدوں ظالموں کے خلاف ہمہ وقت ہونا چاہیے نہ کہ مخفی رہنا چاہیے۔اگر یزید سے مراد ابھی بھی حکومت ہے تو ان سے تو خود مداخلت کی درخواست کرتے ہیں، ان سے شکایات کرتے ہیں، ان کے ہاں پناہ لیتے ہیں۔تو پھر ان کو خطرات کن سے لاحق ہیں تو ظاہر ہوتا ہے ان کو خطرات عام مسلمانوں سے لاحق ہیں جن کے پیشواؤں خلفاء مسلمین کو یہ ان ایام میں دشنام دیتے ہیں۔ اور صرف دشنام پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ بہت کفریات طزیات کرتے ہیں۔آل محمد کی خلقت کائنات سے پہلے ہونے انبیاء اور مرسلین کے معیت میں ہونے اللہ جیسا علم وقدرت اور حیات ہونے کی باتیں کرتے ہیں۔یہاں یزید اور یزیدی حکمرانوں کی خیانتکاری جنایتکاری نااہلیت کی بات نہیں ہوتی یہاں صرف اہل بیت کے نام سے دین و شریعت سے جان چھڑانے کی بات

کرتے ہیں مسلمانوں کے پڑھے لکھے اہل فکر ودانش سب سمجھتے ہیں یہ کیا کہتے ہیں۔

یہاں سے اہل حل وعقد تجزیہ گران تحلیل گران پر فرض عائد ہوتا ہے اس مسئلہ کو بنیاد سے اٹھائیں اس کے عناصر ترکیبی کا جائزہ لیں۔

۱۔ خود مجالس عزاء جلوس کی حیثیت کا جائزہ لینا چاہیے کیا یہ ایک عمل شرعی ہے جسے ہر حال ہر صورت میں انجام دینا ہے کیونکہ یہ دین ہے۔

۲۔ پوری پاکستانی قوم کا مسئلہ ہے اور اس کی حیات ونجات اس سے وابستہ ہے۔ اس کے لئے پاکستان کی مسلح افواج آمادہ وچوکنا ہیں۔

۳۔ یہ ایک گروہ وجماعت کا مسئلہ ہے۔

ہم علماء اہل سنت والجماعت کے اس مشترکہ متفقہ مطالبہ کو کیا نام دیں گے۔ کیا انہوں نے عقل ومنطق حس ووجدان قرآن اور سنت محمدؐ کے عین مطابق یہ مطالبہ کیا ہے جس سے علماء گزشتہ نے غفلت یا تساہل کیا تھا؟ جسے اس وقت کے علماء نے ادراک کیا اور اس حق کو انہوں نے آخر میں حکومت سے منوایا۔ یہ سہرا ان علماء اعلام کے سروں پر ہوگا لیکن حقیقت اور واقعیت میں اس کی برگشت ایک ہی برجستی مرد بیدار کو جاتی ہے وہ کون تھا ہمیں معلوم نہیں۔ غرض ہم انتظامیہ اور اہل فکر سے درخواست کرتے ہیں ان دونوں سے پوچھیں ان مجالس جلوس میں کیا مواد پیش کیا جاتا ہے جس سے یہاں کی ایک بڑی جماعت کے دلوں میں غم وغصہ کے آگ بڑھتی ہے۔ جہاں تک ہمیں یہ خبر برا لگنے کی بات ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ احیا دو ماتم اسلام اور ملک دونوں کے لئے ناسور اور خبر سوء ہیں۔

اس خبر کا مفہوم جب عملی صورت میں نمودار ہونگے تو یہ فاجعہ آفریں ہونگے میراسنی فرقہ سے اختلاف اتنا ہی ہے جتنا شیعہ سے ہے بلکہ تھوڑا سا کم ہی سمجھیں لیکن جن علماء نے اصرار کے ساتھ حکومت سے یہ منظور کرایا ہے انہوں نے اسلام و مسلمین مملکت پاکستان کیلئے ایک وحشت انگیز سنت کا پیش خیمہ منظور کرایا ہے۔اس کی قرآن اور نبی کریمؐ کے بعد خلفاء راشدین بنی امیہ بنی عباس کے دور میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی اگر انہوں نے ایسا کیا ہوتا تو آج اسلام اور مسلمین دونوں صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہوتے۔

۱۔ آپ کو کہیں کوئی روایت نہیں ملے گی جہاں حضرت ابوبکر دو سال کچھ مہینہ آپؐ کے بعد زندہ رہے لیکن آپ نے نبی کریمؐ کی وفات اور ولادت کا دن منایا ہو۔

۲۔ حضرت عمر نے رسول اللہ اور ابوبکر کی برسی یا میلا د منایا ہو؟

۳۔ مثلاً بنی امیہ کے ۳۵ خلفاء گزرے ہیں سال میں ۷۰ چھٹی ہو جائیں اگر ان کی ولادت و وفات منائی جائے۔

۴۔ بنی عباس کے ۸۰ خلفاء گزرے تو سال میں ۱۶۰ دن چھٹی ہو جائے گی۔

۵۔ ولادت اور برسی یہودیوں اور مسیحیوں کی سنت ہے۔امام حسین کے نام سے نصرانیت سے آمیزش مذہب کی پرچاریت قرآن اور سنت محمدؐ سے متصادم کی فضیلت کو بغیر کسی ممانعت ورکاوٹ کے اٹھایا جاتا ہے اس کی مثالیں چند صفحات پر مشتمل نہیں ہوں گیں بلکہ اسفار لکھتے رہیں تب بھی کم ہوگیں۔

اہل فکر و دانش کو چاہیے اس صورت ناگواری بدامنی بے چینی، بے لجامی ہرج ومرج، لا

قانونیت سے نکلنے کیلئے کم سے کم ہی کیوں نہ ہو کوئی طریقہ اور ذرائع تلاش کریں سوچیں بقول امیر المومنین اس حیوان کی مانند مصیبت کے عالم میں پشت کمر پر نہ سوئیں۔ حاضر خطرات اور آئندہ متوقع خطرات کا تدارک کرنے کیلئے چھٹی کی سائنس، عقلی اور شرعی حیثیت کا مطالعہ ضروری اور ناگزیر ہے لہذا چھٹی کا مطالبہ کرنے والوں کو دو چیزوں میں سے ایک کو ثابت کرنا ہو گا۔

حکومتیں چھٹی کی سند بین الاقوامی چھٹی سے دیتی ہیں چونکہ ان کا کوئی دین نہیں حلال و حرام نہیں کیا ان کی بھی بین الاقوامی سند ہی دیں گے۔ دین کے نام سے حکومت کو ڈرا کے دھمکا کے چھٹی کرنے کا جواز یہ علماء کہاں سے دیتے ہیں؟۔ آپ کے پاس دین و شریعت کے مصدر صرف قرآن اور سنت وسیرت حضرت محمدؐ ہیں۔ حضرت محمدؐ کے بعد تا عصر خلفاء اسلام جن کے اسلام پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے اسے عصر ذہبی کہتے ہیں، اگر انہوں نے کوئی کام کیا ہے تو اس کو لائق وسزاوار تاسی کہہ سکتے ہیں یہ علماء بتائیں کیا اس تیس سالہ دور خلفاء میں میلاد نبیؐ وفات نبیؐ منایا گیا تھا؟ حضرت عمر کو محراب عبادت میں قتل کیا گیا تھا تو کیا مسلمانوں نے چھٹی کی تھی؟ حضرت عثمان کو محصور کر کے گھر میں قتل کیا گیا تھا تو چھٹی کی تھی؟ حضرت علی کو محراب میں قتل کیا تھا تو چھٹی کی تھی؟ یہ دین و شریعت اور سیرت خلفاء اسلام کیا پاکستان کے استحکام کی نشانی نہیں بن سکتی ہے؟ چھٹی چاہے باہر کے دباؤ سے ہو یا حکومت خود کرائیں قابل ستائش نہیں بنتی ہے بلکہ حکومت کی کمزوری کی دلیل بنتی ہے۔

حضرت امام حسین کے قتل کے دو سو سال تک ائمہ اطہار موجود تھے ان میں سے کسی نے

بھی یہ دن منایا ہو یا کاروبار بند کیا ہو نہیں ملتا ہے۔ ہماری حکومتیں اس مشفق مہربان زوجہ یا
ماں جیسی ہونی چاہئیں جو اپنے شوہر کی کمائی کو دقیق باریک بینی اور افراتفری اسراف وتبذیر سے
دور اور گھر کی ہر چیز کا حساب کتاب رکھتی ہو گھر کی مصلحت کو بچوں کی خواہشات پر مقدم رکھتی ہو۔
حکومت کی مثال بھی گھر میں ناظر خاتون جیسی ہے ان کو اسراف وتبذیر سے روکیں ان کی
خواہشات پر نہ چلیں۔لیکن ان کی جمہوریت اوباشوں غنڈوں بچوں اداکاروں موسیقاروں کے
ووٹ سے بنی ہے لہٰذا جوان کی خواہشات ہوتی ہیں ان کو برآوردہ کرتی ہیں ان کو پڑھائی سے
زیادہ کھیل کود سیر وسیاحت ڈراموں کو اہمیت دیتے ہیں۔ان کیلئے موقع فراہم کرتے ہیں اسی
طرح وہ خواتین کی خواہشات کو ملکی مصلحت پر مقدم رکھتے ہیں۔اس سلسلے کی ایک کڑی اس وقت
وفاقی وصوبائی حکومتوں کا چھٹی کے خواہشمندوں کی خواہشات پر پورا اترنا ہے جو بھی جس کو بھی
چاہیے چھٹی ان کی میز پر ہوتی ہے۔سابق زمانے میں ایک دن چھٹی ہوتی تھی اب تو ہفتہ میں دو
دن چھٹی ہوتی ہے۔اب دینی مدارس بھی دنیا میں رائج چھٹیوں کے ساتھ چھٹی کرتے ہیں۔

چھٹی ثقافت یہود ہے یہودیوں کا کہنا ہے اللہ جب جمعہ کی شام کو تخلیق کائنات سے
فارغ ہوا تو ہفتہ کو استراحت فرمائی ہم نے بھی اس دن استراحت کرنی ہے چھٹی کرنی ہے جبکہ
نصاریٰ کا کہنا ہے حضرت عیسیٰ ہفتہ کی شام کو قبر سے زندہ ہو کرامت کی بخشش کے لئے سیدھا جہنم
گئے لہٰذا ہم اس کی خوشی میں اتوار کو چھٹی کریں گے۔ یہ دونوں چھٹیاں عقل اور آیات دونوں سے
متصادم ہیں اللہ کے لئے استراحت کا تصور نہیں کیونکہ آیت الکرسی میں آیا ہے اس کو اونگھ بھی نہیں
آتی دوسری آیات میں فرماتے ہیں وہ ہر آن نئی شان میں ہے اللہ ہی ممسک السموات والارض

ہے تمام مجرات ستارے اس کے ارادہ مشیت سے فضاء میں گردش کررہے ہیں۔اس چھٹی کا جواز قرآن اور سنت محمدؐ سنت خلفاء سے نہیں دشمن اسلام آل بویہ سے ملتا ہے۔ اہل اسلام علماء دانشوران ذی قدر نے چھٹیوں کی بھرمار لگادی۔

۲۔ ہفتہ میں ایک دن چھٹی کے لئے جو اجرت آپ وصول کرتے ہیں وہ بلا عمل وصول کرتے ہیں اس پیسہ کا کوئی موازانہ مقابلہ نہیں ہے' یہ حسب تعبیر قرآن ''اکل بالباطل'' ہے۔ حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ آپ کو بلا عمل اجرت دے حکومت ملت کے خزانے کی امین ہے۔ چھٹی کے دن اجرت دینا یہ ایک خیانت ہے۔عوام نے آپ کو خیانت کاری کیلئے منتخب نہیں کیا ہے لہذا آپ سال میں ۴۸ دن کی اجرت زیادہ لیتے ہیں جو کہ خزانہ حکومت سے بلا عمل اجرت ادا کی جاتی ہے یہ ایک اسراف بلا جواز ہے۔

۳۔سال بھر میں جس کی لاٹھی چلے وہ اپنے عمائدین کی ولادت ووفات کے دن چھٹی کرتے ہیں یہ دوسرا التعدی اور تجاوز ہے۔ ملک کے خزانے سے ملک کے عوام الناس کو اگر آپ ان چھٹیوں میں جو رقم خزانہ مملکت سے اپنے ملازم کو دیتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی کرپشن ہے۔

۴۔ایک عرصہ سے مسلمان ملکوں میں تصور عام ہو چکا ہے کہ ہماری حکومت ظالم ہے سیکولر ہے ان کا دین سے کوئی رشتہ نہیں ہے لہذا ان کی تصرفات حرکات کا ہم مواخذہ نہیں کرسکتے ہیں یہی غلطی ناجائز فعل حرام مذہبی جماعتیں بھی کرتی ہیں میلادنبی محرم کی چھٹی بعض دیگر عرسوں کی چھٹی وغیرہ۔

چھٹی کی بجائے کام بڑھاتے:

اگر ہم چھٹی کی بجائے کام بڑھاتے کارخانے لگاتے اداراجات کو دومرحلوں میں چلاتے صبح سے شام اور شام سے صبح ، زمینیں آباد کرتے مشینری ایجاد کرتے ہم بہت سے کام مشینری کے بجائے افرادی قوت سے چلاتے تو آج ہمارا ملک اور ہوتا جو دنیا کے لئے نمونہ بن جا تا۔لیکن بدقسمتی ہماری یہ بنی ہے دین و دنیا دونوں کو تقلید کی نگرانی میں چلایا ہے دین میں قرآن اور سنت سمجھنے کی بجائے جاہل فکر عربوں کے اشعار کی تفسیر وتشریح سمجھیں قرآن کی جگہ حدیث کساء، انتخاب زوجیت میں استخارہ یا بخت آزمائی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اگر آپ کام بڑھاتے تو قرض اتارنے کیلئے کشکول چندہ اٹھانے کے بجائے خود قرضہ دینے والے بن جاتے جس طرح آج چین چیزیں پیدا کر رہا ہے ہمارے پاس زمینی دریا کے علاوہ آسمانی دریا بھی بہتا ہے بتایئے ہمارے حکمران ملک بنانے کی ہمت کم اور توڑنے کا شوق زیادہ رکھتے ہیں وہ اتنے عاجز قاصر فقیر ہیں کہ وہ ہمیشہ مزدوری کر کے اس ملک کو توڑنا چاتے ہیں۔

چھٹی کے دن کی تنخواہ حرام ہے جو لوگ اپنے شکم میں لقمہ حرام ڈالتے ہیں ان سے کار حلال نہیں نکلتے ہیں۔ ہمارے ملک میں حکومتیں کارندوں کے علاوہ پارٹی کارکنان کو رعایت دے کر بھی مختلف نوع کی حرام خوری کرتے ہیں یہاں تک کہ حلال خوری کی شکل ناممکن الحصول بنی ہوئی ہے اس لئے ان پر وعظ و نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی ہے۔امام حسین نے لشکر عمر سعد سے

فرمایا تھا تمہارا شکم حرام خوری سے پُر ہو گیا ہے لہٰذا نصیحت اثر نہیں کرتی ہے۔ہم یہاں پر چند حرام خوری کی مثالیں پیش کرتے ہیں اگر کسی کے پاس اس کا جواز ہے تو تحریر کرے یا زبانی جواب دے۔ملک میں رائج حرام خوری کے گروہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔تمام کھیل کود سے وابستہ لوگوں کو جو رقوم خزانے سے دی جاتی ہیں وہ حکم شریعت کے تحت حرام ہے چونکہ کھیل کود قرآن میں حرام ہے شاید بعض مجھے قرون وسطیٰ کا مولوی کہتے ہیں لیکن مجھ سے قرون کی کتاب قرآن نے کہا ہے اگرچہ بے نظیر،زرداری،غنوی اسے پرانا کہتے ہیں۔

۲۔مزارات کے لئے دی جانے والی رقوم عقل وشرع دونوں حوالے سے بلا جواز ہیں کوئی انسان بتائے مردے کو گرمی لگتی ہے یا سردی لگتی ہے۔لاکھوں مزدوروں کی کمائی سے بزور چھٹی کر کے ان مردوں کی چھت کے نیچے طرب ورقص،ناچنے گانے والوں کی عیاشی حکومت کے ذمے ہے۔

۳۔ضرورت سے زیادہ بھرتی کرنے والے ہیں وزراء مشیر جو صرف اتحادی ووٹ کی خاطر بناتے ہیں یا پارٹیاں جو اضافی فالتو نوکریاں دیتی ہیں۔

۴۔کمیشن والوں کو جانے والی رقوم۔

۵۔اداکاروں اور عالمی اداروں کے لئے جانے والے ایوارڈ کی رقوم۔

۶۔ملک میں چلتی چھٹیوں کی تنخواہ "اکل حرام" ہے میرا یہ سوال تنہا اہل اسلام اہل ایمان والوں کے لئے نہیں بلکہ عقل و دانش والوں سے بھی ہے آپ اس دن کی جو رقم کھا رہے ہیں وہ

کس فارمولے میں آتی ہے۔اپنے ذرائع ابلاغ سے واضح کریں۔

پاکستان میں چھٹی کے ایام:

چھٹی عقل قرآن اور سنت قطعیہ رسول اللہ سے متصادم ہونے کے بعد پیروں اور احزاب کا اپنے قائد رہبر ونجات دہندہ کو یاد رکھنے کیلئے اس کی پیدائش وولادت یا وفات کو منانا کس عقل و شریعت سے متسند ہے؟ یا یہ نام نہاد اجتہاد سے بنتا ہے۔پاکستان کی آبادی ۹۸ فیصد مسلمانوں کی ہے جس کی تاریخ جو بھی ہو وہ فی زمانہ ۹۸ فیصد مسلمانوں کا ملک ہے۔مسلمانوں کے ایک ہی قائد ہیں وہ حضرت محمدؐ ہیں اس کے بعد عالم اسلام کے لئے دین وشریعت ہے اسکے علاوہ کوئی قائد نہیں ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے۔اگر رہتی دنیا تک یا ہماری عمر تک نبی کریمؐ کے بعد اقتدار سنبھالنے والے مشکلات ومسائل سے نمٹنے والے ابوبکر کی میلاد منائیں تو کیوں عمر بن خطاب ،عثمان بن عفان،علی بن ابن طالب کا دن نہ منائیں؟ اگر یہ دن منانا پسندیدہ وناگزیر ہوتا تو اس وقت کے مقتدر بلا ردیف ورقیب امیر المومنین بننے والے معاویہ ابن ابی سفیان کی وفات کا دن بنی امیہ کو یاد رکھنا چاہیے تھا۔اقتدار اعلیٰ کو بنی ہاشم سے چھین کر خاندان بنی امیہ کے گھر میں راسخ کرنے والے معاویہ کو کم از کم خاندان بنی امیہ کو نہیں بھولنا چاہیے تھا جس کا ان پر احسان تھا۔ معاویہ کے اقتدار سنبھالنے کے بعد اسکا کوئی رقیب وحریف نہیں تھا کوئی مخالف ومعارض نہیں تھا۔ اس کے بعد جب خلافت سفیانی خاندان سے مروان کے خاندان میں منتقل ہوا تو عبدالملک بن مروان جیسے مقتدر ومسلط پچاس ساٹھ سال جس کی حکومت چلی ہے اس کی ولادت و وفات

منانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور ان کے بعد بنی عباس نے وسیع وعریض حکومت قائم کی عقلاء علما ان کے خاندان سے نکلے، فلاسفہ وجود میں آئے امثال ہارون رشید اس وقت کے عالم اسلامی کی تمام حکومت اس کے زیر پرچم تھی امت اسلامی خلافت کو خاندان بنی عباس کا ورثہ سمجھتے تھے بلا شریک حقدار سمجھتے تھے انھوں نے کوئی برسی ولادت کا دن نہیں منایا۔ جب رسول اللہ خلفائے راشدین نے کوئی دن نہیں منایا تو علماء دانشوران ان چھٹیوں کی سند بتائیں؟۔ ترکیہ جو اس وقت عالم اسلام کا ایک بڑا ملک ہے مسلمان ہے آیا ان کا قائد حضرت محمدؐ سے زیادہ اتاترک ہے کہ اس کی چھٹی منائیں۔ اسی طرح پاکستان کے قائد جناح، اقبال، لیاقت علی خان پھر صوبائی قائدین تک کی برسی سالگرہ منانے کی کیا منطق ہے یہاں رسول اللہ کے علاوہ کوئی قائد نہ اعظم ہے نہ اکبر۔

لیکن ہم یہ دیکھیں گے کہ اگر رسول اللہ کا دن منائیں گے تو کون سا دن منائیں گے آپکی زندگی میں تین دن اہم متصور ہوسکتے ہیں:

۱۔ ولادت کا دن جو بارہ ربیع الاول ۵۷۰ء میلادی کو تھا اس وقت تاریخ میلادی چلتی تھی۔

۲۔ آپکا مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنے کا دن مکہ چھوڑنے کا دن یا مدینہ میں استقرار کا دن ۶۲۲ء میلادی ہے۔

۳۔ آپ کی وفات کا دن یہ ۶۳۲ء میلادی کو ہے۔

اب آتے ہیں ان تین دنوں میں سے کونسے دن کو منانا ہے جس کو منانے کے بعد ماننے

والوں کے دل میں نیا جذبہ آجائے ولولہ آجائے حرکت آجائے روح آجائے اگر کوئی کہانیاں بنائیں تو اور بات ہے۔ خود پیغمبرؐ نے فرمایا مجھے پتہ نہیں تھا میں پیغمبرؐ بنوں گا۔ آئے روز وفات منانے یعنی دکھ منائیں مصیبت منائیں اگر کوئی خود کو سقراط افلاطون ارسطو دکھانا چاہے تو اس سلسلے میں ان کی منطق پیش کریں، یا اگر خود کو سائنسی اکیسویں صدی کا انسان دکھانا چاہے تو ثابت کریں کہ مردوں کی یاد منانے سے مردوں کو کیا ملتا ہے؟ زندوں کو کیا ملتا ہے؟۔ اگر خود کو پابند قرآن اور سنت مانتے ہیں پیش کرتے ہیں تو آیات محکمات اور سنت قطعیہ کو سامنے لائیں۔ اس دن کے رقت آمیز واقعات کو تازہ کر کے یاد کریں عقل وشرع آیات احادیث سب میں آیا ہے کہ موت کا دن بھول جائیں اس کو یاد نہ کریں اس میں قافلہ پیچھے رہے گا جذبات ٹھنڈے ہو جائیں گے ہمت ہار جائیں گے۔ انسان کو سوچنا چاہیے اب ان کے جانے کے بعد اس ذمہ داری کو کون سنبھالے گا کون اس جگہ کو پر کرے۔ اظہار سینہ گرویدہ شائق شغف رکھنے والے محمدؐ کو مکہ سے اپنی جان و مال عزت وناموس کی قیمت پر بلانے والوں نے ان کی وفات پر غوغا کرنے کی بجائے سقیفہ میں جا کر اس مسئلہ پر سوچنا شروع کیا۔ دنیا کی بڑی طاقتوں کو گھٹنوں پر بٹھانے والے طالبان نے اپنے امیر المومنین عمر کی وفات کو دو سال تک چھپا کے رکھے تا کہ امت میں اختلاف نہ ہو جائے اگر ان کے دشمن اس راز کو فاش نہ کرتے تو مزید چھپا کے رکھتے۔ وفات شدہ قائد کے دن منانا حسرت منانا کام چھوڑو آوارہ رہو بے کار رہو کھاؤ پیو یہ منطق عقل سے بھی دور ہے۔ بعض اس غلط سنت کی بھی فلسفہ تراشی کرتے ہیں کہ اس دن مرحوم قائد کے فرمان و سیرت و کردار اقوال و گفتار کو تازہ کر کے آپ نسل نو کو یہ بتاتے ہیں کہ آپ کے قائد آپ کے محبوب قائد

یہ فرماتے تھے، یہ بات غلط ہے قائد کی گفتار و کردار نصائح و تعلیمات ہدایت ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے ہمیشہ نشر کرنا چاہیے اخباروں میں آنا چاہیے۔

غرض کسی کے مرنے کو یاد کرنا عقل حرکت ترقی و تمدن و شریعت سے پیچھے رہنے کی سازش ہے لہٰذا جب احد میں شیطان نے اعلان کیا محمدؐ دنیا سے گئے ہیں ان کی وفات مناؤ ان کے جنازے کو اٹھاؤ تو اللہ نے آیت نازل کی "محمدؐ بشر ہے آج مرے یا کل مرے ان کو کسی دن جانا ہے آپ محمدؐ کی پیروی نہیں محمدؐ کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی کریں" (العمران۔۱۴۴)۔

ماتم واعیاد:

طبیعی خوشحالی اور حزن و ملال کے برعکس مصنوعی خودساختہ ذرائع اور طریقہ کار سے اجر و ثواب کی ترغیب دے کر یا بعض کو ڈرا دھمکا کر توازن و اعتدال سے نکالنے کا نام ہے۔ اس سے دین و ملت اور حکومت کو کچھ نہیں ملتا ہے۔ ان دنوں کو منانے کی کوئی دلیل عقلی و شرعی کسی کے پاس نہیں ہے۔ اب تو مفاد پرست مذموم دشمن کو دیکھا کر غیرت دلا کر لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں پھر اپنے ساتھ ناانصافی دکھا کر حکومت کو ڈرا کر مطالبہ منظور کرنے کی بات ہے۔ اگر حکومت ان کے ساتھ بے بسی کا مظاہرہ کریں گے تو اس کے پاس سال میں بہت سی چھٹیاں ہو جائے گیں۔

ہمارے نزدیک ماتم پاکستان کے لئے ایک ناسور ہے۔ ناسور اس زخم کو کہتے جو عارض ہونے کے بعد علاج معالجہ سے ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ یہ ہر آئے دن خراب سے خراب تر ہوتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں اہل پاکستان کے لئے در پیش اصل ناسور دہشت گردی ہے اور دہشت گردی

مولود فرقہ واریت ہے۔فرقہ واریت ایک فرقہ کی نازیبا ناسزاوار ناقابل برداشت حرکتوں سے پیدا ہوتی ہے۔

مصادر حقوق:

ہر چیز کا ایک مصدر و ماخذ ہوتا ہے تا کہ عندلا ختلاف و تنازعہ اس کی برگشت اس مصدر و ماخذ کی طرف ہوتی ہے۔مصادر کی چند اقسام ہیں۔

ا۔مصادر مالی:

کسی کے پاس غیر متوقع دولت ہو تو حکومت اس حوالے سے سوال کرتے ہیں آپ کے پاس یہ دولت کہاں سے آئی ہے۔اس کے جواب میں کہنا پڑتا ہے کہ یہ میری کسب و تجارت کی درآمد ہے، یہ مجھے فلاں عزیز نے عطیہ کی ہے، یہ مجھے اپنے والد سے ورثے میں ملی ہے۔اگر وہ ان مصادر کی طرف نہ پلٹا سکے تو لوگ کہتے ہیں یہ چوری ڈاکہ کا مال ہے یا دوسری حکومتوں یا ہمارے دشمنوں نے مخبری کرنے کیلئے دیا ہے یا حکومت میں خرد برد سے لیا ہے۔

۲۔مصادر حقوق انسانی:

اگر کوئی انسان کسی سے حق طلبی کرتے ہوئے عدالت میں جائے کہ اس نے میرا حق چھینا ہے تو اس سے سوال ہوتا ہے آپ کا کونسا حق چھینا ہے روکا ہے تو اس کا تعین کرنا ہوتا ہے کہ کونسا حق انسانی چھینا ہے؟

۳۔مصادر حقوق سیاسی:

ملک میں اعلیٰ عہدوں پر یا سربراہ مملکت بننے کیلئے اجازت یا ووٹ دینے اور انتخاب کرنے کے حق کو حق سیاسی کہتے ہیں۔

۴۔مصادر حقوق اجتماعی:

یہ حق محلّہ والے، علاقہ والے یا مملکت دیتے ہیں۔

۵۔مصادر تصنیف وتالیف:

مصادر تصنیف وتالیف میں انبیاء، خلفاء، ائمہ ودانشمندان ودانشوران سے استنادکرتے ہیں اگر وہ سند درست نہ ہو تو یہ بات من گھڑت ہوگی لہٰذا خاص کر عقائد، تاریخ اور زندگی ساز مسائل کی سند مصادر سے دینا ضروری ہوتی ہے۔

۶۔مصادر حقوق نشر کتب:

کتب کی ابتداء میں لکھا جاتا ہے ان کی اشاعت کا حق بحق ناشر محفوظ ہے۔ کیونکہ اس کتاب کی تصنیف وتالیف یا ترتیب ومنظم طباعت سے پہلے مراحل پر اس نے رقم خرچ کیا ہے۔ اگر کوئی ناشر کی اجازت کے بغیر کتاب چھاپے تو اس پر عدالت میں مقدمہ ہوسکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم نے پہلے تذکرہ کیا ہے کہ دس نومبر کو اخبارات میں آیا تھا علامہ اقبال کی یوم پیدائش کے موقعہ پر حکومت جو عام چھٹی دیتی تھی اسے منسوخ کیا گیا ہے۔ بعض نے اس منسوخیت کے خلاف عدالت عالیہ میں درخواست دائر کی ہے، لہٰذا یہاں یہ سوال پیش آتا ہے کہ چھٹی کا حق کس ضمن میں آتا ہے چھٹی لینا اور دینا کس حق میں شمار ہوتا ہے، کہ انسان کام چھوڑ

کر آرام کرے خاص کر کہ کسی شخص، ادارے یا حکومت کے ملازمین چھٹی کریں یہ حق ان کو کہاں سے ملا ہے۔شریعت نے دیا ہے اس کو قرآن وسنت محمدؐ تاریخ اسلام سے ثابت کرنا ہوگا۔

اب آتے ہیں کہ اس چھٹی کا مصدر وماخذ کونسا ہے۔

ا۔طبیعت:

کیا یہ حق طبیعت نے دیا ہے۔اس حوالے سے طبیعت نے آپ کو پہلے سے ہی حق استراحت دیا ہے بلکہ انسان اپنے حق استراحت سے زیادہ حاصل کر رہا ہے۔لہذا ہفتہ میں ایک دن کی چھٹی کا مطالبہ جابرانہ وظالمانہ ہے۔قرآن کریم میں کہیں بھی نہیں آیا کہ حق استراحت سے زیادہ تجاوز کر کے انسان بے کار بیٹھے بلکہ اسے سعی وکوشش کے مطابق حق دیا ہے۔انسان کیلئے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے سعی وکوشش سے ماوراء کوئی چیز نہیں ہے۔قرآن اور سنت میں کہیں بھی نہیں کہ ہفتے میں ایک دن چھٹی کرو۔اسی طرح جمعہ کے دن جو اسلامی چھٹی سمجھی جاتی ہے اس بارے میں بھی قرآن میں آیا ہے نماز پڑھنے کے بعد اپنے کسب وکاج میں لگ جاؤ مسجد میں مت بیٹھو اور نہ ہی گھر میں بیٹھو ﴿فَإِذا قُضِيَتِ الصَّلاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَ ابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَ اذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (جمعہ۔۱۰)۔

۲۔حکومت:

حکومت یا قانون ساز اسمبلی بھی یہ حق نہیں دے سکتی اگر دیا ہے تو یہ نا جائز اور اپنی حدود سے تجاوز ہوگا، کیونکہ کام چھوڑنا خلاف مصلحت افراد واجتماع ہے۔اگر عوام نے یہ حق دیا ہے تو

انہیں اس کا احساس نہیں ہو رہا کہ انھیں اس عمل سے کس قدر نقصان ہو رہا ہے۔ اگر ملک میں ہفتہ وار، دباؤ چڑھاؤ احتجاجی چھٹیوں اور سالانہ منظور شدہ چھٹیوں سے لاحق نقصانات کے اعداد و شمار اکٹھے کریں تو اربوں کا خسارہ بنتا ہے۔ یہ خسارہ کس مد میں جائے گا، اس کا ذمہ دار کون ہو گا کون پورا کرے گا۔

مفروضہ دلیل:

بعض کالم نگاروں نے لکھا ہے دنیا بھر کی حکومتیں چھٹی دیتی ہیں۔ اگر انسان اپنی سرگرمیاں اس عقل و منطق کے تحت کرے کہ سب دنیا کرتی ہے تو یہ دلیل نہیں بنتی۔ یہ سیاہ اور اندھی تقلید ہے جس کی کوئی منطق نہیں بلکہ اسے فرسودگی اور خرافات کہتے ہیں جہاں بغیر کسی نفع و نقصان کی تشخیص کے تقلید چاہے کسی فرد کی ہو اجتماع کی ہو یا حکومتوں کی ہو درست نہیں ہے۔ اگر آپ نے تقلید ہی کرنی ہے تو کس حکومت کی کرنی چاہیئے کیونکہ آپ کی چھٹیوں کے دن ان کی چھٹیوں سے مختلف ہیں۔ لہٰذا یہ ایک بے ہودہ فرسودہ تصور ہے۔ ہم دعویٰ حکیم امت فیلسوف دانشمندی دانشوری نہیں کرر ہے بلکہ ہم غلام دلیل ہیں۔ یعنی کسی کے پاس کوئی دلیل و منطق ہے تو پیش کرے۔ اگر آپ خرافات و فرسودگیات میں فلسفہ تراشی کرنا چاہتے ہیں تو اپنی درس گاہوں میں ایک شعبہ اس نام سے بھی کھولیں کہ فلسفہ خرافات اور افسانہ جات کی ڈگری یہاں سے ملتی ہے۔

۱۔ کیا کم سے کم ایک صوبہ میں چھٹی ہونے سے اس صوبے کو فائدہ ہو گا؟

روزگاری ختم ہوگی، دہشت گردی ختم ہوگی آمدنیاں بڑھے گیں علم ودانش میں اضافہ ہوگا۔

۲۔ روح علامہ اقبال کو فائدہ ہوگا؟ کیا چھٹی کرنے سے اس ملک کو سوشلیزم بنانے والے بھٹو، اسلام کو پرانا نظام کہنے والی بے نظیر، توہین رسالت کرنے والے کے حامی و تائید کنندہ کی مغفرت ہوجائے گی؟ اگر جواب ہوگا کہ نہیں کچھ نہیں ہوتا تو میلاد نبیؐ کی بھی چھٹی نہ کریں ۹، ۱۰ محرم الحرام کی بھی چھٹی نہ کریں۔ یہاں بھی وہی سوال ہوگا کیا ان گھوڑوں، کجاؤں، جھولوں، جھنڈوں، گانوں غزلوں والی نوحہ خوانی سے شان امام حسینؓ میں اضافہ ہوگا؟ یا ان اونٹوں، رقاصوں والے لڑکوں سے عظمت رسولؐ بلند ہوگی؟

چھٹی کا معنی کاروبار زندگی روک دیں۔ اجتماعی محاورے میں پہیہ جام کریں۔ پاکستان جیسے ۲۰ کروڑ آبادی کے حامل ملک کا کاروبار بند کریں گے تو اس سے ملک کو کتنا نقصان ہوگا۔ حکومت اس کا تخمینہ سرکاری چھٹیوں کے دن کا نہیں بتائیں گے کہ اس سے ملک کو کتنا نقصان ہوتا ہے لیکن اگر حزب مخالف چھٹی کریں گے تو بتائیں گے کتنے ارب کا نقصان ہوا۔ جب حزب مخالف کے کہنے پر ہونے والی چھٹی نقصان دہ ہوتی ہے تو سرکار کے کہنے پر کرنے والی چھٹی بھی نقصان دہ ضرور ہوگی۔ لیکن کالم نگار بے انصاف کہتے ہیں حکومت نے عوام کا حق چھینا، یا علامہ اقبال سے انتقام لیا۔ اہل عقل وفکر و دانش عقل سائنس عقل برتی رکھنے والوں سے سوال ہوتا ہے کیا انسان کو اپنی مرضی سے نقصان اٹھانا درست ہوگا؟ یہ نکتہ وضاحت طلب ہے آپ کو اپنے کام اور ترک کام دونوں میں فارمولا پیش کرنا ہوگا یہ فارمولا ہمارے لئے ناگزیر ہے جس سے صرف نظر بہت نقصان دہندہ ہے لہذا اس نقصان سے بچنے کیلئے چھوٹا نقصان برداشت

کرنا پڑے گا۔

اگر یہاں یہ کہیں کہ کسی فارمولے کی ضرورت نہیں یہ لوگوں کی خواہش ہے۔ اگر لوگوں کی خواہش ہے تب بھی وہ ایک فارمولا ہے اب ثابت کریں۔ نظام جمہوریت میں لوگوں کی کتنی تعداد ہے کہ ان کی خواہش قبول ہوگی، ریفرنڈم کرائیں عوام سے ملک میں سرکاری طور پر کتنی دن چھٹیاں کرنا چاہیے۔ اگر چھٹیاں کر بھی لیں تو کیا اس دن کی تنخواہ لینا درست ہوگا اس کا بھی فیصلہ کرنا چاہیے یہ باتیں تمام عوام الناس تک پہنچانے کے ذرائع مفقود ہیں۔ ۲۵ محرم الحرام کی اخبار میں مجھے حیرت ہوئی معروف کالم نگار تجزیہ نگار جناب ہارون رشید کے کالم پر انہوں نے ۹ نومبر کی سرکاری چھٹی منسوخ کرنے کو اقبال کو بکرا بنانے سے تعبیر کیا ہے اور اس خسارے کے لئے عمران خان سے متوصل ہوئے ہیں۔ کم سے کم ایک صوبہ تو کرے، ایک صوبہ بے کار ہونے سے ان کی روح کو فائدہ پہنچے گا چنانچہ عمران خان نے انتخابات سے شکست کھانے اور اپنی خاندانی زندگی میں زلزلہ آنے کے بعد صوبہ سرحد میں چھٹی اور ایک ہسپتال کے قیام کا اعلان کیا ہے۔ جس سے صوبائی حکومت مثالی بن جائے گی۔

پاکستان میں بسنے والے اللہ کے فضل وکرم سے ۹۸ فیصد مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کا آئین جاویدو دائی و نا قابل تنسیخ وترمیم ہے، ملک میں قائم قانون ساز ادارے اس قانون کے طریقہ کار اور نفاذ کے لئے صلاح ومشورہ آراء پردازی کریں۔ جہاں آئین اسلام میں سکوت ہو وہاں آئین بنائیں جہاں اجمال وابہام ہو وہاں علماء ودانشوران مملکت تفسیر وتوضیح پیش کریں۔ اس تمہید کے بعد اب ہم آتے ہیں ملک میں جاری وساری ہفتہ وار، سالانہ مقررہ اور آئندہ مقرر

ہونے والی چھٹیوں کے دن سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے ملازمین جو تنخواہ وصول کرتے ہیں اس کے بارے میں شریعت اسلام کیا فرماتے ہیں۔میں کوئی مجتہد و مفتی نہیں ہوں کہ اس کا حکم بیان کروں میں ایک عمر رسیدہ طفل مدرسۃ الاسلام ہوں مجھے صرف سوال کرنا آتا ہے۔میں نے سوال کیا ہے یہ حق مجھے قرآن اور سنت کے عبد عقل و عقلاء نے بھی دیا ہے۔سوالات ہی سے علم کھلتا ہے سوالات ہی سے درسگاہیں چلتی ہے۔میرا سوال مفتیوں سے نہیں بلکہ ان فرقوں سے بھی نہیں جن کے ہاں ایک جواب ملنے کے بعد دوسرے سوال کی اجازت نہیں ہے۔

میرا سوال یہ ہے ہمارے ملک کے خزانے سے ایک بڑی خطیر رقم کس جواز عقلی و شرعی سے نکلتی ہے جس کا خسارہ اس ملک کے ٹیکس دہندگان پر پڑتا ہے۔ملک کے علماء دانشوران و ماہرین آئین اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اس ملت کو ان بجٹوں کے فارمولے بتائیں کہ یہ کس مد میں آتے ہیں؟ کیونکہ ہم ایک مسلمان ہونے کی ناطے سے پہلے مرحلے میں ان آیات محکمات قرآن کے پابند ہیں جن میں بطور صریح منع آیا ہے مسلمانوں کسی اور کی کمائی کو بغیر جواز عقلی و شرعی مت کھاو، کسی کا مال کسی کے لئے مندرجہ ذیل حالات کے تحت مباح ہوتا ہے، اس نے آپ کو بخشا ہو عطیہ کیا ہو یا اس کے مقابل میں آپ نے ان کا کوئی کام انجام دیا ہو یا قانون ارث کے تحت وہ مال آپ کو منتقل ہوا ہو، اگر ان تینوں کے بغیر ہے تو یہ "اکل باطل" ہے۔اکل باطل میں چوری ڈاکہ جبر اور تشدد رشوت ستائی دھوکہ دہی آتا ہے اور ان ذرائع سے حاصل مال کو کھانا استعمال کرنا حرام ہے۔جس طرح سرقت تمام کاموں میں حرام ہے اس طرح رشوت پیش کرنا بھی حرام ہے۔

اب ہم آتے ہیں **کیا پاکستان ترقی پذیر ملک ہے:**

یہ سوال اپنی جگہ سادہ و پیچیدہ دونوں ہے۔ یہاں ہر ایک اپنی محصولات فکری خرچ کر کے جواب دے گا لیکن جوابات دیکھنے سے پہلے خود ترقی کا معنی مفہوم واضح ہونا چاہیے:

۱۔ زرداری اور ان کی جماعت کے نزدیک ڈاکٹر عاصم جیسی شخصیتوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے جنہیں کمیشن بنانے کا طریقہ آتا ہے۔

۲۔ مذہبی جماعتوں کے نزدیک مساجد و مدارس کے منارے قبہ بلند ہو جائیں اندر گرم ٹھنڈا کرنے کے وسائل ہوں، طلباء کی عیش اور نوش یقینی بن جائے فطرے اور کھال زیادہ ملے۔

۳۔ کالج یونیورسٹیوں سے فارغ افراد کے نزدیک جلسے جلوس دھرنوں سے پابندیاں ہٹ جائیں۔

۴۔ سرمایہ داروں کی خواہش ہوتی ہے ملک کی ہر چیز پر قابض ہو جائیں۔

۵۔ تحریک انصاف والوں کی نظر میں ملک میں موجود تمام با حجاب خواتین اداکار گلوکار بن جائیں اور ان سے یکجہتی کریں نیز داڑھی والوں کو ایوان سے رخصت کریں۔

۶۔ ہماری سوچ و فکر کہتی ہے یہ ترقی پذیر ملک نہیں، یہاں ترقی نہیں آسکتی ہے۔ کیونکہ ترقی اداکاری اور گلوکاری نہیں ۔تنہا اقتصادی ترقی ہی پر زور دینا ہی کافی نہیں کیونکہ اقتصادی ترقی کیلئے سرمایہ داروں کا تحفظ ضروری ہے، ورنہ وہ کارخانے نہیں لگاتے اپنی

دولت کو سامنے نہیں لاتے۔ چنانچہ زرداری جیسا شہادت کا استقبال کرنے والا تختہ دار کو چومنے والا یہاں آنے سے ڈرتے ہیں۔ کہتے ہیں یہاں ایک جنگ عرصہ سے چل رہی ہے وہ جنگ ختم ہوتے نہیں دیکھتے ہیں وہ کونسی جنگ ہے وہ جنگ ملک کی سرحدوں پر نہیں صوبوں میں نہیں، محلے کی گلیوں میں چل رہی ہے۔ یہ جنگ فرقہ پرستوں اور اباحہ پرستوں کی جنگ ہے۔

پاکستان ترقی ناپذیر ہونے کی وجہ یہاں قانون ثالوث نافذ ہے انگریز نے جو قانون دیا ہے یہاں وہی نافذ ہے دوسرا اس ملک میں سیکولر مفاد پرستوں کا بنایا ہوا قانون ہے اور تیسرا قانون یہاں کے بیچارے مسلمانوں کو ٹھنڈا کرنے سلانے کیلئے اسلامی قانون نافذ ہے یہ قانون جس شکل وصورت میں بھی سیکولروں کی آنکھوں میں خار ہے مسلمان اس کا نفاذ چاہتے ہیں انگریز کے غلام ونوکر انگریز کے قانون کا نفاذ اور مفاد پرست قوم پرست اپنے قانون کا نفاذ چاہتے ہیں لہٰذا اسمبلی اور عوام میں قانون کی جنگ ہے۔ ایک ملت ایک قوم ایک ہی قانون برداشت کرتے ہیں وہ چند قانون کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ جس ملک میں چند قانون نافذ ہوں وہ ملک ترقی ناپذیر ہوتا ہے۔

ا۔ ایک اس ملک کے ایوانوں میں بنائے گئے قوانین ہیں جو ۱۹۵۸ء سے لیکر اب تک کے ایوانوں نے بنایا ہے وہ کثرت تغیر وتبدل ترامیم سے کتنا چور چور اور زخمی ہوا ہے وہ ہمیں پتہ نہیں ہے لیکن اس قانون کی حامی نمائندہ سیاسی جماعتیں ہیں جس میں دینی اور الحادی سب شامل ہیں۔

۲۔ دوسرا مغربی ممالک کا قانون ہے جو یہاں کے حکمرانوں کے ذریعے وقتاً فوقتاً نافذ

ہوتا رہتا ہے۔

۳۔تیسرا قانون وہ قانون ہے جو قرآن وسنت محمدؐ سے ماخوذ ہے اس قانون کو قانون الٰہی کہتے ہیں،اس قانون میں کسی قسم کے تضاد واختلاف کی گنجائش نہیں ہے یہ قانون گرچہ حکومتی سطح پر نافذ نہیں ہے لیکن یہاں کے ۹۸فیصد مسلمانوں کی آرزوئیں اور تمنائیں اس قانون سے وابستہ ہیں۔اگر یہ قانون کبھی اسمبلی کے بنائے ہوئے قانون سے یا مغربی تحمیل کردہ ٹھونسے گئے قانون سے مزاحم کریں گے مقابلہ پر آئیں گے تو یقیناً ہر مسلمان کے دل قانون اسلام کے ساتھ ہوگا۔ہم یہاں پر ایک اہم اسلام بمقابلہ مغربی قانون کی مثال ونمونہ پیش کرتے ہیں،یہود صلیبی مجوسیوں کی ایماو اشارے پر ترغیب وتشویق کی بناء پر قرآن وسنت کی اہانت کے اعداد وشمار ہمارے پاس نہیں ہے بلکہ ملک میں بعض شناختی مسلمان اعلیٰ حکمران ان کی پشت پے نظر آتے دیکھا گیا ہے۔چنانچہ یہ صورت حال برداشت سے باہر ہو کرامت رسول کے ادنیٰ مجاہد نے اپنی جان کی پرواکئے بغیر ایک ملحد،بے دین،حامی موہن محمدؐ کو اپنے غم وغصے کا نشانہ بنا کر جان سے مارا تھا۔اس جرم پر اس کو پھانسی پر چڑھایا یہ خبریں ہم ۲۱ جمادی الاول کی اخباروں میں پڑھے ہیں،لیکن تفصیل روزنامہ امت میں دکھایا گیا ہے کہ کسی فرقے یا گروہ میں تھے یا نہیں اس کا ہمیں پتہ بھی نہیں اور سروکار بھی نہیں ہے۔لیکن مغرب والوں کی خوشنودی کیلئے یہ پھانسی یہاں کے حکمرانوں کیلئے امت مسلمہ کے غم وغصے کا باعث بنے گی۔جب رعایا کے دلوں میں حکمرانوں کیلئے نفرت وکراہت ہوگی تو یہاں سے قانون اسلام اور قانون الحاد میں تصادم ہوگا تو یہاں ان کے دلوں میں ایسے حکمرانوں کیلئے نفرت وبیزاری بددعا ہوگی۔

کیا آپ پاکستان میں ترقی چاہتے ہیں:

قارئین کرام آیئے ہم دوفرضی ریفرنڈم کرتے ہیں:

۱۔ پورے پاکستانی عوام سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ترقی چاہتے ہیں یا نہیں، آپ بتائیں ہاں میں جواب دینے والے کتنے ہوں گے کوئی مولوی اللہ والے بھی ملینگے جو جواب نفی میں دیں شاید نہیں ہونگے اور نہ چاہنے والے کتنے ہوں گے۔ میرا خیال ہے چاہنے والے تمام ہونگے اور نہ چاہنے والے صفر ہونگے، اگر کوئی ہونگے بھی تو شرم وحیاء سے چھپنے کی جگہ نہیں ملینگے۔ ترقی چاہنے والوں کو جو ووٹ ملینگے وہ کسی اور موضوع والوں کو نہیں ملینگے۔

۲۔ آپ کو ڈیموکریسی چاہئے یا اسلام چاہئے ہم فرض کرتے ہیں ڈیموکریسی چاہنے والوں کو ملیں گے گرچہ یہ ممکن نظر نہیں آتا ہے وہ اس لئے نہیں ڈیموکریسی خراب بدشکل وبدصورت ہے جب دنیا میں گائے پرست ہیں تو جمہوریت پرست کیوں نہیں ہونگے۔ کیونکہ ڈیموکریسی ایک تصور ہے خیال ہے اس کے نمائندے اس کی ترجمانی کرتے ہیں یہاں ڈیموکریسی کی ترجمانی پی پی نے کی ہے، پی پی کی اسلام دشمنی پہلے غیر واضح تھی لیکن جب سے بلاول آیا ہے واضح ہوگئی ہے باقی دنیوی ترقی میں قابل ذکر مزارات میں دیکھنے میں آتی ہے، اپنے اور اپنے وزراء مشیروں پارٹی کے وفاداروں میں دیکھیں ترقی یعنی ترقی سے دولت بنایا جیسا سرے محل یہاں کے خزانے سے لوٹ کر خریدا، این آر او کے ذریعے قانون بنا اور یہ تمام لوٹی ہوئی دولت ایک دن کیلئے بنائے گئے قانون سے مہر غفران بنائی۔ پتہ چلا ڈیموکریسی کیا ہوتی ہے۔ دوسری مثال اشرف کی ہے

مستعفی ہونے سے پہلے ایک ہفتہ میں ۱۹ ارب روپے خزانے سے نکال کر وزراء میں تقسیم کئے۔
ایم کیو ایم کے دور میں اہلیان کراچی نے ڈیموکریسی دیکھی جس میں اہلیان کراچی کے جان و مال ناموس عزت نفس سب خطرے میں تھی اس کے علاوہ اسلام کیلئے خطرہ بنا ہوا تھا کیا کوئی انسان ہے جو ایسی ترقی کو پسند کرے۔

۳۔ تحریک انصاف کی ڈیموکریسی شاہراہ دستور پر دو مہینے مسلسل ہر خاص و عام نے دیکھی ۔یہاں کے کلمہ پڑھنے والے مسلمان تو چھوڑیں اہل مشرق اس پدر مادر، ماں بہن بیٹی باپ بھائی بیٹے کو اپنے گھروں میں ٹی وی کے سامنے بیٹھنے کی گنجائش نہیں رکھی، سنا ہے اسقاط حمل والی دواؤں کا کاروبار ان دنوں اسلام آباد میں کافی منافع بخش رہا۔

۴۔ ڈیموکریسی مسلم لیگ اس نے یہاں ڈیموکریسی کی تین نمائش رکھی۔ایک نمائش ملحد بے دین مستہز رسول مسلمانوں کو غصہ دلانے صلیبیوں کو خوش کرنے کی ڈیمو کریسی دکھائی ہے۔دوسری ڈیموکریسی ہندوؤں کے مندروں گردواروں میں جا کر ۱۸ کروڑ مسلمانوں کو پس پشت ڈال کر پاکستان کو ہندوستان کا جاتی امراء بنانے کا وعدہ دیا۔تیسری ڈیموکریسی پنجاب اسمبلی سے حقوق نسواں بل پاس کرا کر دکھائی۔چوتھی ڈیموکریسی پانامہ لیکس دکھا کر کی۔ پانچویں ڈیموکریسی بلتستان کی اسمبلی کے ایک ووٹ کی قیمت کروڑوں میں لگا کر دکھائی، اگر آپ کے پاس ان سے زیادہ کوئی اور شریف ہے تو پیش کریں جس پر آپ کو اعتماد حاصل ہو یا تجربہ شدوں کو دوبارہ آزمائیں گے، یہاں سے سوال پیش آتا ہے پھر تو کوئی اور نظام باقی نہیں سوشلزم کو بھی اہل پاکستان نے دیکھا کمیونزم کے ماہرین کو بھی دیکھا اب رہ گیا اسلام تو سوال ہو سکتا ہے کونسے

اسلام سپاہ صحابہ والے،تحریک فقہ جعفریہ والے جنھوں نے ہمیشہ شریعت بل نامنظور کی ریلیاں نکالیں، پی پی کے ذیلی انتخابی کمیٹی بنانے والے، اسلام کو وزارتوں کیلئے فروخت کرنے والے ،یہاں کے جذباتی مسلمان یہ کہیں گے کہ ہمیں اسلام سعودی یا ایرانی چاہئے ،اسلام عمر، ابو بکر یا علی چاہئے۔لیکن ہمیں صرف اسلام اللہ چاہئے۔

ڈیموکریسی کی ترقی ہم نے دیکھی اب ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اسلام ترقی کے بارے میں کیا نظریہ پیش کرتا ہے اس سلسلے میں تین نکات کی وضاحت ضروری ہے۔

ا۔ کونسے اسلام کی بات کرتے ہیں بعض گروہ کے نزدیک اسلام کا نمونہ سعودی عرب ہے جبکہ بعض دیگر کے نزدیک ایران ہے۔ ان دونوں کے درمیان اختلاف کی وجہ سے امت اسلامیہ میں بھی اختلاف ہے۔اس میں جائے شک نہیں عالم اسلامی میں یہ دونوں مما لک مظاہر اسلامی میں ایک پہچان رکھتے ہیں۔لیکن امت اسلامی نے عرصہ دراز سے ناسمجھی یا غیروں کے کہنے پر قرآن وسنت کی جگہ معیار نظام خلافت وامامت جیسے بے معنی شعار بلند کر کے اسلام کو روک رکھا ہوا ہے۔اسی طرح مسلمانان پاکستان کو سعودی اور ایران کے اسلام کو دکھا کر اسلام کو روک رکھا ہے،اس کے علاوہ سعودی عرب اور ایران نے ہمارے ملک میں اپنی قیادت اسلامی کی خدمات پیش نہیں کیں بلکہ سیاسی رخ کو اپنایا ہوا ہے جس کی مثال دونوں ملکوں نے ضد اسلام دوست اسرائیل پرویز مشرف کی حمایت کی تھی۔کیا پرویز کی حمایت کرنے والے نمونہ اسلام بن سکتے ہیں۔

۲۔ ہم کیوں اسلام کو خلفاء راشدین یو سعودی عرب وایران سے لے لیں ہمارے پاس

خالص وحی پر مشتمل تبیان کل شی والا قرآن موجود ہے جو خار چشم غرب ومنافقین مسلمان بنا ہوا ہے ۔ہم اللہ کے اسلام کی بات کرتے ہیں کیونکہ اسلام اللہ کا دین ہے محمدؐ کا بھی نہیں کیونکہ محمدؐ لانے والے ہیں ،خلفاء راشدین اسلام پر اترنے کی وجہ سے مسلمانوں کیلئے عزیز اور مثال بنے ہیں لیکن نظام ان کا نہیں ہوتا ہے جس طرح تقلیدی مولوی اور غرض مند روشن خیال سمجھتے ہیں۔

۳۔ ہم دین اسلام کی بات کرتے ہیں جو اللہ نے بھیجا تھا وہ جس کتاب میں تھے وہ قرآن کریم ہے لاریب فیہ ہے لیکن بد قسمتی سے مولوی غلام حسین ،عبدالکریم مشتاق ،غضنفر تونسوی ،اعظم طارق ، تیجانی کی کتابوں جیسی اس عظیم کتاب پر بھی پابندی اٹھا کر مصادر عقائد مصادر تاریخ مصادر درسی میں شامل کریں ۔پھر علماء دانشوران کو دعوت دیں اس کتاب میں جو اسلام ہے اسکو دیکھیں، وہ کیڑے مکوڑے ، کتے خنزیر ،گدھے کا گوشت استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں اگر دیتا ہے تو ہماری ترقی یقینی ہے پھر ہم چین سے آگے اگر نہ جائیں تو برابر ہو جائیں گے۔

اس کتاب میں جو اسلام پیش کیا ہے اوپر سے بمباری کر کے لوگوں کی دولت کو لینے والوں کا ساتھ دیکر اپنے ملک وملت سے خیانت کرنے کی اجازت دیتا ہے کہ نہیں۔اس کتاب میں اسمبلی میں ،وزیر اعظم وزیر اعلیٰ وخارجہ و داخلہ اور مشیروں کو کتنی قیمت کے لباس پہننے کی اجازت دیتا ہے۔

آیئے ہمارے برادر انسانی یا برادر نصف ایمانی ترقی کے دیوانوں کو جو ترقی کیلئے یورپ کے مجنوں بنے ہوئے ہیں نے پہلے مرحلے میں انہوں نے یورپ والوں سے پوچھا تھا کہ ترقی

کیسے کرتے ہیں؟ یہ کون دیتا ہے؟ تو انہوں نے دھوکہ دے کر کہا تھا "ہماری زبان بولو ہمارا جینا رہنا سہنا سیکھو"۔ پھر آپ میدان میں اترے ان کی زبان بولے ملک میں اردو نہ آنے کا فخر کرنے والے بہت نکلے لیکن ترقی نہیں آئی، ترقی کی خاطر گردن میں صلیب لگانے والے بہت نکلے لیکن ترقی نہیں آئی، گھر کے کمروں کا انگریزی میں نام رکھا لیکن ترقی نہیں آئی، قرآن کریم کی آیت نمبر انگریزی میں لکھا لیکن ترقی نہیں آئی، فتاویٰ کے نیچے انگریزی تاریخ لکھی لیکن ترقی نہیں آئی، یہاں سے آپ کو سوچنا چاہئے تھا ۶۵ سال تک انگریز کی اندھی تقلید کرنے کے باوجود ترقی نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ کو خود غور کرنا چاہیے کہ انہوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے ہمیں خود سوچنا چاہیے ترقی کیا ہوتی ہے کسے کہتے ہیں کن چیزوں سے مرکب ہے، لینے میں کتنے سال لگتے ہیں؟ ان کی تقلید کئے بغیر آپ ترقی کر سکتے تھے آپ کے اس ملک میں ترقی کے تمام عناصر دستیاب ہیں آپ کی دسترس میں ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی کمی نہیں ہے آپ کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ صاحب بن عباد وزیر آل بویہ نے علم نحو پر نئی کتاب دیکھی جو یورپ کے شہر اندلس سے آئی تھی کتاب دیکھنے کے بعد کہنے لگا یہ ہمارا ہی سرمایہ تھا جو ہمیں واپس کیا ہے۔ انہوں نے یہ عناصر آپ سے لئے ہیں۔ آئیں دیکھتے ہیں ترقی کے کیا عناصر ہیں۔

ترقی کے عناصر یہ ہیں:

۱۔ پہلا عنصر انسان ہے۔ یہ اعزاز یہ کرامت اللہ نے آپ کو بھی دی ہے انسان ہونے میں یورپ امریکہ مغرب مشرق سفید سیاہ سب برابر ہیں ہم بھی انسان ہیں وہ بھی، قرآن کریم میں بار بار آپ کو متوجہ کیا ہے۔ آپ بھی انسان ہیں آپ کی انسانیت میں کوئی کمی نہیں ہے آپ

میں وہی صلاحیت موجود ہے جو مغرب والوں میں تھی، مغرب والے سترھویں صدی سے پہلے فقر وبدبختی پسماندگی تاریکی وحشی انجانی زندگی گزار رہے تھے۔ آپ کو عقل آنا چاہیے جب ایک انسان ایسے کرسکتا ہے تو میں بھی کرسکتا ہوں۔ ہمارے کمانڈو صدر پاکسان میں اتاترک بننے کا خواب دیکھنے والے نے کہا تھا ہم میں اور انگریز میں فرق ہے وہ آقا ہے ہم اس کے غلام ہیں غرور فرعونی رکھنے والے نے اگر تاریخ اسلام تاریخ ہند اسلامی پڑھی ہوتی تو وہ ایسی بات نہیں کرتا اسلام نے تاریخ میں آقا اور غلام کا فرق ختم کیا ہے، مشرق وسطیٰ میں وسیع وعریض حکومت قائم کرنے والا صلاح الدین غلام نژاد تھے، ایک صدی تک مصر میں حکومت مما لک تھی۔ ہلاکو کو شکست دینے والا غلام زادہ تھے، ہندوستان میں مما لک نے حکومت کی۔ مرحوم محمد باقر الصدر نے فرمایا اگر کوئی کسی کیلئے مشکل کھڑی کرتا ہے تو دوسرے کو بھی سمجھنا چاہئے وہ اس کو ختم کرسکتا ہے۔ اگر کسی نے آپ کے سامنے کوئی رکاوٹ ومشکلات کھڑی کی ہیں تو آپ بھی ان کے راستے میں مشکلات کھڑی کرسکتے ہیں۔ غرض آپ کے اندر لوازمات انسانیت بطور کامل موجود ہیں ان سے کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ اس کا واضح ثبوت یورپ کا باربار آپکے ملکوں میں فتنہ فساد قتل وکشتار مختلف حیلے بہانوں سے ویران کرنا ہے پھر مہربان بن کر پناہ گزینوں کی پذیرائی کا اعلان کرنا، گریجویشن اسکالرشپ کے نام سے جوانوں کو لے جانا اور وہیں رکھنا اس بات کی دلیل ہے وہ فقر انسان رکھتے ہیں۔ لیکن آپ خود ان کے مقابل میں لکھنوی بن کر بیٹھا ہے کہ حضور ہماری کیا حیثیت ہے۔

۲۔ طبیعت ہے طبیعت میں زمین پہاڑ دریا فضاء برو بحر سب شامل ہیں۔ اسی زمین سے

دریا سے پانی ہوا سے،شگاف کر کے اوپر جاتا ہے،چیر کے نیچے جاتا،سمندر کے تہہ میں جاتا ہے۔ مادے کی تلاش میں انسان زمین کھود کے نیچے جاتا ہے سمندر کے تہہ میں جاتا ہے غواصی کرتا ہے۔آپ کی مطلوبہ چیزیں اسی میں چھپی ہوئی ہیں۔اللہ نے فرمایا ہے تمہاری تمام مطلوبہ چیزیں اسی طبیعت میں ہیں ﴿وَ آتـاکُـمۡ مِـنۡ کُلِّ ما سَأَلۡتُمُوهُ﴾ (ابراہیم۔۳۴)سمندر کے پڑوسی دریا آپ کے شہروں کے پاس سے گزر کر آتے ہیں،معدنیات سے پر پہاڑوں کی وادی میں آپ بستے ہیں،مغرب والوں کا برو بحراور فضا سے یہاں آنے کا مقصد سیاحت نہیں بلکہ سراقت و سیادت ہوتا ہے لیکن آپ لکھنوی بنے رہیں۔انگریز یہاں سے طبیعت کے خزانے لوٹ کر لے گئے جس طرح آج کل افغانستان سے لوٹ کر لے جارہے ہیں فرق صرف اتنا ہے وہ یہاں سے خام مال لوٹ کر لے جاتے تھے جبکہ ہمارے حکمران یہاں سے نوٹ لوٹ کر وہاں لے جارہے ہیں۔لیکن وہ اسی زمین سے نکال کر باہر لیجاتے ہیں ہاں کام کرنے والے ہمارے ہی آدمی ہوتے ہیں جو فائدہ ہوتا ہے ان کو دیتے ہیں۔

۳۔عنصر وقت ہے ترقی ایک دو دن میں نہیں ہوتی ہے ترقی مسافت زمانہ طے کر کے ہوتی ہے چنانچہ مغرب میں اٹھارویں صدی کے بعد شروع کی تھی۔اٹھارویں بھی گزر گئی انسویں صدی بھی گزر گئی بیسویں صدی شروع ہوئی جتنی بھی ایجادات جو ابھی آپ کے سامنے ہیں وہ بیسویں صدی کی ہیں تو سمجھنا چاہیے ان چیزوں کو سمجھنے کیلئے وسائل وذرائع تلاش کرنے کیلئے وقت بھی چاہیئے۔فکر سے فکر بنتی ہے تجربے سے دروازہ کھل جاتا ہے ایک دہشت گرد کے پکڑنے سے بیسویں دہشت گرد پکڑے جاتے ہیں۔جنگی اسلحے کو دیکھ کر ہمارے لوگوں نے بھی اسلحے

بنائے ہیں، لیکن ہم نے وقت سے استفادہ کرنے کی بجائے وقت کو ضائع کرنے کی ترقی حاصل کی ہے۔ وفاق کی چھٹیوں پر صوبوں کی چھٹی ،صوبوں کی چھٹی پر ضلعوں کی چھٹی سرکاری چھٹی پر پارٹیوں پی پی اور ایم کیوایم کی چھٹی پھر علماؤں کی چھٹی ہے ہمیں یہ بھی افتخار واعزاز حاصل ہے ہماری حکومتیں چھٹی دینے میں کوتاہی نہیں کرتی ہیں، چھٹی کی پرچی افسر کی میز پر ہوتی ہے۔ اگر عقل اور قرآن کی رو سے دیکھا جائے تو کسی بھی مسلمان کیلئے چھٹیوں کی تنخواہیں جائز ہونا مشکل ہے، اپنے علماء سے اس سلسلے میں بحث کریں حکومت کو یہ حق کس نے دیا ہے اگر کہیں عوام نے دیا ہے یا تو جھوٹ ہے یا پھر احمقانہ ہے، عوام کو حقوق دوسرے کو منتقل کرنے کی اجازت ہر چیز میں نہیں انسان آزاد خود کو کسی کا غلام نہیں بنا سکتے ہیں حتیٰ نبی کسی کو غلام نہیں بنا سکتے یا کوئی نبی کا غلام نہیں بن سکتا ہے، یہ جو نبیؐ کے یا اماموں کے غلام بنتے ہیں یہ ثقافت ملوکیت ہے، اعضاء و جوارح فروخت نہیں کر سکتا ہے عوام کے اختیار محدود ہیں وہ نمائندوں کو غیر محدود اختیارات نہیں دے سکتے ہیں۔ کسی دوسرے کا مال جائز ہونے کیلئے کتنے فارمولے ہیں۔

۴۔ چوتھا عنصر اقتصاد ہے اقتصاد یعنی درآمد اور اخراجات میں توازن رکھنے کا نام ہے ایک انسان اتنا خرچ کریں جتنی اس کی آمدن ہے بلکہ تمام آمدن بھی خرچ نہ کریں حتیٰ ایسی جودو سخا بھی نہ کریں۔ ایسے قصہ کہانیوں پر توجہ نہ دیں جن میں آیا ہے فلاں عالم دین نے سب کچھ فقیر محتاج مند کو دیکر خود گھر میں بھوکے رہے یہ قرآن کے خلاف ہے ﴿وَ لا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلى عُنُقِكَ وَ لا تَبْسُطْها كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَحْسُوراً﴾ (الاسراء۔۲۹)۔ ملک میں نظام جامع کامل عزت دار بنانے کیلئے یوسف صدیق کی بادشاہ مصر کو دیئے گئے ہدایت نامہ کو

سامنے رکھیں، اسلامی نظام اقتصاد میں سرمایہ داروں کا دولت چھپانا دنیا و آخرت دونوں میں جرم ہے سورۃ توبہ کی آیت ہے ﴿وَ الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (توبہ۔۳۴) دولت اپنے ملک میں گھروں میں چھپا کر رکھنا جرم ہے چہ جائیکہ اس کا منافع دیگران کو دے خود پاکستان کو محروم رکھیں جس وزیر نے کہا ہے آف شور کمپنیاں بنانا جائز ہے اگر وہ پاکستان کے تنہا شہریت رکھنے والے ہیں یا اپنے حلف وزارت میں جھوٹ خیانتی نیت سے حلف نہیں لیا ہے اگر وہ مسلمان وزیر ہے تو قرآن اور سنت کے تحت ایسا کرنا خیانت اور بے ضمیر انسان ہے تنہا وہ نہیں بلکہ وہ بھی بے ضمیر ہے جس نے ان سے اتفاق کیا ہر سال یہاں والوں پر ہر آئے دن نیا ٹیکس لگاتے ہیں۔ ٹیکس چوروں پر مقدمہ چلائیں اور جو ٹیکس بچائیں ان پر بھی، یہاں کی عوام کہتی ہے کہ حکومت کو ٹیکس دینا جائز نہیں کیونکہ حکومت ظالم ہے حکمران اپنی دولت کو ٹیکس بچانے کیلئے دیار کفر میں رکھتے ہیں اس کا مطلب حکومت بھی یہ سمجھتی ہے یہاں ٹیکس دینا جائز نہیں کیونکہ عوام ظالم ہیں جب عوام حکومت کو اور حکومت عوام کو ظالم تصور کریں تو پھر یہ ملک کیسے ترقی کرے گا۔ یہ کونسی عدالت ہے دنیائے کفر و الحاد کو ملک کی ترقی کے نام یہاں سرمایہ کاری کی اپیل کریں اور اپنا سرمایہ دوسرے کے ملک میں رکھیں، روزنامہ امت ۲ شعبان ۱۴۳۷ھ کو آیا تھا گیارہ کھرب ڈالر پاکستان کے حکمرانوں سیاستدانوں تاجروں نے دولت پانامہ میں رکھی ہے۔ لیکن ہمارے دانشوران خاص کر اقتصاد و خزانہ داری میں پڑھنے والے اپنی حکومت اسمبلیوں سیکرٹریوں کی عیاشی کیلئے ابھی تک کتنے قرض لیتے رہے ہیں سننے میں نہیں آیا۔

۵۔ سیاست حکمران وسرمایہ داران ہیں، اس مسئلے کا حل ابھی تک نہیں ملا ہے کہ آیا حکمران سرمایہ داری کو چلاتے ہیں یا سرمایہ دار حکومت کو چلاتے ہیں۔ مسئلہ اتنا اہم نہیں ہم اس کٹ حجتی میں وقت تلف اور ضائع کرنا نہیں چاہتے ہیں اصل موضوع گفتگو یہ ہے کہ حکمران کی سیاست کیا ہے کہ اس میں ترقی لانی ہے یا ان کی سیاست یہ ہے ترقی نہیں لانی ہے چنانچہ حکومت بلوچستان عرصے سے وفاق سے ترقیاتی رقم وصول کرتے تھے لیکن وہ رقم صوبے میں خرچ نہیں کرتے تھے بیرون ملک یا بنکوں میں یا اندرون خانہ کمرے میں رکھتے تھے، آخری رجب یا شعبان کی پہلی ۱۴۳۷ھ کو بلوچستان کے سیکرٹری خزانہ کے گھر سے ۶۵ کروڑ روپے اور چندین کروڑ کے سونے کے زیورات برآمد کئے گئے۔ یہاں کے حکمران، وفاق اور غیر موافق پاکستان دونوں کی پسماندگی کو بنیاد بنا کر استقلال وعلیحدگی کی تحریک چلا رہے تھے۔

وہ ملک میں ایسی چیزوں کو درآمد کرینگے جوان کیلئے زیادہ کرپشن کا موقع فراہم کرے۔ اس ملک سے تجارت کریں جو انہیں زیادہ کمیشن دیتا ہو، وہ تاجروں کو بھی یہی ہدایت کریں۔ عدم ترقی کی سیاست کے ہوتے ہوئے جتنا بھی چیخ وپکار کریں کتنے ہی گریجویٹ نکلیں کتنی ہی معدنیات نکالیں ترقی نہیں ہوگی۔ سرمایہ داروں کے ساتھ سرمایہ دار چاہے وہ خود رہے یا تابع حکمران ہو فی الحال ان کی نسبت نظر آتی ہے۔ چنانچہ سرمایہ داروں کی طرف سے بنائے گئے سکولوں کالجوں یونیورسٹیوں کی فیس سے آپ کو پتہ چلے گا وہ کس حد تک اس ملک کی ترقی کے مخالف ہیں۔

حکمرانوں کا اسراف:

اسراف کتاب مفردات الفاظ قرآن تالیف علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے اسراف مادہ سرف سے ہے جس کا معنی حد واعتدال عقلی شرعی حدود سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں چاہے وہ مال میں ہو وقت میں دین ودیانت میں ہو اخلاق وسلوک سخاوت وانفاق میں ہو گرچہ مشہور یہ ہے انفاق میں تجاوز کو اسراف کہا جاتا ہے جیسا کہ سورہ فرقان آیت ۶۷ میں آیا ہے سورہ نساء آیت ۶ میں آیا ہے انسان کا اپنی طاقت کو بے ہودہ بے مقصد صرف کر کے تلف کرنے سے منع فرمایا ہے۔روایات میں اوقات میں تقسیم آئی کہ اوقات کہاں صرف کرنے ہیں اللہ کے واجب کردہ فرائض کیلئے کتنا اپنے اور اپنے بچوں کی ضروریات کیلئے کتنا قوم ملک وملت کیلئے۔انسان کا پہلا رشتہ اپنی ذات سے ہے اس کو اپنی زندگی خود بنانی ہے کیونکہ وہ آزاد ہے اس کی کفالت کسی اور پر نہیں ہے دوسرا رشتہ اللہ سبحانہ سے ہے وہ اللہ کا بندہ اور اس کی ملکیت کا مالک اللہ ہے اس کو اپنی کمائی سے ایک حصہ اللہ کی راہ میں دینا ہے کیونکہ انسان کا مالک اللہ ہے انسان اس کا بندہ ہے بندہ کو خیال رکھنا ضروری ہے کہ مولا کی اطاعت وبندگی سے نہ نکلے تیسرا رشتہ اپنے بنی نوع انسانوں سے ہے اپنے ہم نوع انسانوں میں سے بعض کی ضروریات اس کے ذمہ پر عائد ہیں جن میں بعض مادام العمر ہیں جیسے زوجہ بعض محدود وقت کیلئے جیسے اولاد تیسرے وہ افراد جو کسب معاش سے معذور ہیں جسمانی طور پر یا کسی دینی اجتماعی سرگرمیوں کی وجہ سے ان کی ضروریات میں انسان صحت مند کو ادا کرنا ہے چوتھے حکومت کی ضروریات جو خدمات حکومت عوام کی سہولت

کے لئے کرتے ہیں اس کے اخراجات بھی انسان کو ادا کرنے ہیں اسی لئے قرآن میں آیا ہے
"اللہ کو قرضہ دو" کبھی زکوۃ یا جزیہ کبھی سائل ومحروم انسانوں کیلئے لہٰذا انسان کو حتیٰ الموت کام کرنا
ہے جیسا کہ سورہ انشقاق کی آیت میں آیا ہے یہاں سے یہ بات ثابت وقطعی چیز ہے۔ پنشن کا
تصور غلط ہے چہ جائیکہ اس کی تنخواہ لیں ملک کی پسماندگی کی ترقی ناپزیری کی وجہ دولت ک ناجائز
تقسیم ہے جس کو قرآن "اکل باطل" کہا ہے اکل باطل اکل حرام کھانے کی جلی مصداق کرکٹ
ٹیموں پر خرچ دولت ہے یہاں بھی تو ان کو دیکھنے کیلئے چھٹی، ہزیمت کے بعد واپسی پر اعزازیہ
استقبالیہ ہوتا ہے۔ یہ سب اسراف ہے چنانچہ ملک میں محبوب کل' خاص وعام' عالم وعابد' عالم و
جاہل کوئی بھی اس سے باہر نہیں کوئی اسٹیڈیم میں کھیلتا ہے اور کوئی ٹی وی دیکھتا ہے بد قسمتی سے
جب بھی گورنمنٹ چھٹی کرتی ہے یہ ساری اسراف کی مثالیں ہیں اس میں حکومت اسراف کرتی
ہے لوگ اسراف کرتے ہیں اس سے ملک میں کوئی ترقی ہوئی ہو یہ نہیں دیکھا ہے یعنی بے ہودہ
حرکات اور اپنی توانائیوں صرف کرنے کو اسراف کہیں گے ہم مسلمانوں کی تمام بدبختیاں اسراف
میں مضمر ہیں لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں دوسروں سے کہتے ہیں ولیموں میں ایک سے زیادہ کھانا دینا
جرم ہے لیکن کوئی جا کر دیکھے جاتی امراء موودی کو ایک کھانا دیا تھا یا زیادہ۔ ان حکومتوں نے یہاں
کے عوام کو کچھ نہیں دیا ہے تو ان سے کہنا چاہیئے عیاشی کرنا سیکھا ہے وہ کم ہے۔

جہاں بھی جب بھی کوئی بھی شخص اس عنوان کو پڑھے گا اور سننے والے سنیں گے تو ان کے
ذہن میں جو معنی متبادر ہوتا ہے کہ متکلم مؤلف نے ملک کے سربراہ کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ
نواز شریف کے ہاتھ میں گھڑی کی اتنی قیمت ہے' پہنے گئے سوٹ کی اتنی قیمت ہے جس کرسی پر وہ

بیٹھتا ہے اس کی اتنی قیمت ہے تین ٹائم کے کھانے صبح دوپہر اور شام پر اتنا خرچ آتا ہے بیچاروں کو پتہ نہیں آج کل سربراہ مملکت وزیر اعظم اسمبلیوں کے ممبر ہی اس لئے بنتے ہیں کہ وہ خوب عیاشی کریں وہ قصد قربت کر کے یہاں تھوڑی آتے ہیں ہمارے ملک میں جو بھی حکمران گزرے ہیں یا موجود ہیں سب اسراف کرتے ہیں ان میں سے گیلانی اور نواز شریف نے زیادہ نمبر بنائے ہیں بہت زیادہ اسراف کیا ہے اور ان کے اسراف کے بارے میں بات کرنا بھی گویا اسراف ہو گا ہمارا اس عنوان سے مقصود مطلوب صرف ان کی حکومت نہیں ہے بلکہ یہاں کی حکومت کا ڈھانچہ ہی اسراف سے قائم ہے ایوان میں جانے والے ممبران کا اسراف عوامی انتخابات کے بعد خواتین کی نشستیں ٹیکنو کریٹ کی نشستیں، اسمبلیوں سے منتخب سینٹ کی نشستیں سب اسراف پر مبنی ہے ان کے عقلی اور شرعی جواز نہیں بنتے ہیں۔ ان کو لانے کا مقصد اسمبلیوں میں اپنی تعداد میں اضافہ کرنا ہے تا کہ یہ ان پارٹیوں کو مزید لوٹ مار کرنے کے قوانین پاس کرا کر دیں، یہ جمہوریت نہیں بلکہ بدترین آمریت ہے اور خیانت بملک ہے، ملک پر بوجھ ہے یہ نہ بتائیں دنیا میں یعنی امریکہ برطانیہ اور ایران میں چلتا ہے ہم ان کی بندگی اور شریعت پر نہیں ہیں ہمیں عقل و منطق شریعت اسلام سے سمجھائیں ان پر خرچ ہونے والی رقم اس ملک کے عوام پر قرضے سے ادا کرتے ہیں پھر اس سے حاصل فائدہ کیا؟ گلگت بلتستان جیسے پسماندہ محروم ان کے زعم میں دیندار نمائندے کا چوا امتیاز اور ندیم نے ایک ووٹ کروڑوں میں فروخت کیا ہے یہ عوام دوست پی پی کے نمائندوں کا دین وایمان ہے اور وحدت المسلمین کے دین وایمان کو بھی مظہر ہے، وہ پہلی فرصت میں اس کی قیمت تو پوری کرے گا۔ غرض وہ ملک کی تقدیر بدلنے کے

منصب پر قائم ہیں،اس ملک میں اوپر سے لے کر نیچے وزارت تاجر' دکاندار علماء دینی مدارس' مساجد بلکہ یوں کہیں پورا ملک اسراف پر قائم ہے' یعنی ہر چیز میں اسراف ہے' ہماری مالیات میں اسراف ہے' پارٹی سازی میں اسراف ہے، یہاں تک آیا ہے ۱۶۰ سیاسی پارٹیاں یہاں ہیں حکومت کو دھمکی دینے والی علیحدگی چاہنے والی، ہندوستان سے ملنے والی رابطہ رکھنے والی یہی پارٹیاں ہیں۔ بعض حکومت کرتی ہیں بعض این جی اوز سے ملتی ہیں جتنی عورتیں خواتین کی نشستوں پر آتی ہیں وہ پاکستان کی نہیں این جی اوز کی نمائندہ ہوتی ہیں۔ تنظیم سازی میں اسراف ہے اس ملک میں لاکھوں انجمنیں سینکڑوں مادی احزاب ہیں، ہم اہل اسراف ہیں جس چیز کی تاخیر ہے جس دن وہ آجائے گی تو سب کچھ تہہ وبالا ہوجائے گا ﴿اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ان کی معیشت کے غرور کی بنا پر ہلاک کر دیا اب یہ ان کے مکانات ہیں جو ان کے بعد پھر آباد نہ ہوسکے مگر بہت کم اور در حقیقت ہم ہی ہر چیز کے وارث اور مالک ہیں﴾ (قصص۔۵۸) حسب تعبیر قرآن ''وَ لاتَ حِینَ مَناص'' جائے پناہ نہیں ملے گی (ص۔۳) حتیٰ ہماری عبادات میں اسراف ہے بطور مثال نماز کل کی کل دعا ہے اس کے باوجود نماز ختم ہو جائے تو کہتے ہیں التماس دعا۔ از خود بھی عبادتوں میں اضافہ کیا ہے جس کی وجہ سے دوسری واجبات متروک ہیں۔ ہم صرف روزمرہ استعمال کرنے والے کلمات میں بخیل کنجوس جامد لکیر کے فقیر ہیں کوئی شخص گوارا نہیں کرتا، زحمت نہیں کرتا اس لفظ کا اصل معنی کیا ہے صدیوں غلط کلمات استعمال کرنے سے ہماری زندگی کے بہت سے ڈھانچے تباہ وبرباد زمین بوس ہو کر رہ گئے ذیل میں ہم چند کلمات بطور مثال پیش کرتے ہیں یہ کلمات ہمارے گلے پڑے یا کمبل بنے ہوئے ہیں ان میں سے ایک کلمہ نکاح کی

بدلے شادی ہے اذدواج نہیں کرنی ہے شادی کرنی ہے اس نے نظام اذدواج کو مفلوج کر کے رکھا ہوا ہے، تحقیق کی جگہ اجتہاد ہے جس نے دین میں غیر دین کو شامل کیا ہے، اطاعت واتباع کی جگہ تقلید تاکہ پلٹ کر نہ پوچھے کہ حضور اس کا اصلی معنیٰ کیا ہے اس کا دائرہ کیا ہے خاص طور پر اگر وہ کلمہ عربی ہو یا قرآنی ہو تو آپ کو اتنی زحمت ضرور کرنا چاہیے لغت ضرور دیکھنا چاہیے اسراف صرف زیادہ کھانے کا نام نہیں ہے عبا شلوار پہننے کا نام نہیں ہے لمبی قمیص پہننے کا نام نہیں ہے۔

خبر سودا سوئم

عزاداری نے جانیں کھانا شروع کیا:

۹۔۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ جیکب آباد میں دہشت گردی سے کئی جانیں ضائع ہوئیں۔
محرم الحرام میں رونما ہونے والے افسوس ناک اور اشک آور فتنہ پرور واقعات کی تحلیل فلسفی تجزیہ فلسفہ شہادت کو جاتی ہے جسے فرقہ باطنیہ نے گھڑا ہے، اس کیلئے لاتعداد اجر وثواب گھڑا ہے۔ اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے یہ قرآن کریم اور سنت رسول اکرمؐ سے بھی متصادم ہے اس کی برگشت یا رشتہ یونان وہندوستان جاپان وغیرہ کی طرف جاتا ہے جہاں بغیر کسی اعلیٰ وارفع اہداف نظر میں رکھے جان نچھاور کرنے کو سراہا جاتا ہے۔ اس وقت خودکشی والے اور اس میں جانیں ضائع کرنے والے دونوں گروہ شہادت کی بدترین بڑھ رہے عقل کھوئے لوگوں کو درس دیتے ہیں مرنا اور مروانا دونوں شہادت کے رتبے میں آتا ہے، شہید زندہ ہے مرتا نہیں ہے شہیدوں کی موت قوموں کی حیات ہے۔ شہید کا خون رنگ لائے گا یہ رنگ تو لایا ہے لیکن پسند کا نہیں بلکہ خوفناک رنگ لایا ہے۔ اس فلسفہ شہادت کے خون سے پی پی اور ایم کیو ایم کو استقلال دیا ہے زندہ کیا ہے، اس نے ہی تو ملک کو جہنم بنایا ہے اگر اس سے کوئی لطف اندوز ہو رہا ہے تو وہ مفاد پرست ہیں۔ دشمنان اسلام بوذی، برہمن، مودی خوشحال ہے۔ ان فلسفہ تراشیوں کو دوام بقاء بخشنا تو دور کی بات ہے بلکہ ان کے گفتہ ونوشتہ دیوار پر عکس ہوتا گیا ہے۔ یہ فلسفہ ہمیشہ

فریاد جہنم ہے جو قیامت کے دن کہے گی ''ھل من مزید'' ہے اور جانیں دو قوم کو اس سے حیات نہیں بلکہ بے چینی بے قراری نصیب ہو گی۔ جان بے جا بے مقصد ضائع کرنے کا درس حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ سے نہیں ملتا۔ اس کا رشتہ ابی زینب اجدع، حسین حلاج یا حسین سہروردی سے ملتا ہو۔ چنانچہ روزنامہ جہاں پاکستان جمعہ ۹ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ کو ''انتہاء پسندی کا سرخ رنگ'' کے عنوان سے کالم نگار تنویر احمد لکھتے ہیں حسین سہروردی اور مہاتما گاندھی دونوں ہندوستان کو تقسیم ہونے سے روکنے کیلئے سرگرم ہو گئے اور بھی بہت سے زعماء ان کے ہم خیال و ہم فلسفہ تھے۔ ابھی بھی ہندوستان کے بعض علماء اور عزاداران قیام حکومت اسلامی کے خلاف ہیں۔ یا د امام حسین کے نام سے شرابیوں چرسیوں روزہ خوروں تارک صلوۃ والوں کا جلوس نکالنے کی برگشت معز الدولہ آل بویہ کو جاتی ہے۔ قیام امام حسین کے اہداف اور عزاداروں کے طریقہ کار کا موازنہ مقابلہ ہی کیا رہا ہے، اس کی تاریخ اور فی زمانہ مظاہر کے موازنہ سے پتہ چلے گا کہ

۱۔ امام حسین منصب امیر المومنین کا حقدار سابقین اسلام سابقین ہجرت کے بعد دوسرا معیار اعلاء کلمہ دین کے جنگوں میں جنگ میں سرعت و مسابقت بذل جان و مال کرنے والوں کو ہی لائق سمجھتے تھے۔ اس نظریہ کے حامی اس وقت کے برجستہ اصحاب و تابعین اصحاب تھے۔

۲۔ اس مقصد کے حصول کے لئے طریقہ کار قرآن اور سنت رسول اللہ اور سیرت امیر المومنین تھا جہاں آپ نے فرمایا ''اسیر بسیرتی جدی وابی''۔

۳۔ اس راہ میں ہر قسم کے تشدد خون ریزی سے گریز خود بھی خون نہ بہائیں دیگران کا بھی نہ بہائیں۔

۴۔ چنانچہ آپ نے خون رایگان ہونے سے بچنے کی خاطر مدینہ سے راتوں رات بمعہ اہل خانہ ہجرت کی، اس طرح مکہ میں جب آپ کو پتہ چلا یہاں والی مکہ آپ سے جان چھڑانا چاہتا ہے اور کہیں حجاج کا خون ضائع نہ ہو اس لئے وقوف عرفات جیسے با فضیلت عمل جسے قرآن نے حج اکبر کہا ہے کو چھوڑ کر آپ نے بمعہ اہل خانہ مکہ سے ہجرت کی جو اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حسین خون بہانے کے سر سخت خلاف تھے۔

۴۔ کوفہ میں آپ کی بیعت کرنے والوں کی تعداد ۲۵ ہزار تک پہنچی تھی، یہاں بھی آپ نے کسی کی جان و مال و ناموس کو نہیں چھیڑا۔ حسین کے آنے سے پہلے کرسی آپ کے لئے تیار تھی جس طرح آج کل دنیا میں کنٹرول سنبھالنے والے سنبھالتے ہیں بعد میں قائد آتا ہے مسلم بن عقیل کے ہاتھ کسی بچے تک کا خون نہیں بہایا۔

۵۔ امام حسین نے تمام تر کوشش کی اور آخر میں یزید ہی سے بطور مستقیم گفتگو کرنے پر عمر بن سعد اور عبید اللہ دونوں بھی تیار ہو گئے تھے لیکن شمر ذی الجوشن خارجی نے امام حسین سے ہلاک شدگان کا انتقام لینے کیلئے ایسا ہونے نہیں دیا۔ آج اس وقت منابر سے ذاکریں خطیب عالم فلسفی شاعر کہتے ہیں ''سر داد نہ داد دست در دست یزید'' یہ منطق خوارج تھی جہاں کہتے ہیں کہ ظالم سے جابر سے مذاکرات نہیں ہو سکتے اسی طرح یہ منطق قرآن منطق حضرت محمدؐ منطق حضرت علی نہیں بلکہ یہ منطق دہشت گردوں کے سالار خوارج وفاطمیہ کی رہی ہے۔

۶۔ حسین تابع قرآن اور تابع محمدؐ تھے۔حضرت محمدؐ کو جب مکہ میں داخل ہونے سے روکا گیا تو آپ نے دعوت مذاکرات دی یہاں مذاکرات قریش ظالم کو مسترد نہیں کیا بلکہ ان سے بات کی۔اسی طرح حضرت علی نے مصالحت کی تجویز کو قبول فرمایا۔امام حسن نے بھی معاویہ سے مذاکرات کرکے خلافت سے تنزل کیا۔امام حسین نے عمر بن سعد سے مذاکرات کئے جہاں آپ نے کہا وہ اپنے جد کی سیرت پر چلنے کا اعلان کرکے نکلے تھے۔

۷۔ جب لشکر عمرو بن سعد نے آپ کا محاصرہ کیا تو آپ نے اصحاب واہل بیت کو میدان جنگ چھوڑ کر جانے کا فرمایا۔

۸۔ امام حسین نے صبح عاشورا قرآن کو سر پر رکھ کر اہل کوفہ سے فرمایا میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ یہ قرآن کریگا۔

۹۔ امام حسین کے بعد باقی تمام خاندان اہل بیت نے یزید کی بیعت کی۔واقعہ حرہ مدینہ جس میں لشکر جرار سفاک یزید مدینہ پر حملہ آور ہوا لیکن انھوں نے آپ لوگوں کو نہیں چھیڑا تھا۔امام حسین نے شب عاشورا اپنے اہل بیت سے فرمایا صبر وتحمل کو اپنا شیوہ بنائیں اللہ آپ کا ناصر ومددگار ہوگا میرے بعد کوئی آپ کو نہیں چھوئے گا۔حسین و جوانان خاندان نبوت کے منظومہ کربلا میں ڈوب گئے۔اہل بیت اطہار و دختران علی و حسین حجاب اسلام میں ڈوبے رہسپار لشکر فاتح کے ساتھ شام گئیں شام سے واپسی کے بعد سے دنیا سے رحلت ہونے تک کسی دن خاندان بنی ہاشم کی عورتوں نے یا مردوں نے خالی احتجاج کیا ہو روڈ بلاک کئے ہوں عوام کو کوئی پیغام بھیجا ہو نہیں ملتا ہے۔یہ تھے قیام حسین بن علی کے اہداف اور اب آتے ہیں:

عزاداروں کا قیام ہر حوالے سے اپنے اہداف و مقاصد وطور طریقہ وسائل و ذرائع مصادر ومنابع کے حوالے سے امام حسین سے کسی قسم کا رشتہ نہیں رکھتا ہے۔

عزاداروں کے اہداف:

۱۔ عقل وشرع سے عاری قیام کا آغاز قیام توابین سے شروع ہوا ہے۔ امام حسین کو دعوت دینے کے بعد خود روپوش ہونے والوں نے امام حسین کو دشمنوں کے بیچ میں چھوڑا تھا۔ اور بعد میں بغیر کسی اعلی وارفع ہدف نظر میں رکھے کفن پہن کر قتل ہونے کیلئے نکلے چنانچہ سب قتل بھی ہو گئے۔ ان کے اس اقدام سے نہ کوئی فائدہ دین کو حاصل ہوا اور نہ اہداف امام حسین کو پہنچے۔ اس کی ایک مثال طریقہ ابی الخطاب اسدی میں ملتی ہے۔ خطداحیون میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ دوسرا قیام عبداللہ زبیر ہے جو انسان مغرور ومفسد اور ہوس اقتدار میں مستغرق تھا۔ اس کے اقدام سے مدینہ تاراج ہوا اور خود بیت اللہ بھی جل گیا۔ اس نے حرم اللہ جس کی حرمت کا پاس رسول اللہ اور خود امام حسین نے رکھا تھا اس نے پاس نہیں رکھا۔

۳۔ قیام مختیار ثقفی قسی القلب دروغ گو اور مدعی نزول وحی نے بغیر کسی سند و جواز کے بغیر کسی اسناد قرآن وسنت محمدؐ وسیرت علی وحسین کے کوفہ میں خون کے ندیاں بہائیں۔ عزاداران ان کی یاد مناتے ہیں۔

۴۔ فاطمین جب مصر میں داخل ہوئے تو مختار کی یاد کو تازہ کیا۔

۵۔ حسن صباح اور ان کے وارثان ساکنین قلعہ الموت بھی انہی کی سیرت پر چلے۔

۶۔ شاہ اسماعیل صفوی فتنہ پرور سے ملتا ہے۔

۷۔ قیام عزاداران کے مواد ثقافت شعراء فساق و فجار شراب خوار بے دین، صاحب یادوں کی برات والے سے ملتے ہیں جس نے قرآن وسنت محمدؐ کو پس پشت ڈالا ہے کہیں بھی قرآن اور سنت محمدؐ سے استناد نہیں کیا ہے۔

۸۔ جتنا ممکن ہو سکے امت میں انتشار وافتراق تتر بتر کریں کوئی مرکزی نقطہ اتحاد و اتفاق نہ رکھیں۔لہٰذا عزادار جہاں جہاں سنیوں کی گلیوں مساجد و مدارس کے قریب پہنچتے ہیں تو نعرہ بلند کرتے ہیں یزیدوں پر لعنت بلند کرتے ہیں گویا اس گلی میں یزیدی رہتے ہیں۔اس وجہ سے عزاداران خود تقسیم در تقسیم ہو رہے ہیں جہاں دستہ پر دستہ، امام بارگاہ پر امام بارگاہ، ان کے زعم میں امت اسلام ایام عزاء میں دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتا ہے عزداران اور مخالفین عزاداران، مخالفین عزاداران پر ان کے لعن وشتم، غیض وغضب کا نشانہ بناتے ہیں۔

۹۔ شریعت اسلام کو جتنا ہو سکے کنارے پر لگائیں بے دخل کریں لہٰذا عزاداران کے برگزیدہ چیدہ وانعام یافتہ تارک صوم صلاۃ شاربان شراب اداکار گلوکار بازار حسن سے وابستہ افراد میں شریعت کی تقسیم کی جاتی ہے یعنی شریعت محمدؐ والے اور شریعت حسین والے ہیں۔

۱۰۔ یہ عزاداران غیرت ناموس میں بھی قیام امام حسین کے طریقہ کار کے مخالف ہیں امام حسین نے اپنے اہل بیت کو اپنے ساتھ اس لئے لیا تاکہ ان کی حیات میں ان کو اسیر

کر کے آپ کو مجبور نہ کریں کہ اہل بیت کی خاطر خود تسلیم ہو جائیں چنانچہ مکہ سے نکلتے وقت جب آپ کو مشورہ دیا آپ اہل بیت کو یہاں چھوڑیں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے پاس اللہ اور اس کے رسول کی امانت ہیں میں جب تک زندہ ہوں ان کی حفاظت کروں گا چنانچہ روز عاشورا آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا "اے ابن سعد اگر تمہیں دین پر ایمان نہیں، ایمان بہ آخرت نہیں تو اپنی عربی غیرت کا پاس رکھتے ہوئے جب تک میں زندہ ہوں میرے ناموس کی طرف رخ نہ کرنا" چنانچہ لشکر یزید نے امام حسین کے اس مطالبہ کو قبول کر کے لوگوں کو آپ کے خیام کی طرف جانے سے روکا۔ لیکن عزاداران کے ناطق شیاطین کہتے ہیں آج ہماری خواتین برہنہ سر نکلیں گی۔ آج کل پورے ملک میں خواتین کی مجلس کا اہتمام کر کے مسلمان محلوں کو جائے نیلام کنائز خانہ جیسا بنایا ہے ہر گلوکار اور اداکار موسیقار کو منبر پر چڑھایا ہے۔

اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے آج یہ خواتین پیروان دختر علی و حسین نہیں بلکہ یہ خواتین بین الاقوامی کشف حجاب بغاوت علی الاسلام کی باغیات کی تاسی کرتی ہیں ان کی قیادت ملت میں این جی اوز سے وابستہ عورتیں کرتی ہیں۔ یہ مجالس اہل بیت اطہار امام حسین سے یکجہتی کے خاطر نہیں بلکہ بین الاقوامی خواتین سے یکجہتی کے لئے کر رہی ہیں۔ یہ خواتین کنیزان نصرت' بے نظیر' مختارہ ملالہ ہیں ان کا زینب وام کلثوم وسکینہ وفاطمہ بن الحسین سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔

عزاداری مراسم دینی ہے:

دین کے مصادر قرآن اور سنت حضرت محمدؐ کے بعد تاریخ دین ہے۔ دین کی تاریخ بعثت

حضرت محمدؐ سے لیکر آپ کی وفات تک ہے۔تاہم مسلمانوں نے آپؐ کی وفات کے بعد ۳۰ سال کے دورانیہ تک آپ کی تاسی واتباع میں رہنے والے یاران باوفا وشیداء کے دور کو بھی دلیل میں شامل کیا ہے۔واقعہ جانگداز خونین کربلا،تاریخ اسلام کے ۶۰ سال گزار کر دسویں دن کو پیش آیا۔ بتائیں یہ مراسم جو چل رہے ہیں کب سے شروع ہوئے ہیں کس نے ان کی بنیاد رکھی ہے؟ تو اس کا سلسلہ ۳۵۲ھ کو اقتدار میں آنے والے غلات مجوس زادہ معز دولہ اور اس کے بعد صلیب نواز صفویوں سے ملتے ہیں ۔

ایام عزاء میں حفاظتی اقدامات:

روزنامہ جہان پاکستان روز جمعرات یکم محرم الحرام ۱۴۲۳ھ کو یہ خبر آئی تھی کہ سندھ بھر میں پولیس اور رینجرز دونوں کے ملا کر ۹۰۰۷ اہل کار تعینات کئے گئے ہیں۔گویا ملک بھر میں تمام شہروں کو باہر کی سرحدوں کی طرح ایک نئے خطرے کے چیلنج کا سامنا ہوا ہے۔پہلے مرحلے میں اس سے نمٹنا ضروری ہو گیا ہے جس طرح سے ہندوستان جو دشمن اصیل ہے بار بار سرحدوں پر دھمکی دے رہا ہے اس کے باوجود رینجرز کو اندرون ملک کی حالت پر توجہ رکھنا ضروری تھا۔

بدھ ۷ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ کو امت اخبار کے پہلے صفحے پر آیا ہے سکیورٹی کے لئے فوج اضلاع میں منتقل ہو گئی ہے محرم کے مرکزی جلوس کے موقعہ پر ۱۷ ہزار جوان فرائض انجام دیں گے ۱۲۶ ماتمی جلوس ۵۳۰ مجالس انتہائی حساس قرار دیئے گئے ہیں۔گلگت بلتستان میں ۹،۱۰ محرم الحرام کو شاہراہ قراقرم بند رہے گی۔ملک میں مجالس وجلوس عزا کی حفاظت پاکستان کی انتظامیہ

کیلئے باعث روز افزون پریشانی بڑھا رہا ہے۔گر چہ ملک کے دیگر علاقوں میں بہتر انتظام ہونے کی وجہ سے جانی نقصان نہیں ہوا لیکن فاجعہ جان لیوا خودکش دھما کہ امام بارگاہ بولان سبی اور جیکب آباد جلوس پر مخالفین کے حملے نے کسی نہ کسی طرح ۴۴ جانیں لے لیں اور کتنے افراد سوگوار چھوڑے،ان کے زخم پر ہم لفاظی کی مرہم تو رکھ سکتے ہیں واقعی میں مرہم بھی نہیں رکھ سکتے ہیں۔

لیکن مسولین انتظامیہ نیز اس ملک کے ہر ذی شعور اہل فکر و دانش جو حادثات کے اصل اسباب کی تلاش کرتے رہتے ہیں انھیں اپنی فکر اور سوچ کو مزید صیقل کے ساتھ تیز کرنا چاہیے۔ہمارے ہاں آج کل فکر کو جام کرنے کے نسخے زیادہ چلتے ہیں مثلا کہتے ہیں یہ راء نے کیا ہے یا امریکا نے کیا ہے یا ملک میں موجود این جی اوز نے کیا ہے طالبان القاعدہ داعش نے کیا ہے۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے کیوں کیا ہے وہ اس سے کیا حاصل کرنا چاہتے تھے؟ جواب واضح ہے یہاں فتنہ وفساد برپا کرنا چاہتے ہیں،جلتی ہوئی آگ کو مزید بھڑکانہ چاہتے ہیں یعنی یہاں جلوس کے شرکاء کے دل میں دھماکہ کرنے والے اور ان کے اس فعل سے راضی یا حامی والوں کے لئے غم وغصہ پیدا کرتے ہیں چنانچہ ہمیشہ ایسا ہوتا آیا ہے جو گزشتہ سے گزشتہ سال کراچی میں ایک دھماکے کے بعد میں ایک بازار کو جلایا گیا کیوں اس لئے کہ یہاں ایک جماعت ہے جو ان مجالس اور جلوسوں سے خوش نہیں بلکہ ناراض ہے۔

لہذا حکومت نے خلیفہ دوم کی وفات کے دن چھٹی کر کے اپنے اور اپنی ملت کیلئے ایک اور وبال جان کا بندوبست کیا ہے بلکہ یوں کہنا درست ہو گا مغربی اور شمالی سرحد کے علاوہ اندرون شہر ایک محاذ اور کھولا ہے۔

ان علاقوں کو حساس قرار دینا اور اپنی پولیس رینجر راہل کار حفاظت کے لئے متعین کرنے کے باوجود کمشنر کراچی پھر بھی احساس خطر کررہے ہیں۔ ان مجالس اور جلوسوں کو اتنا حساس اور خطرناک تصور کرنا اپنی جگہ لمحہ فکریہ ہے۔ ان مجالس اور جلوسوں کو کس گروہ سے خطرہ لاحق ہے؟ یہاں ۹۸ فیصد مسلمان ہیں غیر مسلموں کی تعداد دو فیصد بھی نہیں ہے۔ احساس خطر کرنے والے یہ بھی اظہار نہیں کررہے کہ یہ خطرہ غیر مسلموں سے لاحق ہے۔

خود عزاداروں کا بھی یہ کہنا ہے ہر قوم پکارے گی حسین ہمارا ہے۔ جبکہ امام حسین پوری امت مسلمہ کے نظروں میں عزیز ہیں آج تک کسی سے نہیں سنا ہے کسی نے امام حسین کا نام اہانت وجسارت سے لیا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو امام حسین کے نام پر اعتراض نہیں بلکہ عزاداروں کی حرکات وسکنات سے اختلاف ہے۔ جو اپنا تمام ترغم وغصہ ان پر نکالتے ہیں۔ سب سے بڑا اور نا قابل سماعت ونا قابل برداشت سب خلفاء وام المومنین ہے۔ دوسری طرف اس کے علاوہ امام حسین کے نام سے بت سازی اور بت پرستی کی جاتی ہے۔

مجالس اور جلوسوں میں اصرار وتکرار سے یہ جملات بولتے ہیں اگر امام حسین قیام نہیں کرتے تو آج اسلام نہیں ہوتا۔ جبکہ آج یہی امام حسین کے نام سے اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس وجہ سے حکومت کو وہابیوں سنیوں کے غیض وغضب سے ان عزاداروں کو بچانے کیلئے اتنی حفاظت دے کر رکھنا پڑتا ہے۔

یہاں رہنے والی دیگر اقلیتوں کے تہوار یا دیگر جلوس واحتجاج جو مالکان کارخانہ جات یا حکومت کے خلاف ہیں یا مزدور مالکان کے خلاف احتجاج کرنا چاہے تو کیا حکومت کی ذمہ داری

ہے کہ وہ ان کو تحفظ دیں یا یہ خود ان پر چھوڑیں، اپنا تحفظ خود کریں۔ یہ منطق نہیں کہ کوئی گروہ یا جماعت حکومت یا اس کے خلاف ہنگامہ آرائی کریں اور حکومت ان کو تحفظ دے۔ یہاں بھی حکومت کو چاہیے ان عزاداران سے کہیں:

۱۔ وہ ان مراسم کی شرعی حیثیت کو پاکستان کی عدالت عالیہ میں پیش کریں۔

۲۔ اور یہ شیعہ ملک کے اصول یا فروع دین میں سے ثابت کریں۔

۳۔ رائے عامہ کو اپنی بیان وقلم سے آگاہ کریں۔

یہ پوری پاکستانی قوم کا مسئلہ ہے اگر ان کی حیات وممات اس سے وابستہ ہے تو اس صورت میں حکومت کی ذمہ داری ہوگی۔ ورنہ ہر گروہ یا جماعت جو دوسروں کے خلاف احتجاج کرے تو حکومت کی ذمہ داری نہیں ہوگی کہ وہ ان کو تحفظ دیں ۔ آپ کہہ سکتے ہیں یہ کیسا احتجاج ہے جہاں شرکاء سے زیادہ اہلکار ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سب کا اس پر اتفاق نہیں ہے کثرت دلیل ہے اس میں اختلاف ہے۔ جب پی پی بلوچی سندھی گلگتی کو اس احتجاج میں یکجا نہیں کیا جا سکا تو اس کا مطلب یہ ہے یہ اسلام حسین کے لئے نہیں ہے بلکہ اپنے لشکر کیلئے یا اپنے کرم فرما دشمنان اسلام کے لئے کر رہا ہے۔ اس وقت اس ملک کو جو خطرہ ہے اسلام سے نہیں کفر سے ہے۔

خبرسودا چہارم

زلزلہ:

خبرسودا بروز پیر کو دو بج کر نو منٹ ۱۸ اشاریہ ایک کی شدت سے پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخواہ شمالی علاقہ جات چترال وغیرہ میں زلزلے نے تباہی مچائی۔ ملک کے سیاسی وعسکری مسئولین متاثرین زلزلہ کے اس دکھ مصیبت میں فریادرسی کو اپنی پہلی ترجیحات میں قرار دے کر سرگرم ہوگئے۔ بعض دیگر مفاد پرست سیاسی وسماجی کارکن بھی سرگرم ہوگئے ہیں۔ چونکہ ہمارے ملک میں اوپر سے نیچے تک سب ثقافت کمیشن میں ڈوبے ہوئے ہیں لہذا یہ تنظیمیں کتنا کمیشن لے کر کتنا ان کو پہنچاتے ہیں اس کا علم اللہ کے علاوہ ان سرگرمیوں کی نگرانی کرنے والے ہی جانتے ہیں۔ چونکہ تنظیمیں سیکولر ہیں اس لئے اخلاص ان سے بعید ہے اس وجہ سے بہت سے لوگ اس دکھ درد میں متاثرین کی خدمات کو پہنچنے شریک ہونے سے قاصر رہتے ہیں۔

زلزلہ منسوب ہے ارض سے، ارض ہماری منظومہ شمسی کا ایک ستارہ ہے جہاں انسان بستے ہیں زلزلہ حرکت شدید زمین کو کہتے ہیں ہماری یہ زمین دائم الحرکت ہے علماء اور ماہرین طبقات ارض نے ابھی تک زمین کی ۱۴ حرکتیں بتائی ہیں اس وجہ سے اس کا ایک نام راجفہ ہے یہ حرکت یکے بعد دیگر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں زمین پر لرزہ کی نوعیت کے بارے میں ایک سورۃ زلزلہ نازل ہوئی سورۃ میں زمین کے لرزہ کے خطرے سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن زلزلہ عظیم اس

آخری حرکت کو کہتے ہیں جس کے بعد روئے زمین پر کوئی ساکن نہیں ہوگا بلکہ خود زمین کی موجود شکل بھی نہیں رہے گی۔ جیسا کہ آیت میں آیا ہے ﴿جس دن زمین بدل کر کوئی اور زمین ہوگی﴾ (ابراہیم۔۴۸) یعنی زمین کی موجودہ شکل سے مختلف ہوگا اس زلزلہ کو خود اللہ نے عظیم کہا ہے بڑا خطرناک خوفناک ہوگا جس کا ذکر سورہ حج کی پہلی آیت میں آیا ہے۔ عظمت اس کی خطرناک ہو لنا کی کی وجہ سے کہا ہے۔ زلزلہ کی صورت کچھ اس طرح سے ہوگی کہ زمین حاملہ چیزیں باہر پھینکے گی، اس وقت انسان اس زمین سے پوچھیں گے اسے کیا ہوا ہے تو اس وقت زمین اس کی خبر دی گی کہ اس کو اللہ کا حکم ہوا ہے۔ اس سورۃ میں آیا ہے زلزلہ اللہ کے حکم سے ہوگا، زمین کے شکم میں روپوش مدفون چیزیں ان میں سے ایک خود انسان ہے جو اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ جب اٹھیں گے تو ان کے دنیا میں انجام دیئے گئے چھوٹے بڑے اعمال سب دیکھیں گے۔ اس خطرناک صورت حال کا انسان کو سامنا کرنا ہوگا اس میں جائے شک وتر دید نہیں ہے۔ اس خطرے سے کیسے بچیں گے انسان کو کیا کرنا چاہیے۔ اس کے جواب میں سورہ حج میں اللہ فرماتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ کی قہر وعذاب سے نہیں بچیں گے۔ اللہ کے قہر وغضب سے اسی دنیا میں بچاؤ ہوسکتا ہے اور وہ ہے اس کے اوامر کی اطاعت نواہی سے باز رہیں اور قرآن کریم میں قبل از موت عذاب سے بھی بچنے کا حکم دیا۔

﴿یا أَیُّهَا الَّذینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقاتِهِ وَ لا تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام ہی کی حالت میں مرنا) (العمران۔۱۰۲)۔

مملکت اسلامی پاکستان میں زلزلہ:

ذی القعدہ الحرام ۱۴۳۵ھ سے ۱۴۳۷ھ تک تین فاجعہ یعنی زلزلوں نے اہل پاکستان کو چوکنا وحشت زدہ کیا۔ یہاں ہم زلزلوں کے تعین اور نوعیت سے پہلے خود زلزلہ کے بارے میں وضاحت ضروری سمجھتے ہیں۔

زلزلہ حرکت تند و تیز وشدید کو کہتے ہیں۔ زلزلہ کے بارے میں تحقیق کرنے والے علماء اور سائنس دانوں کا کہنا ہے اس کا ایک مرکز ہوتا ہے اور جب متحرک ہو جاتا ہے تو اس سے مربوط ومتصل علاقے میں حرکت آتی ہے۔ اس طرح زمین کے زلزلے کے بارے میں سائنس دانوں کا کہنا ہے یہاں کی زمین کی جو مرکزی پلیٹ ہے وہ زیادہ حرکت میں آئی ہے۔ ایمان والوں کا کہنا ہے زمین پر کوئی پتہ نہیں گرتا نہ ہلتا ہے جب تک اللہ کی اجازت نہیں ہے اس کے حکم سے وہ گرتے ہیں۔ مثلاً جب نظام خون میں زلزلہ آتا ہے تو انسان کا دل زیادہ حرکت میں آتا ہے یا دماغ کی شریان بند ہو جاتی ہے اب سائنسدانوں نے حرکت دل کے بند ہونے کے اسباب تلاش کیے ہیں کوئی کہتا ہے زیادہ پریشانی سے ہوا ہے بعض کہتے ہیں نمک زیادہ استعمال کرنے یا روزانہ کھانے والی دوا چھوڑنے سے ہوا ہے آگے نہیں جاتے پریشانی اور نمک خوری اور حرکت قلب میں کونسا رشتہ ہے؟ یہ رشتہ کس نے قائم کیا تھا اس کے بارے میں بات نہیں کرتے۔ جس طرح فرقوں کے علماء تیسری اور چوتھی صدی کے علماء کی فتاویٰ سے اوپر نہیں جاتے ہیں اور یہ روشن خیال اخباروں میں آئے کالموں سے اوپر نہیں جاتے۔

بروز منگل ۱۳ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ میں اخبار امت کے ادارے کا عنوان تھا امت توبہ و استغفار کریں۔ اس عنوان کو دیکھ کر چند سال پہلے آزاد کشمیر میں ہونے والے زلزلے کے بارے میں یہاں سیکولر الحادی جماعت اور مذہب حروفی نے اپنی اختراعی اجتماعی دعا کیلئے دعوت دی تا کہ اسے بھی اپنے عزائم ناپاک حاصل ہو سکیں۔ جہاں یہاں کے الحادیوں نے اس کی تفسیر زمین میں موجود پلیٹوں کی حرکت کو بتایا اور ملک میں صحیح بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے اس کو عذاب بتایا جبکہ فرقہ حروفیوں نے اجتماعی ماہرین الحان اور موسیقی امثال عامر لیاقت، طارق جمیل وغیرہ کو بلا کر اجتماعی توبہ استغفار کرائی۔ آپ چاہے طبیعت تنہا کہیں یا ماورائے طبیعت کے قائل ہوں دنیا میں رونما ہونے والے تمام حادثات بغیر کسی سبب کے نہیں ہوتے، جہاں سبب کو نہیں جانتے نہیں پاتے ہیں تو اس کا سبب تلاش کرتے ہیں۔ اس تلاش ہی کے سبب سے دنیا اس دور میں پہنچی ہے۔ آپ کو یہ سوچنا ہوگا کہ ٹھیک ہے پلیٹ ہلنے سے زلزلہ آتا ہے کیا یہ پلیٹ بذات خود بغیر کسی محرک کے سرکتی ہے؟ اچانک کیوں اس میں تغیر آیا اس کا بھی کوئی سبب ہوگا کیونکہ قانون صدفہ اپنی جگہ باطل ہے۔ جب تک مسبب الاسباب سے نہیں ملتا ہے سوال باقی رہتا ہے۔ اللہ کائنات کی طبیعت میں بہت اسباب وعوامل پنہان رکھتا ہے وہ آگے بھی کر سکتا ہے اور پیچھے بھی لاتا ہے۔ اگر کسی کو زندہ رکھنے کے لئے فلاں دواء وقت پر کھانا ہوتا ہے لیکن جس دن اللہ کو اس کو اٹھانا ہوتا ہے اسی دن وہ دوا کھانا بھول جاتا ہے۔ زندہ رہنے کیلئے غذا ضروری ہے کسی دن اس غذا خوری کی اشتہاء بھی روک سکتا ہے۔

اللہ اپنی صفات جمال و کمال ربوبیت و رحمانیت کے ساتھ صفات جلال جباریت

قہاریت بھی سامنے رکھتا ہے۔اس کے دین وشریعت سے بغاوت کرنے والوں کیلئے اس کی قہاریت غضبیت سے فرار ناممکن ہے۔زلزلہ کی چند صورتیں ہیں۔

ا۔ زلزلہ طبیعت میں ہیجان خلل کی عکاسی کرتا ہے اس سلسلہ میں دو فکر چلی آرہی ہیں:

☆۔طبیعت میں کبھی کبھی ہیجانی شنیعت ہوتی رہتی ہے اس کا روکنا انسان کے بھی بس کی بات نہیں کیونکہ انسان اس تہہ تک تسلط نہیں رکھتا ہے۔لیکن یہ کہنا کہ اس سے لاحق خطرات سے بچ سکتے ہیں اگر پہلے سے وسائل آمادہ ہو اللہ نے زلزلہ پیدا نہیں کیا بلکہ زمین کی پلیٹ ہلی ہے یا بیل نے سینگ ہلایا ہے یا مچھلی نے کروٹ لی ہے،لیکن سوال پھر آتا ہے کہ یہ پلیٹ کون ہلاتا ہے۔

☆۔زلزلہ آتا ہے جب ملک میں بے دینیوں کا الحاد تیز ہو جاتا ہے۔رقص وسرور میں سرگرم ہوتے ہیں وہ اس کے نازل کردہ دین وشریعت سے انحراف روگردانی کرتا ہے۔اہل ایمان کے دلوں میں زلزلہ آتا ہے ان کو جائے فرار و پناہ گاہ نہیں ملتی تو ان کی ہتھیلیاں حرکت میں آجاتی ہیں ہاتھ اوپر اٹھ جاتے ہیں آنکھیں برسنا شروع ہو جاتی ہیں۔

ملک میں اللہ کا بول بالا نہ ہونے سے سیکولیرزم راج کو تقویت ملی ہے چونکہ سیکولر حکومتوں پر مومنین اعتماد نہیں کرتے ہیں لہٰذا زلزلہ زدگان کی فریاد رسی بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ جذبہ انفاق تنہا کارگر نہیں ہوتا بلکہ اس ایثار اور قربانی کے مال کی مستحقین تک رسائی بھی یقینی چاہیے۔ضد دین و دیانت والے این جی اوز سے ملی تنظیموں پر کیسے بھروسہ کر سکتے ہیں حتیٰ حکومت

بذات خود سنبھالے تب بھی لوگ مطمئن نہیں ہوتے ہیں کیونکہ یہاں بھی پارٹی داری ہوتی ہے۔
چنانچہ خاتون اول ترکی کا ہار خاتون اول پاکستان کا ہار بن جاتا ہے۔اس بارے میں کچھ دینی
تحلیل پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں بروز جمعرات ۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ کو روزنامہ جہاں
پاکستان کے اداریہ میں لکھا تھا حکومت سیاسی وعسکری اورعوام اس دکھ اور مصیبت کے مسائل میں
مصروف تھے تو شمال مغربی سرحد پر حملہ ہوا چند قیمتی جانیں ضائع ہوئیں، خود افغانستان میں جہاں
زلزلہ نے تباہی مچائی ہے وہاں جنگ جاری ہے ڈرون حملہ جاری ہے۔آخر اس مسلمان علاقہ
والوں کو اندر زمین کے علاوہ باہر اور اوپر سے انسان سوز حملے کیوں؟ ایسا کس جرم وجنایت کی
پاداش میں ہورہا ہے؟۔ہم نے اوپر زلزلہ والوں کے لئے سرگرم سیاسی تنظیموں کے بھی کمیشن کے
خاطر سرگرم ہونے کا ذکر کیا تھا یعنی اس موقعہ سے استفادہ کرتے ہوئے اشخاص اور گروہ جماعت
بھی اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔

خبر سودا پنجم

عمران خان نے ریحام کو طلاق دی:

۷ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کو نشر ہونے والے جرائد کی سرخی تھی کہ عمران اور ریحام میں ازدواجی بندھن دس ماہ کے بعد ٹوٹ گیا ہے۔ ایک مغرب نواز میاں بیوی میں طلاق کی خبر اہل مغرب اور مغرب نوازوں کیلئے خبر سودا ہی تھی کیونکہ مغرب میں طلاق پر پابندی ہے اور اسے برا سمجھا جاتا ہے۔ مغرب نے اپنے اس غیر عقلی غیر شرعی خود ساختہ آئین کو اہل اسلام پر بھی ٹھونسا ہے، اور یہاں ان کے مذموم منشورات کے نفاذ کیلئے انہوں نے مردوزنان کو گرویدہ بنایا تھا۔ اگر نقص قانون خود ان سے ہو جائے تو یہ ان کیلئے خبر سودا ہوگی۔ مغرب ازدواجی زندگی میں قرآن و سنت کے عائد کردہ شرائط کو اکھاڑ پھینک کر مسلمانوں پر اپنی اس گھڑی ہوئی شرائط کو ٹھونسا ہے جس کی وجہ سے یہاں کے رہنے والے اسلام سے زیادہ خود مغرب نواز مغرب گر، مغرب کے ترجمان مغرب کے ٹھیکداروں ہی کو دھچکہ پہنچا ہے۔ مغرب اور مغرب نوازوں کی کھوپڑی میں عقل کے فقدان کی دلیل اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ اس ملک کے سربراہ بننے کی خواہش رکھنے والے عمران خان ہیں جنھوں نے پہلے مرحلے میں مغرب کو خوش کرنے اور مطمئن کرنے کیلئے یہودیہ کو انتخاب کیا۔ اسلامی ریاست کا حاکم بننے میں یہودی بیوی کے ساتھ ناہمواری درک کرنے کے بعد اقتدار کی خاطر اپنے دو بیٹوں کے ہوتے ہوئے اسے طلاق دی۔ اس طرح

مغرب کی ممنوعہ طلاق خود مغرب نواز عمران خان سے صادر ہوئی۔ ایک عرصہ سے یہاں بچہ دار انسان کی بیوی مر جائے یا ناچاقی میں جدائی ہو جائے تو اس مرد کو قبر جانے تک ازدواج سے محروم اور دوبارہ زوجیت اس کے لئے حرام قرار دی گئی ہے۔ اس تصور نے بے چارے عمران خان کو سالوں سال اس نعمت سے محروم رکھا تھا۔

غرض بڑی منت سماجت اور اپنے بیٹوں کو تیار کر کے راضی کر کے منوا کر کے انھوں نے اپنی پسند کی ماڈرن نئی فکر نئی سوچ نئے کردار اور اپنی پارٹی کی ہم خیال عورت کو انتخاب کیا جس سے وہ خوشحال نظر آتے تھے لیکن پھر ان کے جواں بیٹے اور انہی خاندان کے بڑے اور سیاسی خاندان کے بڑوں اور سابقہ مطلقہ نے انھیں یہ نعمت گوارہ ہونے نہیں دی۔ یہ خوشی انکے حلق سے اترنے نہیں دی گئی اور یہ انکے گلے کی ہڈی بن گئی۔ چنانچہ دس مہینوں کے بعد دوبارہ ان کے ہاتھوں مغربی قانون کے ماتھے پر ایک اور زوردار طمانچہ مارا۔ دوسرے دن کی اخباروں میں آیا ہے عمران خان ریحام کی جدائی کی وجہ سے بہت دلبر داشتہ ہوئے ہیں کیوں دلبر داشتہ نہ ہو جائیں وہ برداشتہ ہونے کا حق رکھتے ہیں معلوم نہیں ان کے جوان بیٹے لندن میں اس ضرورت کو کیسے پورا کرتے ہیں۔ انھیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور ان کی پارٹی کے عمائدین کارکنوں سے دوستی یا متعہ کر کے آزاد رہتے ہیں لیکن عمران خان اگر کھلی دوستی کریں گے تو پارٹی اور میڈیا کے جاسوسوں سے انھیں خطرہ ہے۔ دوسری طرف نئی بیوی لانے سے ناراض بیٹے لندن میں بیٹھ کر اپنے باپ کو اپنے بنگلے میں دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ پاکستان کے مغرب نواز الحاد نواز مسیحیت نواز نام نہاد روشن خیال انسانوں سے سوال ہے کھانا پینا لباس مسکن جسے تم لوگ زندگی کی ضروریات میں شمار کرتے ہو کیا

ازدواجی زندگی ان ضروریات زندگی میں سے نہیں ہے۔اگر کوئی انسان مفلوج ہوکر بستر پر پڑے تو اسے کروٹ کون دے گا، لباس کون پہنائے گا، چمچے سے کھانا کون کھلائے گا، کیا نرس ایسا کرے گی، دل کوکون بہلائے گا اسے تسکین کون دیگا۔سینکڑوں نعمت شوہر سے محروم مظلوم عورتوں کی ذمہ داری سربراہان مسلمین پر ہوتی ہے۔اس وجہ سے حضرت محمدؐ کا اپنی حیات میں خدیجہ اور عائشہ کے بعد پندرہ بیوہ اپنے عقد میں لینا انھیں تسلی وتسکین دینے کے لئے تھا۔مذہب عمران میں اتنی تعداد تو دور کی بات ہے اگر عمران خان مسلمان ہوتے تو جرات سے کہتے مجھے دین چار نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے۔آج ان پر ظلم وزیادتی کرنے والے ان کے بیٹے اور سیاسی بھائی ہیں وہی ان پر ظلم ڈھائے ہوئے ہیں چنانچہ ان کی مطلقہ نے اپنے انٹرویو میں کہا گویا پوری پارٹی میرا سسرال تھی۔آج اگر اس ملک میں حقوق خواتین کے علمبردار اور خواتین دوسری خواتین پر ظلم ڈھاتے ہوئے انہی سے خواتین کے ظلم کا نشانہ بن رہیں ہیں تو وہ اسی مغرب اور مغرب نوازوں کے ہاتھوں، جس کے اقتدار کے لئے عمران خان سرگرم ہے۔آخر میں عمران خان سے سوال ہے حقیقت اللہ جانتا ہے ہماری معلومات اخباروں کی حد تک ہیں اخباری میڈیا میں آیا ہے مغرب کی طرف سے مغربی الحادیت پھیلانے کیلئے ان کے اکاونٹ میں اربوں ڈالر اور پونڈ جمع ہورہے ہیں یہ اربوں کہاں صرف کریں گے؟ شاید آئندہ آنے والے زمانے میں آپ کے لئے نمک اور چینی بھی حرام ہوجائے تو یہ پیسے آپ کے ظالمین کھائیں گے۔آپ کو زوجیت سے محروم کرنا عذاب الٰہی ہے، آخرت سے قبل عذاب دنیا ہے آپ قانون نسواں کے حامی اور علمبردار تھے اس ادارے کے نفاذ کے قانون کے سربراہ تھے۔اللہ نے آپ ہی سے اس قانون کا

احتساب کرایا ہے۔اللہ نے اس قانون کوآپ کے سر پر مارا یعنی چیلنج کیا ہے۔مرحوم باقر الصدر
کی کتاب تفسیر صدر میں قانون تاریخ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ قانون اس دیوار پر پھینکے
گئے پتھر کی مانند ہے جو اسکی مخالفت کرنے والے کے سر پر لوٹ کر لگتا ہے۔عمران خان اس
اسلامی نظام زوجیت کو مفلوج کرنے والوں میں سے تھے۔گرچہ آپ ہر چیز کی تفسیر تاویل
شریعت سائنس سے کرنے والے ہیں لیکن اللہ نے بیک وقت شاہراہ دستور پر اسلام و مسلمین
سے اہانت وجسارت کرنے کی پاداش میں آپ کے ریاستی اور رہائشی دونوں میں زلزلہ لایا۔آپ
یہ نہ سمجھیں یہ آپ کے ساتھ شماتت ہے بلکہ میں آپ کو یہ بتارہا ہوں کہ اللہ کی مقرر کردہ سنت کا
ایک حصہ ہے جو کسی نبی، ہادی یا حاکم سے نافذ نہیں کرواتے بلکہ خود اسے نافذ کرتا ہے۔اخباروں
میں آئے دن آتا رہتا ہے کہ آپ کی حکومت کے مختلف علاقوں میں دین وشریعت سے بار بار کھلی
اہانت وجسارت کرتے ہیں جس طرح قوم ہود ولوط نے کیا تھا۔

پاکستان کو دانش وہنر کے بغیر مغربستان بنانے والے:

پاکستان کو دانش وفکر ترقی وتمدن کے بغیر انگلستان مغربستان بنانے کا بیڑا اٹھانے والوں
میں سرفہرست پاکستان پیپلز پارٹی ہے۔اہل مغرب کے نزدیک انھیں یہ اعزاز حاصل ہے۔
انہوں نے ایسی خواتین کا گوریلہ دستہ بنایا جو اپنے سجے سنورے بالوں سے اسلام اور اقدار دینی
پر جھاڑو پھیریں۔پی پی کی اسلام دشمنی عیاں ہونے سامنے آنے کے بعد منفور ملت بننے کے بعد
اس سے تیز رو پیش رفتہ صورت کو آگے لانے میں تحریک انصاف کا کردار ہے۔اگرچہ انھیں

اقتدار نہیں ملا لیکن ان سے ملحدین ومنکرین شریعت کے حوصلے بلند ہوئے ہیں یہاں کہ ترقی پسند کالم نگاروں کا اصرار وتکرار رہا ہے پاکستان کی ترقی وتمدن اس وقت تک ممکن نہیں جب تک یہاں ۵۵ فیصد آبادی یعنی خواتین کو آگے نہ لایا جائے۔ہم باہر کی خواتین کی بات نہیں کرتے لیکن پاکستان کی خواتین پر ظلم وجنایت بربریت کا تو وہ گرانے والی یہی دو جماعتیں ہیں جو ایوانوں اور باہر سڑکوں میں شاہراہوں پر ان کا میلہ لگاتی رہتی ہیں، ان کو یہ اذدواجی زندگی کی ابتداء کے مراحل میں لیت ولعل حیلہ بہانہ سے فرار کراتی ہیں ٹالتی ہیں کیونکہ یہ جماعتیں ان کو بغیر ذمہ داری اذدواج فراہم کرتی ہیں، چاہے وہ جس ملل ونحل سے وابستہ ہوں۔ بنیادی ضروری چیز ازدواج ہے۔بین الاقوامی ترقی یافتہ ملکوں کا کہنا ہے بنیادی ضرورت عوام الناس کو آسان اور سستی ملنا ملک کی ترقی وتمدن اور اچھی حکومت کی نشانی ہے۔ اسلام نے بنیادی ضرورت میں وہ نظام ازدواج پیش کیا تھا جو سب سے زیادہ انمول آسان اور پائیدار ہے۔لیکن اس نظام ازدواج پر ایمرجنسی لاگو کر کے اجنبی استبدادی قانون نافذ کرنے والی یہ ہی دو پارٹیاں ہیں،جنہوں نے نظام زوجیت کو درھم برھم کر کے سہل الحصول کو مشکل بنایا ہے۔تحفظ اور پائیداری کی ضمانت کو منسوخ کر کے طلاق وجدائی کے متعدد باب کھولے ہیں جنہوں نے یہاں نظام ازدواج کو مشکل بنایا ہے وہ صرف خواتین پر جنایت نہیں بلکہ مردوں پر بھی جنایت ہے۔زواج تنہا عورتوں کی ضرورت نہیں بلکہ مردوں کی بھی اتنی ہی ضرورت ہے۔ہم اس کا ذمہ دار روشن خیال دانشوروں کو ٹھہراتے ہیں جنہوں نے مغربی افکار کا پرچار کیا ہے لیکن اصل بنیادی ذمہ دار یہ دو پارٹیاں ہیں۔ ذیل میں ہم ان کی ابلیسانہ روکاوٹوں کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں۔

ا۔کلمہ شادی

جس قوم کو حقیقت اور واقعیت سے دور بلکہ دشمن اصلی سے لڑنے کے محاذ سے دور جنگ لفاظی میں مصروف رکھیں گے وہ قوم ہمیشہ مصیبت میں رہے گی۔ان کا کوئی بھی دنیوی یا دینی حل نہیں ہوگا۔امت مسلمہ کو بھی دھاندلی لفاظی کی جنگ کے میدانوں میں کرکٹ کی مانند کھیل میں مصروف رکھا ہے۔ان میں سے از دواج نکاح کی جگہ کلمہ شادی کا رواج ہے جسے آج سربراہ مملکت اعلیٰ عدلیہ فوجی سربراہ مقتدر اردو ادب بھی استعمال کرتے ہیں۔

شادی کا معنی مافوق طبیعت وفطرت غیر عادی خوشی کو کہتے ہیں۔شریعت اسلام کے دو مصدر قرآن وسنت دونوں میں غیر طبعی خوشی اور غیر طبعی حزن وملال سے منع کیا گیا ہے۔کہتے ہیں کہ میں نے شادی کرنی ہے اس لئے بہت سوں کو شادی نصیب نہیں ہوئی رہ جاتی ہے اور بعض کو طلاق ہو جاتی ہے۔انہوں نے اس لفظ کو ابلیسانہ حرکت سے ٹھونسا ہے اب عورت نہیں کہتی میں مجھے شوہر چاہیے میں کسی کی زوجیت میں جانا ہے یہ میری اولین ضرورت ہے۔کہتی ہے اب اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بہت سے خوشی منانے کے ذرائع اپنانا ہوں گے، جیسے دف ڈھول شور شرابہ صندوق کے صندوق لباس کاشی، زیورات تیار کرنا پڑیں گے اس کے بغیر زواج ممکن نہیں ہوتا ہے۔پہلے مقدمات تیار کرنے پڑیں گے پھر زواج ہوگا۔

۲۔پڑھائی:

پڑھائی مرد وعورت دونوں کیلئے مستحسن ہے لیکن بنیادی ضرورت کے لیے شرط بے بنیاد ہے آپ کی ضروریات میں کھانا پینا لباس ہے مکان ہے جو سب کے لئے مسلم ہے۔ہر حکومت

اس حوالے سے آسانیاں پیدا کرتی ہے، لیکن زواج کیلئے پڑھائی کی شرط کہاں سے لائی گئی ہے
۔ضرورت اور پڑھائی میں کوئی رشتہ نہیں ہے۔انھیں کس حصہ سے جوڑتے ہیں اگر کسی بھی
ضرورت کیلئے غیر ضروری شرط لگائیں گے تو انسانی زندگی مشکل ہو جائے گی اور ضرورت پوری
نہیں ہوگی۔

۳۔عمر میں برابری:

یعنی ایک دوسرے کی عمر میں زیادہ فرق نہیں ہونا چاہیئے یہ شرط بھی ہر قسم کی افادیت سے
عاری اور بد نیتی پر مبنی ہے جس کی کوئی منطق نہیں ہے۔اس حوالے سے جو تصور پیش کیا جاتا ہے
کہ ایک کو مرنے کے بعد دوسرے کو بیوہ رہنا پڑے گا تو یہ اسے نا قابل برداشت ہوگا۔یہ اپنی جگہ
وہمی خیالی وجعلی تصور ہے۔بیوگی کے لئے تنہا موت نہیں بلکہ جدائی علیحدگی ناچاکی بھی پیدا ہو سکتی
ہے۔آپ کے طلاق پر پابندی نہ ہونے کے باوجود ملک میں شرح طلاق بڑھ رہی یہ آپ کی
آزاد نفسی خواہشات کا صلہ ہے۔

ایک خطرناک لاعلاج مرض بھی جدائی کا سبب بن سکتی ہے۔اس سے بچنے کی کیا ضمانت
ہے ہنگامی آفت حادثہ قتل سے بچنے کی کونسی ضمانت ہے۔اس شرط سے آپ نے ۱۰،۱۲ سال کی
بیوگی سے بچنے کا بندوبست کیا ہے لیکن اس شرط سے ہزاروں لاتعداد بغیر زواج بیوہ زواج سے
محروم رہتی ہیں۔اس کا ذمہ دار کون ہوگا اس جرم وجنایت کی ٹوپی کس کے سر پر رکھیں گے۔
جواب واضح ہے یہ بدنیت بدگمان فرقہ باطنیہ اور مغرب والوں کے سر پر ہوگی۔

ایک دفعہ بیوہ ہونے کے بعد دوبارہ زواج مذموم گردانا جاتا ہے، کہتے ہیں اس سے گریز

ہی نیک نامی ہے۔ اس شرط سے ملک میں لاکھوں انسان مرد عورت تمام از دواجی ضروریات کے متقاضی ہونے کے باوجود نعمت زواج سے محروم ہیں۔ اگر قضائے الہی سے کسی کی زوجہ وفات پا جائے تو یہ مرد ۱۰، ۱۵ سال تک نہیں بلکہ ۵۰، ۶۰ سال تک رنڈوا رہے گا۔ اس طرح کسی عورت کا شوہر مر جائے تو اولاد کی خاطر یا معاشرے میں بدنامی کی خاطر بیوہ رہتی ہے اور نعمت از دواج سے محروم رہتی ہے۔ جبکہ دونوں کی اولاد کیسی اولاد ہے جو خود اس نعمت سے لطف اندوز ہوتی ہے ۔ یہ شرط کس نے لگائی ہے وہ اولاد کونسی اولاد ہے جو خود اس نعمت سے لطف اندوز ہو اور اس کے ماں باپ محروم رہیں۔ یعنی بیٹا دوسروں کے لئے نیک تمنائیں رکھتا ہو لیکن اپنے بیوہ ماں باپ کو اس سے محروم رکھے وہ بے چارگی تنہائی میں زندگی گزاریں اور یہ خود خوشحال زندگی گزارے۔

۴۔ مطلقہ عورت سے زواج نہ کرنا:

یہ بھی ایک بلا منطق بات ہے جس میں کسی قسم کا فلسفہ حکمت نہیں ہے کیونکہ طلاق ہمیشہ عیب کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے بلکہ اس میں ساخت جسمانی مزاج خودی ساختگی کا بھی دخل ہوتا ہے۔ ممکن ہے ایک عورت پہلے شوہر سے اختلاف کرے پسند نہ کرے اور دوسرے کو پسند کرے۔ پہلے کو تنگ کیا ہو دوسرے کی مطیع ہو جائے یا پہلے سے بے عقلی کی بنیاد پر جدائی حاصل کی ہو بعد میں پشیمان ہوئی ہو یا خود ساختہ مذہبی اختلاف موجب بنا ہو۔ ہاں کبھی کبھی عورت کے شوہر سے ہٹ کر خودنمائی خود بینی یا زواج مغربی کے تحت اجنبی مردوں سے دوستی بھی سبب طلاق بنتی ہے۔ ایسی عورت چاہے مطلقہ ہو یا غیر مطلقہ ہو اس سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ طبیعت

انسانی میں ہے کہ وہ بہت سی چیزوں میں شرکت کو پسند نہیں کرتا ہے اور برداشت بھی کرتا ہے لیکن زوجیت میں مرد وعورت دونوں اشتراک کو برداشت نہیں کرتے، خاص کر کے غیرت انسانی کے علاوہ جس کے پاس غیرت دینی ہو اس کے لئے نا قابل برداشت ہے۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس میں عورتوں کے ساتھ جو زیادتی کی کہانیاں اخباروں میں آتی ہیں اس کے ذمہ دار محرک پشت پر باطینہ، اہل مغرب اور ملک میں موجود الحادی احزاب ہیں لہذا یہ کہنا سو فیصد درست ہے اس ملک میں اگر عورتوں پر ظلم وجنایت ہو رہا ہے تو وہ اسلام کی طرف سے نہیں بلکہ آغا خانیوں اور قادیانیوں کی وجہ سے ہے۔ جو اس وقت ذرائع ابلاغ جرائد مجلّات ٹی وی سنیما میں اس فعل شنیع و حیوانی کا پرچار کر رہے ہیں اور ان کی پشت پر مغرب ہے۔

طلاق ایک ضرورت اجتماعی بلکہ ناگزیری ہے، زندگی دنیا ذاتی مفادات سے تعمیر وقائم ہے۔ جو دوسروں کے مفادات سے متصادم ہو سکتی ہے حتیٰ سگے بھائیوں میں یا اولاد اور باپوں میں بھی نا چاکی ہوتی ہے چہ جائیکہ ایک مرد اجنبی اور عورت اجنبی جہاں کہیں ہو جو بھی ہو ہم آہنگی چاہتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے اللہ نے ان دونوں کے درمیان غیر مترقبہ الفت پیدا کی ہے اگر کہیں خلاف توقع ناہمواری ناسازی آجائے تو اسے طلاق سے حل کرنا عقل وشرع دونوں میں جائز ہے، نبی کریمؐ اور خلفاء اسلام اس پر عمل پیرا تھے۔ کلیسا نے اپنے ہاں بڑھتی ہوئی شرح طلاق کو روکنے کیلئے پابندی لگائی ہے جبکہ مسلمانوں میں طلاق نہ ہونے کی برابر تھی اور ابھی ایسا ہے۔ جب سے مغرب نے اندرون خانہ مداخلت کرنا شروع کی تب سے شرح طلاق بڑھ گئی، خاص کر جہاں میاں بیوی میں سے ایک مغرب نواز ہو وہاں زیادہ طلاق ہوتی ہے۔ میاں جو غیرت

مردانگی کے ساتھ غیرت اسلامی رکھتے ہیں وہ اپنی زوجہ کے کسی اجنبی سے دوستانہ تعلقات برداشت نہیں کرتے ہیں اس کے علاوہ اور بھی مسائل ہوتے ہیں۔ کبھی یہ طلاق مرد کیلئے ضروری ہوجاتی ہے اور کبھی عورت کے لئے ضرورت ہوجاتی ہے۔ جہاں مرد کی ضرورت ہے وہاں ناگزیر ہوجاتی ہے، وہ خود اقدام کرتے ہیں اور طلاق کے موقعہ پر اس کو عورت کا حق مہریہ، نفقہ عدت ادا کرنا ہوتا ہے۔ جہاں عورت کے لئے ناگزیر ہوجائے وہ بھی اپنے لئے مقرر کردہ مہریہ کو واپس دے کر طلاق لیتی ہے، اگر شوہر نہیں مانیں تو عدالت سے رجوع کرکے طلاق لے سکتی ہے۔ جہاں تک عمران اور اس کی زوجہ کے درمیان طلاق کی نوبت جہاں تک اخبارات میں آئے تبصرہ سے پتہ چلتا ہے مداخلت بیرونی وجہ بنی ہے، اور مداخلت خاندانی ہو یا سیاسی ان کو اس موقعہ اپنے موقف کی وضاحت کرنا ضروری تھا۔

یفرقون بین المرء وزوجہ ہوگی گرچہ بعض جہات سیاسی اور مذہبی نے اس کو خاندانی اور ذاتی مسئلہ کہا ہے جہاں اس میں کوئی مداخلت نہیں کرسکتا ہے۔ یہ منطق درست نہیں ہے کیونکہ ازدواجی مسائل خاص کر طلاق اجتماعی مسائل کا نقطہ انطلاق ہے۔ اجتماع میں افتراق یہاں سے شروع ہوتا ہے مرکزی حکومت پر ختم ہوجاتا ہے اگر کوئی خاندان کسی خاندان پر ظلم وجنایت کرے اور باقی نظارہ کرتے رہیں تو یہ درست نہیں بلکہ اس کی وجوہات معلوم ہونی چاہییں، تاکہ معاشرہ میں اس کا سدباب ہونا جائے۔ اگر یہ مسئلہ کسی اور عادی انسان سے ہوتا تو کالم نگاروں کے پیٹ میں مروڑ آتا وہ زلزلہ پیدا کرتے اور اس زلزلہ کی تباہی میں سرحد کا زلزلہ بھی گم ہوجاتا۔ یہاں مسئلہ سیکولروں لبرلوں کا مسئلہ ہے اس مسئلہ کو اہل اسلام تک نہیں پہنچانا چاہتے ہیں مولویوں کے

طنز سننا نہیں چاہتے ہیں اور جہاں اثر ورسوخ والے سامنے ہوں وہاں کالم نگار دودھ پینے والی بلی بن جاتے ہیں۔

ہمارا یہاں مقصد ان دونوں میں سے کسی کی غلطی کی نشاندہی کرنا نہیں کیونکہ یہ دونوں دین وشریعت سے باہر ہیں۔ یہ دونوں صرف ان کے نکاح خواں کی شریعت تک محدود ہیں ورنہ ان دونوں کے منہ سے شریعت کا کلمہ نہیں نکلتا ہے۔ انکا عقد نکاح ایک مسلمان عالم دین نے پڑھا ہے، طبق رواج اور سنت جاریہ کے تحت ایک لاکھ مہریہ رکھا جسے اسی وقت ادا کیا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ جو ۸ کروڑ بمعہ دو کروڑ کی لاگت کا فلیٹ دیا ہے اس بارے میں اہل شریعت اور اعلیٰ عدلیہ سے سوال ہے کہ یہ کس مد میں دیا ہے؟ اس کی قانونی اور شرعی حیثیت معلوم ہونی چاہیے ورنہ بہت سوں کے گلے پڑے گا اور آئندہ عدالتوں میں یہ ایک مثال بن جائے گا۔ یہ کس اصول وضابطہ کے تحت دیا ہے۔ زواج کھانے پینے کی مانند چیز ہے، انسان مرد وعورت کے درمیان قائم رشتہ پورے معاشرے کے ہر فرد سے وابستہ ہے اس میں مقرارت یکساں ہونا ضروری ہیں۔ اس میں چھوٹا خاندان بڑا خاندان مال دار فقیر میں فرق نہیں ہوتا ہے۔ نہ پانی کے پائپ لائن جیسا ہے کہ سب اسے برابر استعمال کرتے ہیں سربراہ مملکت بھی اور فقیر بھی اس مقدار میں استعمال کرتا ہے اور بل یکساں ہوتا ہے۔

خدیجہ الکبریٰ تاجرہ کا حق مہر اور سودا بن زمعہ بوڑھی عورت کا مہریہ، عائشہ کنواری نوسالہ اور حضرت فاطمہ کا مہریہ برابر تھا۔ خدیجہ کا مہریہ ساڑھے چارسو درہم تھا جتنی رقم سے زید بن حارثہ خریدا گیا تھا۔ انسان اس وقت سے اب تک ایک ہے انسان اور اس کی ضرورت میں کمی بیشی

نہیں آئی ہے۔ جو رقم حق مہر یہ ادا ہوئی تھی اس کی قوت خرید اور آج کی ضروریات کے حوالہ سے فرق ہے۔ اس وقت چار سو پانچ سو درہم سے جو چیز خریدی جا سکتی تھی اس تناسب سے آج بھی مہر یہ ہونا چاہیے۔ آج قانون پاکستان کے تحت ایک قاتل اپنے مقتول کے وارث کو جتنا دیہ دیتے ہیں اتنی ہی رقم حق مہر یہ ہونا چاہیے، یہ سرکار و رعیت اور ملازم و افسر کا کھیل نہیں ایک انسانی جان کا مسئلہ ہے۔

عمران خان کا انتخاب زوجہ غلط تھا:

تاریخ بشریت میں شرفاء علماء ہمیشہ ازدواج دائمی ہی کیا کرتے آئے ہیں لیکن غیر شرفا خاص کر آج کے پڑھے لکھے روشن خیال غیر قانونی طریقے کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ اس حوالے سے اس وقت دنیا دو گروہوں میں بٹ گئی ہے یعنی انتخاب دوست اور دوسرا انتخاب زوج۔ اسلام میں انتخاب زوج پر شرائط لگائی ہیں ان شرائط میں سے ایک دیندار باوفا ء نیز شہرت یافتہ عورتوں سے پرہیز ازدواج اسلامی کی نصیحت ہے۔ عمران نے پہلے یہودی کا انتخاب کیا تھا، دس پندرہ سال تنہا مرد کی زندگی گزارنے کے بعد ان کا یہ ازدواج ضروری ازدواج تھا۔ جبکہ دوسری دفعہ ایک شہرت یافتہ کثیر الاحباب کا انتخاب کیا۔ اب وہ کنویں میں گرنے کے بعد احتیاطی تدابیر اپنانے کے ذرائع کو اپنا رہے ہیں چنانچہ انہوں نے ان کے شرورات سے بچنے کیلئے ۱۰ کروڑ دے دیا تا کہ طلاق کا شور شرابہ نہ ہو۔ چنانچہ منگل ۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کے جرائد میں آیا تھا کہ نشریاتی ادارے ان سے رجوع کر رہے ہیں۔ ہمارے ذرائع ابلاغ میں بھی اس پر تبصرہ شروع

ہوا ہے لیکن ان کے تبصرے کسی درد کی دواء نہیں ہیں۔

عمران نے پہلے مغرب والوں کو خوش کرنے کیلئے یہودی کا انتخاب کیا اور بعد میں اپنی پارٹی کے اداکاروں کو خوش کرنے کیلئے اداکارہ لائے ہیں انکی یہ فکر وسوچ ہی ان کے زوال کا سبب بنی ہے۔

بعض متلاشی حقائق وہ اسباب وعوامل جاننا چاہتے ہیں کہ عمران خان نے ریحام کو دو کروڑ مالیت کا فلیٹ کس مد میں دیا ہے، ہمارے خیال میں بہت سے اعلیٰ پائے کے تجزیہ نگاران شاید اس کا جواب نہیں دے پائینگے۔ ہمارے اس مسئلے کو چھیڑنے کی وجہ عمران خان سے شاہراہ دستور پر اسلام کے خلاف اہانت وجسارت کا انتقام نہیں بلکہ اس مناسبت سے یہاں کے کالم نگاروں کی بار بار اسلام ومسلمین پر کرنے والے ڈرون حملوں کی وجہ سے میرا ذہن اس طرف گیا کہ ہمیں اصل نص معلوم ہونی چاہیے۔ شاید خبر میں تحریف یا تصحیف کی گئی ہو لہٰذا اس وجہ سے اس کا جواب نہیں مل رہا تھا۔ خبر نگار نے یوں خبر دی ہے کہ عمران خان نے ریحام خان کو طلاق دی ساتھ آٹھ کروڑ بمع دو کروڑ مالیت کے فلیٹ بمع زیورات دیے ہیں۔ شاید اس جملہ میں کچھ تحریف ہو اور حقیقت دوسرا فقرہ ہو کہ عمران خان نے آٹھ کروڑ بمعہ دو کروڑ مالیت فلیٹ دے کر خلع لی ہے۔

عمران اور ریحام میں طلاق:

زواج اور طلاق اگر غیر عادی طریقے سے انجام پاتا ہے تو سوال کا اٹھنا حتمی اور لازمی

ہے۔ان کا زواج اس قدر مسئلہ نہیں تھا جتنا اٹھایا گیا کیونکہ دونوں طبعی راستے سے رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے تھے۔عمران خان تین مہینے انتہائی اہانت و جسارت سے اسلام و مسلمین کی اقدار کو روندنے کے بعد اس ڈرامے کے اختتام پر ان کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ ہم آپ ہی کے مذہب پر ہیں۔میں اگر کوئی برائے نام مسلمان عورت کو بیوی کے لئے انتخاب کروں تو آپ ہی کی صنف سے کسی اداکارہ و فلم ساز کو کروں گا۔ریحام خان بھی پہلے شوہر سے طلاق لینے کے بعد پریشان تھی کہ اگر کسی پاکستانی کی زوجیت میں جاؤں تو بیوی بننے کے بعد ان کی سرگرمیوں کی اجازت نہیں دیں گے۔جب شاہراہ دستور پر ان کی صنف کی قیادت عمران نے کی تو لاتعداد عورتیں متمنی ہوئیں ،اگر وہ ان سے منگنی کی خواہش کریں تو بغیر کسی جھجک وتردد و استخارہ کے قبول کریں گی۔چنانچہ جب عمران نے خواہش ظاہر کی تو خود ریحام کے بقول وہ ان کی پرکشش شخصیت کی وجہ سے رد نہیں کرسکی کیونکہ اسے ایسے شوہر کی ضرورت تھی جو اسلامی غیرت کے نام سے ان پر تیزاب بھی نہیں پھینکے نیز بقول اس کے وہ جب خاتون اول بنے گی تو فلم سازی کے شہر بناوں گی اور اس ملک میں یہ ایک سودمند ترین منصوبہ ہوگا۔اور اب اسی خاندان میں طلاق ہوئی۔جس پر تبصرہ وتجزیے شروع ہونے لگے حالانکہ طلاق ان معاشروں میں زیادہ ہوتی ہے جہاں عورتیں پدر مادر،عزیز واقارب،غیرت قومی وغیرت اسلامی اور دینی سے آزاد ہوں لہٰذا مغرب میں سب سے زیادہ ہوتی ہے اسلامی ملکوں میں اس کا تناسب ایران میں زیادہ ہے۔ان میں سے ایک پاکستان میں اسی طبقہ والوں میں ہوئی لیکن نہ ان کا کوئی دین ہے نہ ذرائع ابلاغ والوں کا دین سے کوئی تعلق ہے نہیں لہٰذا سچ کا پتہ کرنا مشکل ہے۔آج جمعہ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کو خبروں

میں آیا تھا کہ مسئلہ ایک زیور پر تھا یعنی اب طلاق کو بھی تشکیک میں ڈالا ہے۔

عمران خان زواج وطلاق دونوں میں گمراہی کے دھانے پر:

میں یہاں باوجود موقع و مناسبت ملنے پر انکے دلخراش مظاہر جو شاہراہِ دستور پر اسلام منافی حرکات وسکنات انجام دیے پران پر غصہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ اسے اللہ کی جاری اور مقرر سنت پر چھوڑتا ہوں۔ میں یہاں کالم نگاروں سے بھی نہیں چڑ رہا بلکہ اس مناسبت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دین اسلام کے اعلیٰ وارفع زواج وطلاق کے آئین کو اٹھانا چاہتا ہوں۔ ہم یہاں قرآن و سنت کے نظام زواج وطلاق کو جاہلیت قدیم وجدید کی بے ہودگیوں سے پاک ومنزہ ہونے کے حوالے سے اس پاک وارفع نظام کو ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک شدہ پیش کرنا چاہئیں گے۔ اس حوالے سے ہم نے اس موقع کا انتخاب کیا ہے۔ عمران خان اور انکی پارٹی کے قائدین، کارکنان اور انکے آقاؤں نے ایک طویل عرصہ سے سیاسی، اجتماعی، اقتصادی دھمکیوں، نفاقی ذرائع کے ذریعے اس نظام اجتماعی کو درہم برہم کیا ہے۔ انھوں نے اسلامی نظام اجتماع کی اس پہلی منزل کو بھی ویران وبرباد کیا ہے۔ ہر آئے دن کسی دوشیزہ و خاتون کی خودکشی، زہر کھانے، تیزاب پھینکنے کی خبریں عام ہوئی ہیں۔ گرچہ یہ سب کچھ اس مملکت اسلامی میں ہو رہا ہے لیکن اس کا سہرا مغرب اور انکے نمائندے الحادی پارٹیوں اور کالم نگاروں کو جاتا ہے۔

عمران خان اور ملک میں سرگرم تمام لبرل ازم کے حامیوں، سیکولرزم، منافقین، سیاست دان اور کالم نگار اور روشن خیال اللہ کی اس جاری سنت سے باہر نہیں انہیں معلوم نہیں اللہ کی اس

دنیا میں دو قسم کے قانون اجتماعی پائے جاتے ہیں۔ایک قانون اسلام حاکم اسلامی نافذ کرتا ہے جس میں وہ نظام زواج کو مثالی بناتا ہے لیکن یہاں جیش ابرہہ اور اسی مانند لشکرا سے روکنے کے درپے ہوتے ہیں، جب بھی ملک میں کسی بدکردار لڑکی یا عورت کا حادثہ پیش آتا ہے اس کا پورا ملبہ علماء اور اسلام پر لگاتے ہیں اور اسے اچھالتے ہیں۔ جب بھی اسلامی نظریاتی کونسل پاس نہ ہونے والی کوئی شق منظور کرتی ہے تو وہ اس کو سامنے آنے نہیں دیتے۔ چنانچہ ایک عرصے سے عالم اسلام اس نظام معطر و معلی سے محروم ہیں۔ دوسرا نظام وہ ہے جہاں اللہ نے اسے کسی کے ذمہ نہیں لگایا ہے، کسی دوسرے کو اسکی ذمہ داری نہیں دی بلکہ اللہ اس نظام کو خود لاگو کرتا ہے۔ چونکہ یہ نظام ہماری نظروں میں واضح نہیں ہوتا، ہم اسے دیکھ نہیں سکتے یا اسکی رفتار ہمارے حساب سے بہت سست ہے۔ جبکہ یہ قانون اپنی معین رفتار پر جاری و ساری ہے۔ اس قانون کی خاصیت یہ ہے کہ یہ قانون اپنی مخالفت کرنے والوں پر حملہ کرتا ہے انہیں مارتا ہے۔ اسے چور چور کرتا ہے، اسے نعمت سے محروم کرتا ہے۔ اسکی مثال عمران خان کی ہے تمام لوازمات زواجی کے انکی دہلیز پر انبار لگے ہوئے ہیں لیکن وہ اس نعمت سے محروم ہے۔ یہ بالکل ایسی مثال ہے جیسے چینی کی ملوں والے خود میٹھا استعمال کرنے کی نعمت سے محروم ہیں (اس حوالے سے اس قانون سے متعلق بحث کتاب تفسیر شہید صدر میں ملاحظہ کر سکتے ہیں)۔ لیکن ایک عرصہ سے زواج میں موجود سہولتوں ذرائع کے راستے میں بیٹے اور سیاسی خاندان رکاوٹ بنے ہوئے تھے، ان سب کو ناراض کیا کیونکہ انھوں نے اس نظام کا پاس نہیں رکھا۔ عمران نے اپنے خلاف کیمرہ برداروں کی وجہ سے آخر کار اپنی بے ثباتی دیکھ کر خود انکے بقول ایک طویل عرصہ دشوراری میں گذانے کے

بعد زوجہ کا انتخاب کیا ہے۔انھوں نے قران وسنت کے زرین اصولوں سے ہٹ کرایک اداکار گلوکاراور مغربی ثقافت کی دلدادہ عورت کا انتخاب کیا۔غرض اس بیان کردہ قانون رمزی نے مغربی قانون کا پرچار کرنے والے عمران اور تحریک انصاف کوایک تھپڑ مارا ہے۔اور سب کی چہ مگوئیوں کی زد میں آئے ہیں۔

آج ملک میں لاکھوں لڑکیاں اس نظام زواج سے محروم ہیں۔مختلف قسم کی عائد کردہ شرائط ورسومات اسکے آڑے آرہی ہیں۔حتیٰ بے نظیر اور زرداری بھی اپنی بیٹیوں کونعمت زواج نہ دے سکے۔اور یہ سب اسی قانون کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ انھوں نے جب اس قانون کی مخالفت کی تو یہ قانون اسکی مخالفت کرنے والے پرحملہ کرتا ہے اسے مارتا ہے۔

عمران اور زوجہ کے قصہ جدائی کے بارے میں آیا ہے کہ خاندان نسبی اور سیاسی دونوں کے دباؤ کے تحت ایک قلیل مدت آپس میں تلخی اور کشیدگی کے بعد جدائی ہوئی ہے۔عمران خان ،وزیر اعظم اور بعض علماء نے اس مسئلہ کوایک ذاتی خاندانی مسئلہ قرار دیا اور اس کو اچھالنے سے منع کیا ہے جو کہ اپنی جگہ درست ہے کیونکہ سیاستدانوں اور کالم نگاروں کا کوئی دین ودیانت جائز ونا جائز تو ہوتا نہیں لیکن ہمیں اس مسئلہ کو ان دونوں میں سے کسی کوقصور وارٹھہرانے کیلئے نہیں اٹھانا ہے بلکہ ہمارے ہاں نظام ازدواجی میں جو ناہمواری بے قراری اور بے بنائی ،زلزلہ خیزی چل رہی ہے اس حوالے سے چند نکات قارئین کے خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں یا اس پر چند سوالات ہیں:

ا۔ سنا ہے ان دونوں میں جدائی خاندانی اور سیاسی مداخلت سے ہوئی ہے۔

میاں بیوی کی درمیان اختلاف ناچاکی اور جدائی ڈالنا کہاں تک جائز ہے اور کہاں تک ممنوع اور علاقہ غیر ہوتا ہے؟ کیا یہ ذاتیات میں مداخلت نہیں تھی؟ ریحام خان نے کہا پوری پارٹی ان کی سسرال بنی تھی۔ البتہ تاریخ ادیان میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جہاں میاں بیوی کے درمیان مداخلت خیر ہوتی ہے۔

☆۔ حضرت ابراہیم خلیل نے اپنے بیٹے اسماعیل سے کہا زوجہ کو طلاق دو اور اسماعیل نے طلاق دی۔

☆۔ جنگ مصطلق کے موقع پر جب رسول اللہ نے افک کے حوالے سے رائے طلب کی تو حضرت علی نے مشورہ دیا کہ حضرت عائشہ کو طلاق دیں تو آپؐ نے طلاق نہیں دی۔

☆۔ خلیفہ دوم نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا اپنی بیوی کو طلاق دو لیکن انہوں نے طلاق نہیں دی۔

البتہ ان کو مثال بنا کر یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ مداخلت درست ہے یا غلط بلکہ اسکے پس منظر کو دیکھنا ہوگا اگر یہ عورت بدکار ہے تو شوہر کی غیرت اسلامی کیلئے خطرہ ہے لیکن تحریک انصاف والوں کے پاس تو اس کا تصور ہی نہیں ہے۔

ریحام کی طلاق کے بارے میں تجزیہ نگاروں کے تجزیے:

روزنامہ دنیا بروز منگل ۲۷ ۱۴۳۷ھ میں عارف نظامی کا اس بارے میں تجزیہ آیا تھا۔ ریحام کی طلاق کی وجوہات یہ ہیں:

۱۔ وہ خاتون اول بننا چاہتی تھی اس لئے ابھی سے سیاست میں سرگرم ہونا چاہتی تھی جو عمران اوران کی پارٹی کو پسند نہیں تھا یا پارٹی ان سے ان کی ثقافت چھیننے کیلئے کمین میں بیٹھی ہوئی تھی۔

۲۔ ریحام فلم بنانا چاہتی تھی اس کیلئے تحریک انصاف کے سرمایہ داروں سے بات چیت چل رہی تھی وہ بھی عمران خان کو پسند نہیں تھا۔

۳۔ پہلے دن سے عمران کے کچھ دوست اس زواج سے راضی نہیں تھے۔

اگر ریحام خان کو اپنے مشغلہ فلم سازی یا اداکاری نہیں کرنی ہے اور سیاست کے میدان میں بھی آنے کی اجازت نہیں ہوگی تو عمران اور بنی گالہ میں پسند کی چیز کیا ہوسکتی تھی۔ اگر عمران کو فلم بنانے والی یا اداکاری کرنے والی یا سیاسی بننے والی عورت نہیں چاہئے تھی تو کیا صوبہ سرحد اور پشاور میں چار دیواری کے اندر صوم وصلاۃ والی لڑکی نہیں مل رہی تھی۔ انہیں خود اٹھ کر منگنی کرنے کیلئے لندن کیوں جانا پڑا؟ کچھ دوستوں کو ریحام کی حرکات وسکنات پسند نہیں تھیں اس کی منطق کیا تھی؟ کیا انسان جب زوجہ کا انتخاب کرے تو تمام دوستوں کی پسند کے مطابق ہونا چاہیے؟ یا اگر وہ مومن ہوتے تو کہہ سکتے تھے کہ زوجہ کا ایمان ودیانت کو چیلنج کرنا ان کو پسند نہیں تھا۔

انکا کہنا ہے رشتہ ہوتے ہی ان کی طلاق ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ریحام بدکردار اور عمران دیندار تھے، تو وہ جب بھی ایسے خاندان سے ازدواج کریں گے تو اس کا حشر یہی ہوگا۔ ایسی بیویاں کہیں بھی پابندی برداشت نہیں کرتیں۔ پچھلے سال کسی وزیر کی بیوی نے کہا مجھے فلاں کی بیوی ہونے سے زیادہ افتخار اس پر ہے کہ میں ایک آزاد اور خودمختار عورت ہوں۔

عمران خان نے جب ریحام کو طلاق دی تو وزیراعظم نے مسلم لیگ والوں کو اس بارے میں کسی قسم کی بیان بازی سے روک دیا، خود عمران نے پشاور میں اس مسئلے کو اٹھانے سے منع کیا اور ریحام نے شکایت کی اس مسئلے میں مداخلت نہ کریں۔ سب نے مداخلت کو ایک مذموم عمل قرار دیکر کہا کسی کی ذاتیات میں مداخلت کرنا اچھی بات نہیں تو یہاں یہ وضاحت کرنے کی ضرورت ہے کہ ذاتیات کی حد کیا ہے۔ آیا آپ کے گھر میں نمک زیادہ استعمال ہوتا ہے اور طب سے تعلق رکھنے والے آ کر آپ سے کہیں آپ کے گھر میں نمک زیادہ استعمال ہوتا ہے جو نقصان دہ ہے تو کیا یہ ذاتیات میں دخل کرنے کے مترادف ہوگا یا اگر کسی نے کہا مرچ مصالہ تیز استعمال کرنا نقصان دہ ہے تو یہ ذاتیات میں ہوگا۔ اگر کسی نے اپنی بیوی کی نافرمانی نشوزیت کی بنیاد پر ان پر غصہ کیا، مار پیٹ کی تو باہر سے دیکھنے والے نے کہا یہ اچھی بات نہیں تو کیا یہ ذاتیات میں دخل ہوگا اور اگر کسی نے کہا آپ اس عورت کو بیوی نہ بنائیں یہ آپ کا ساتھ نہیں دے گی تو کیا یہ بھی ذاتیات میں آیگا۔ ذاتیات یعنی باہر والے اندرونی معالات میں مداخلت نہ کریں۔ اگر صوبہ سرحد کے قبیلہ یا خاندان کی تقریبات وروایات میں کوئی سندھی آجائے پنجابی یا بلوچی آجائے اور یہ کہے یہ آپ لوگ جو کام کررہے ہیں یہ بہت برا ہے تو کیا یہ ذاتیات میں مداخلت ہے۔ یہ جو آپ کے ساتھ ہوا ہے آپ کے دوستوں کی بے جا مداخلت سے ہوا ہے ان سے کہنا چاہیے تھا کیا یہ ذاتیات میں داخل ہے؟ اصل میں مغربی آداب و تقاضات میں استغراق ہر چیز کا موازنہ مغرب سے اور مغرب کی اندھی تقلید روشن خیالوں نورانیوں سے درک حقائق ودقائق چھین لیتا ہے اب وہ درک نہیں کررہا ہوتا ہے۔ غرض مند مفاد پرست انسانوں کے نصائح قبول نہ کریں

چاہے ذاتیات ہو یا غیر ذاتیات۔ بے غرض بے لوث انسان جو بھی نصیحت کریں اس کو بدنیتی پر نہیں لینا چاہیے، نصیحتیں سنیں ایک دوسرے سے موازنہ کریں اور بہتر پر عمل کریں۔ یہاں ایک اور حقیقت ہے جسے نظر انداز کیا گیا ہے کہ تحریک انصاف کے پہلی کھیپ عمائدین سب ان کے مشروط زوج ہیں وہ اپنے لئے کبھی حریف ورقیب کو برداشت نہیں کریں گے آپ چاہے اس کو جو بھی نام دیں۔

کیا ایک مسلمان ملک میں جہاں کی روایات میں شارع عام پر عورتوں کا ناچ گانا رقص کرنا برا سمجھا جاتا ہے اس ملک میں رہنے والوں کی ذاتیات بلکہ مسلمان گھروں سے لڑکیوں کو نکلوا کر شاہراہ دستور پر رقص کرانا یہ ذاتیات میں دخل نہیں ہے۔

جمعرات ۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ ک روزنامہ ایکسپریس میں کالم نگار جاوید چوہدری نے لکھا زواج اور طلاق دونوں نجی معاملات ہیں اس میں کسی اور کو مداخلت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ آپ نے غلط کہا ہے زواج اور طلاق دونوں اجتماع کا پہلا پڑاؤ ہے یہاں انتخاب زوجیت میں دوست احباب ماہرین کو کی نشاندہی کرنی چاہیے اس مسئلہ سے صرف نظر کرنے سے طلاقیں بڑھ رہی ہیں۔ بڑھتی ہوئی طلاقوں کی وجہ ازدواج میں جلد بازی عدم تحقیق ہی بنی ہوئی ہے۔ معاشرے میں ازدواج شریعت مشرکین پر چل کر استخارہ کرکے کرتے ہیں اس وجہ سے ہوتی ہے جلدی اپنی جگہ تعلیم اور روزگار کے بہانے عمر گزارنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

لیکن اگر وہ شخص ایسی شخصیت ہے کہ اس کے عمل و کردار کو لوگ نمونہ بناتے ہیں اس صورت میں اس کے مثبت منفی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ضروری ہوتا ہے۔ عمران ایک سیکولر لبرل

شخص ہے جس کے ہاں بے اصولی اصول ہے وہ خود دوسروں کے کام میں مداخلت کرتا ہے۔
طلاق مذموم ہے مذموم عمل کی مذمت ہونی چاہیے۔عمران نے آٹھ کروڑ دیا ہے یہ کس مد میں دیا ہے؟ کہیں یہ اس ملک میں رواج نہ بن جائے۔ مجھے اپنے نقطہ نظر کی صحت پر قرآن اور سنت کی رو سے کسی قسم کا شک وتر دید نہیں تھا لیکن اس منطق کو باہر پیش کرتے وقت وہاں جہاں قرآن وسنت سے زیادہ اشعار یا سیاستدانوں کے محاورے پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں کوئی مثال نہیں مل رہی تھی لیکن یہ مسئلہ بھی الحمدللہ جناب خورشید شاہ صاحب قومی اسمبلی میں قائد حزب مخالف کی طرف سے حل ہوا ہے۔ جمعرات ۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ میں روزنامہ دنیا میں آیا کہ انہوں نے فرمایا ہے 'سیاستدانوں کا کردار عوام کی ملکیت ہوتا ہے' یہ جملہ بہت عمدہ ہے منطقی جملہ حدیث شریف میں آیا ہے مومن مومن کا آئینہ ہے۔ ایک مومن دوسرے مومن کے معائب کو دیکھتا ہے جسے وہ خود نہیں دیکھ سکتا ہے، اپنے عیب کو رفع کرنا بہتر ہے۔ ورنہ دوسرے انسان اس کو دیکھ کرنا پسند کریں۔

عمران خان کا طلاق کے ساتھ دس کروڑ سے زائد رقم دینا:

اتوار ۷ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کی اخبارات کی سرخی میں آیا تھا کہ ریحام خان نے حق مہر یہ ۱۵ کروڑ مانگا تھا بعد میں اسلام آباد میں ایک فلیٹ دو کروڑ مالیت کے ساتھ ۸ کروڑ پر اتفاق ہوا، ریحام نے تردید کی کہ ایسا نہیں ہے لیکن عمران نے اس کی تردید نہیں کی۔ شاید بعض کے لئے یہ رقم بہت خطیر ہو فیکٹریوں میں ۱۲۔ ۱۶ گھنٹہ کام کرنے والوں کی عقل گم کرنے والی بات کی

مانند ہو لیکن اس ملک کے صدر اور وزیر اعظم بننے کے خواب دیکھنے والے کیلئے یہ رقم اتنی اہمیت کی حامل نہیں ہے۔خاص کر این جی اوز سے وابستہ یا ان کی طرف سے اعلیٰ منصب پر فائز والوں کے لئے موسم خزاں میں گرنے والے پتے جیسا ہے۔عمران تو بڑی شخصیت ہے پچھلے ہفتہ لاہور کی ضمنی انتخاب میں ان کے ایک امیدوار کے لئے کسی تاجر نے ڈیڑھ ارب روپے خرچ کئے تھے ۔عمران کے لئے یہ باد خزاں کی پتہ کی مانند ہے لیکن ہمیں ہنسی ان دونوں کے درمیان طے ہونے والے حق مہر یہ پر ہے۔ جب حق مہر یہ ایک لاکھ طے ہوا تھا اور اخبار میں آیا تھا کہ اسی وقت ادا بھی کیا گیا تھا، پھر ریحام نے ۱۵ کروڑ طلب کیے اس کی کیا منطق بنتی ہے؟ عمران اور ریحام کے حوالہ سے اس پر بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے ہاں اکثر وبیشتر طلاق والدین سے ناہم آہنگی اور خاندان کی مداخلت سے ہی ہوتی ہے لیکن دینی بنیاد پر نہیں۔عورت کے برے کردار کے پیش نظر نہیں ہوتی یا اگر ہوتی ہے تو لوگ کہتے ہیں اس کو چھپائیں یہ بتانا درست نہیں ہے۔طلاق اس مسئلہ کا حل ہے ہاں آپ طلاق شدہ عورت سے ازدواج کو قباحت قرار نہ دیں اور دوسرا انسان اس سے ازدواج کریں تو بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

عمران خان نے قانون قرآن وسنت کو چھوڑ کر ملک کی موہوم مطعون خودساختہ روایات کے تحت ایک لاکھ مہر رکھا جو بہت ہی کم ہے۔لیکن آج جب انھیں طلاق دینی پڑی تو اس کو دس کروڑ دینے پڑے تو اس قانون کو رد کرنے کے نتیجہ میں ہوا ہے۔اب قانون دان عدالت کو اس بات کی تحلیل کرنی چاہیے کہ یہ دس کروڑ زوجہ مطلقہ نے کس مد میں لیے اور دینے والے نے کس مد

میں دیئے ہیں۔ اگر کوئی قانون دان ہوتو یہ بتائے یہ کس شق کے تحت دیئے ہیں۔

عمران خان کے نفاق نے انھیں ناکامی سے دوچار کیا۔ زواج اور طلاق اسلام میں اعلیٰ معیار کے اصول پر استوار ہیں جو دیگر اقوام وملل کے لئے قابل رشک ہیں۔ کاش اس کا کوئی نمونہ بیان وقلم وعمل سے پیش کرنے والا ہوتا۔ اس وقت دنیا میں اقوام وملل کو جن مسائل کا سامنہ ہے وہ زواج اور طلاق کے مسائل کو ادھورا چھوڑنے سے ہورہا ہے۔ اس پر کماحقہ لائق توجہ کسی بھی طرف سے نہیں ہوئی ہے حتیٰ دنیا اسلام میں جو اسلام کے حوالے سے ایران وسعودی عرب پیش پیش ہیں انہوں نے بھی توجہ نہیں دی ہے۔ ایران نے انقلاب کے بعد عورتوں پر جو توجہات مبذول کیں ہیں وہ زیادہ تر سیاسی واجتماعی مسائل خواتین پر کی ہے۔ سیاسی اور اجتماعی مسائل کسی کام کے نہیں جب تک بنیادی مسائل لاینحل رہیں بطور مثال پاکستان کے سیاسی اجتماعی حلقوں نے صرف خواتین کو دو اہداف کیلئے اٹھایا ہے۔

۱۔ مغرب والوں کی انہیں ہدایت کہ خواتین اور بچوں کو والدین اور شوہروں سے آزاد کرائیں۔

۲۔ ان کے ووٹ سے استفادہ کریں لہذا وہ انتخاب میں ناکام ہونے والی خواتین بھی چور دروازے سے لاتے ہیں۔ ان دونوں اہداف کے حصول ان کے خاطر تھے۔

سیاست کو چلانے کیلئے ان کی بیویوں بیٹیوں کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان کی پہلی بیوی سے لوگ پریشان تھے کہ اس ملک کا انجام کیا ہوگا لیکن دوسری زوجہ بھی برطانیہ سے ہی انتخاب کی گئی وہ بھی اسلامی فکر وریاست کی باغیہ کو لانے کے لئے پریشان تھی۔ لہذا ان کا یہ کہنا

کہ دوسروں کے ذاتیات میں دخل کرنا درست نہیں یہ بات غلط ہے یہ سب کا بلکہ پورے پا
کستان کا مسئلہ تھا۔

اسباب طلاق:

عمران خان نے اپنی دو بیویوں کو یکے بعد دیگر طلاق دی ہیں یقیناً دونوں بار عمران خان کیلئے یہ طلاق بہت ناگوار گزری ہے۔ پہلی کا تو پتہ نہیں لیکن اس دفعہ ان کے بیانات سے اور شاہدین حال کی زبان سے اندازہ ہوتا ہے ان پر یہ طلاق بہت گراں گزری ہے۔ ہمیں اسکے حقیقی اسباب و وجوہات کا پتہ نہیں ہے۔ عمران خان کا اپنی زوجہ کو طلاق ان پر تو گراں گذری ہے لیکن انکے حریف سیاسی خاندانوں کیلئے اچھی خبر بنی ہے۔ انھیں کچھ حد تک سکون واطمینان ملا ہے۔ انکی زوجہ پر کیا گذری ہے اس بارے میں کوئی چیز سامنے نہیں آئی ہے۔ ہم بحیثیت مسلمان کسی فرد کے حزن و ملال سے خوش نہیں ہیں چاہے ہمارا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں انکی دو بیویوں کو طلاق مغرب والوں اور یہاں کے حقوق خواتین کے علمبرداروں کے چہرے پر طمانچہ ہے۔ عمران خان بحیثیت ایک مغرب کے لئے پسندیدہ اور ان کے علمبردار ہونے کے ناطے سے یہ طلاق ان کیلئے اچھی نہیں تھی۔ لیکن انکو یہ تلخ گھونٹ پینا پڑا۔ علماء اور بعض روایات میں طلاق کے بارے میں آیا ہے طلاق ایک فعل مذموم ہے، ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ ان کے بارے میں اللہ جانتا ہے۔ روایات بتاتی ہیں کہ یہ اللہ کے غضب کا موجب ہے یا عرش میں زلزلہ وغیرہ آتا ہے۔ ان باتوں پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن میں نہ اسکی

مداح دیکھی گئی ہے اور نہ مذمت۔

طلاق ایک مشکل مسئلہ کا حل ہے اور یہ مشکل انسانی اجتماع میں غیر مالوف غیر مانوس نہیں ہے بلکہ عادی ہے۔ اس عادی مشکل کا حل طلاق ہے لہٰذا طلاق کی مذمت نہیں ہونی چاہیے۔ آپ اس مرد سے پوچھیں جس نے اپنی بیوی کے نہ چاہتے ہوئے طلاق دی ہے کہ وہ کتنا خوش ہوتا ہے۔ اگر بیوی شوہر کو نہیں چاہتی ہے تو اس نے خلع لے کر طلاق لی ہے تو وہ بھی خوش ہو جاتی ہے۔ اس طرح طلاق میں ایک طرف تو خوشی ہے لیکن ہم یہاں یہ دیکھنا چاہتے ہیں مسلمان ملکوں میں اس کے بڑھنے کے کیا اسباب و وجوہات ہیں۔ اہل اقتصاد کا کہنا ہے شاید اسکا سبب اقتصادی محرومی ہے۔ شوہر بیوی کی مالی ضروریات پوری نہیں کرسکتا اس وجہ سے طلاق کی نوبت آتی ہے۔ ہمارے سیاستدانوں کے پاس تمام مشکلات کا ایک ہی علاج ہوتا ہے۔ ہم نے ایک طبیب کو دیکھا جس کے پاس جو بھی شخص علاج کیلئے آیا تو اس کو پچس کی دوائی دیتے تھے۔ جب اس سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے تو وہ اسکی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور بتاتے تھے۔ ہمارے ملک میں بھی سیاستدان ایسی ہی بات کرتے ہیں۔ دہشت گردی کیوں ہے جہالت کی وجہ سے ہے، طلاق کیوں ہوتی ہے جہالت کی وجہ سے، خودکشی کیوں کرتے ہیں جہالت کی وجہ سے ہے۔ ایسا نہیں ہوتا ہے ہر امر کا اپنا سبب ہوتا ہے۔ عالم اسباب میں ہر چیز کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔

ہم یہاں اس مناسبت سے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ طلاق کیوں ہوتی ہے۔ طلاق کا مسئلہ اقتصادی نہیں ہے کیونکہ یہ دولت مند ملکوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے ایران وسعودیہ، ہمارے ملک میں اس کے کیا اسباب ہیں۔ اس کے اسباب یہ ہیں۔

۱۔ زواج میں تعلیم کی شرط

برابر کی تعلیم کی شرط عائد کی جاتی ہے۔لڑکوں کے برابر کی تقلید میں لڑکیوں کی بہت عمر گذر جاتی ہے۔ جب عمر زیادہ ہوتی ہے تو خواستگاری کم ہوجاتی ہے۔ جب خواستگاری کم ہوتی ہے تو اس طرف سے انتظار بڑھ جاتا ہے تو حالت انتظار میں جو بھی آتا ہے بغیر تحقیق کے اس کو ہاں کرتے ہیں۔اس سے ڈرتے ہیں کہ شاید اس کے بعد اور کوئی نہ آئے۔تو یہ زواج دوانجان میں ہوتا ہے۔ جب دوانجانوں میں ہوتا ہے تو اعتلاف کم اور اختلاف زیادہ ہوتا ہے اور زیادہ اختلاف سبب طلاق بنتا ہے۔

۲۔ مخلوط تعلیم

مخلوط تعلیم میں لڑکیاں بہت سے لڑکوں سے آشنا ہو جاتی ہیں تو اس درسگاہ میں موجود لڑکے ان لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے جو بہت سوں کی دوست بنتی ہیں۔اور انکے دوست بھی ان لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے۔اس وجہ سے بھی زواج اکثر وبیشتر اجنبی سے ہوتا ہے تو اکثر طلاق ہو جاتی ہے۔

۳۔ ملک میں ثقافت تعیش

عاقل انسان دور جاہلیت میں گھر کا خرچ اپنی درآمد سے کرتے تھے۔ وہ دوسروں کی درآمد کو کم دیکھتے تھے لیکن فی زمانہ انسان اپنی درآمد دیکھے بغیر دوسروں کی زندگی کی تقلید کرتا ہے جو آگے جا کر اس کیلئے نا قابل برداشت مشکلات پیدا کرتی ہے۔مثلاً ایک عورت اپنی سہیلیوں کی نقل کرتے ہوئے اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرے تو اس کا شوہر اگر اسکی ضروریات پوری نہ

کرے تو بات طلاق تک جا پہنچتی ہے۔

۴۔ اداکارائیں

خواتین اور لڑکیاں ایک عرصے سے فلموں میں، سینماؤں میں کام کرنا شروع کیا ہے اور انکی زینت بنی ہیں تو وہاں جانے والی اس وقت تک تو اچھی لگتی ہیں، شاید مغرب والوں کو اچھی لگیں لیکن مشرق میں خاص کر مسلمانوں میں لڑکے اسے پسند نہیں کرتے کہ انکی زوجہ اجنبیوں میں گھل مل جائے۔

۵۔ ارث

مسلمان ملکوں میں عام طور پر عورتوں کے جو حقوق قرآن میں آئے ہیں یعنی ''ارث'' نہیں دیتے بلکہ ارث کے بدل جہیز دیتے ہیں۔ جہیز خریدتے وقت تو بہت مہنگا ہوتا ہے جس سے لڑکی خوش ہوتی ہے کہ وہ بہت جہیز لے کر آئی ہے لیکن یہ شوہر کے پاس کوئی قابل قدر نہیں ہوتا کہ کہیں عورت اس کی وجہ سے مغرور نہ ہو جائے تو اس طرح وہ دونوں سے محروم رہتی ہے۔ ارث بھی نہیں ملا اور جہیز کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

۶۔ مہریہ میں بے قیمتی

مسلمان ملکوں میں یہ رجحان پایا جاتا ہے اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ مہریہ بہت کم ہونا چاہیے۔ خواہ کتنا ہی صاحب جائیداد کیوں نہ ہو، چھوٹا ہو یا بڑا ہو مہریہ کم رکھتا ہے۔ مثلاً عمران خان نے ریحام سے نکاح کا ایک لاکھ مہریہ رکھوایا جو کہ خود ارب پتی ہے۔ جبکہ ہم ایک غریب

بے روزگار انسان ہیں نہ تنخواہ ہے نہ کاروبار ہم نے اپنی پہلی دو بیٹیوں کا مہر یہ ایک لاکھ رکھا پچاس ہزار نقد پچاس ہزار معجّل بعد کیلئے رکھا، اور چھوٹی دو بیٹیوں کا مہر یہ چھ لاکھ مقرر کیا تھا، مہر یہ کم ہونے کی وجہ سے انسان کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں رہتی کہ جب جی چاہیے تھوڑی سی ناچاکی نافرمانی پر اس سے جان چھڑاتا ہے اور لڑکی کو طلاق دیتا ہے۔ اگر قرآن کے مطابق رکھتے تو وہ آسانی سے ایسا نہ کر سکتے۔ مہر یہ قرآن میں ایک قنطار سونے کی حد تک بتایا گیا ہے۔ سنت پیغمبرؐ میں ایک اندازہ بتایا گیا ہے کہ ایک عادی غلام کی قیمت کے برابر ہونا چاہیے۔ مثلاً پیغمبرؐ نے خدیجہ جو ایک صاحب ثروت تھیں انکا مہر یہ تقریباً ساڑے چارسو درھم رکھا تھا اور ساڑے چارسو درھم سے خدیجہ کے چچا نے زید بن حارثہ کو خریدا تھا اتنی ہی رقم آپ کی تمام بیویوں کی تھی حتیٰ اپنی چہیتی بیٹی کا مہر یہ بھی۔ ہم مسلمان بدقسمتی سے چودہ سال گزرنے کے بعد زندگی کے تمام مسائل میں ماڈرن ہوگئے ہیں شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن حق مہر یہ کے بارے میں ابھی تک سوچ نہیں بدلی بلکہ حق مہر یہ کم رکھنے کو دینداری گردانتے ہیں لہٰذا اس کو تحلیل کریں تو اس کے دو مصداق ہو سکتے ہیں۔

۱۔ اس وقت ساڑھے چارسو درھم کی قوت خرید کتنی تھی ۔فرض کریں اس وقت ساڑھے چارسو درھم میں ایک سوگز کا مکان خرید سکتے تھے۔ تو آج بھی ایک سوگز کے مکان کی قیمت کے برابر ہونا چاہیے۔

۲۔ سارھے چارسو سے زید بن حارثہ کو خریدا تھا۔ تو آج کل پاکستان میں ایک آدمی کے قتل کی قصاص پاکستان کے قانون میں اس وقت کتنا مقرر ہے۔ وہ دیہ حق مہر ہونا

چاہیے۔ کیونکہ عورت شوہر کے ہاتھ میں حیات وقتل کی کشمکش میں رہتی ہے۔ کہ اگر اس کو چھوڑ دے تو اسکی زندگی برباد ہو سکتی ہے۔

ایک عورت جس کو طلاق ہو جاتی ہے اس کیلئے طلاق ایک قسم کا پختون اور چترال والے زلزلہ جیسا ہے عورت جیسے زمین کے نیچے لا پتہ ہو جاتی ہے جس عورت کو ایک دفعہ طلاق ہو جاتی ہے وہ معاشرے میں منفور قرار پاتی ہے چہ جائیکہ دو دفعہ طلاق ہو جائے، اگر وہ نو عمر ہو زندگی تباہ ہو جاتی ہے، تنہا طلاق نہیں بلکہ عادی موت یا حادثات میں اگر شوہر مر جائے تو ہمارے معاشرے میں اس جوان لڑکی کیلئے یہ کہا جاتا ہے یہ بدقدم لڑکی تھی۔ اس لیے عورت کے معاشرتی تحفظ کی خاطر قرآن اور سنت محمدؐ میں حق مہر یا ایک عادی انسان کی رائج دیہ کے برابر ہونا چاہیے۔ قرآن میں تو قنطار کے برابر سونے کی اجازت دی ہے، لیکن بدقسمتی سے اسلام دشمن فرقوں نے زواج کے متبادل متعہ نکاح سری دوستی کے لئے مقدار اجرت کے برابر رواج دیا ہے یہی وجہ ہے اس وقت ہمارے ہاں شرح طلاق بڑھ رہی ہے۔ طلاق شدہ یا حادثات میں شوہر کے فوت ہونے والی کی پرسی نہیں ہے انہیں ان آفات کا متبادل نہیں ہے یہ بھی ایک مغرب کی جنایت ہے۔ ابھی تو ریحام نے ڈرامہ کرلیا ہے لیکن سب عورتیں ریحام نہیں ہو سکتی ہیں۔

خبر سودا ششم

مذہبی جماعتیں میدان سیاست میں ہار گئیں:

روزنامہ دنیا بدھ ۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کامران خان کے اسٹوڈیوز سے یہ خبر آئی ہے کہ پاکستان میں بالخصوص پنجاب اور سندھ میں مذہبی جماعتیں سیاست کے میدان میں صفر کی سطح سے نیچے جا رہی ہیں۔ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کو نشر ہونے والی اخبار و جرائد میں آیا تھا جماعت اسلامی اپنے ہی علاقے منصورہ میں چھوٹی سطح کی انتخاب یونین کونسل میں بھی ہار گئی ہے۔ اور آئندہ بڑے انتخاب میں ان کے جیتنے کی توقع بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ خبر یہاں کے مسلمانوں کی سوچ کے حوالے سے ایک خبر سودا تھی بری خبر تھی۔ لیکن یہ کہنا کہ یہاں اسلام ہار گیا ہے یہ درست نہیں ہے۔ اسلام نواز، عمران، بلاول سے نہیں ہارتا ہے اور نہ اسلام قاضی اور سراج الحق جیسے سیکولروں کی مدد سے جیت سکتا ہے۔ ہم یہاں ایک فقرہ کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ ذوات یہاں کے مسلمانوں کیلئے اچھے چہرے والے اور صوم و صلاۃ کے پابند ہیں لیکن جب انہوں نے اسلام محمدؐ کو چھوڑ کر اسلام محمد علی جناح اور اقبال کی تحریک چلائی اور ان کی سیکولر "الوا" کی حمایت کے بعد پی پی اور عمران خان کے اتحادی بنے تو ظاہر ہے اب ان کے توسط سے یہاں اسلام نہیں آئیگا گرچہ ہم جیسے سادہ لوح جو اسلام کو صرف نعرہ "یا رسول اللہ" میں دیکھتے

ہیں وہ پھر بھی ان سے امیدیں باندھے ہوئے تھے وہ بھی اب ان سے مایوس ہو گئے۔ لیکن میں عرض کرتا ہوں کیا یہ ایک المیہ یا غیر متوقع عمل ہے یا یہ ایک طبعی عمل ہے؟ اس سوالیہ فقرے کے دو جواب ہو سکتے ہیں ایک اہل دین دیانت والوں کی طرف ہوگا کہ بہت افسوس ہوا کہ لوگ دین سے الگ ہو رہے ہیں یا علماء عوام سے رابطے میں نہیں ان کی کارکردگی اچھی نہیں رہی اور دوسرا جواب جو سیکولر کہتے ہیں اس سے علماء کا کیا تعلق ہے انہوں نے سیاست کو پڑھا ہے نہ سمجھا ہے انھیں کیا پتہ سیاست کیا ہوتی ہے۔ یہ دونوں جواب درست نہیں یہاں تک کہ یہ افسوس کی بات ہے۔ افسوس ہمیشہ غیر متوقع انجام پر کہتے ہیں یہاں جو کچھ ہوا ہے وہ غیر متوقع نہیں ہوا بلکہ متوقع ہوا ہے۔ تاریخ میں منافقین کی برتری یا جیت بہت کم رہتی ہے، منافقین کچھ عرصے تک لوگوں میں پوشیدہ رہتے ہیں پھر پہچان لیے جاتے ہیں کہ وہ کس کے ساتھ ہیں۔ یہاں کے دینی جماعتیں بھی اسلام کے سربلندی کے خاطر میدان میں نہیں آئی تھیں وہ تو صرف اپنے مدارس کے طلبہ اور مساجد کے نمازیوں کے ووٹ کو فروخت کی حد تک سرگرم رہے ہیں۔ اس میدان میں انہوں نے کچھ نہ کچھ حاصل کیا ہے ورنہ ان کے میدان سیاست میں اسلام کے حوالے سے نفاق سب پر واضح ہے۔ یہاں تک وہ کسی سے چھپے نہیں تھے۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان کا ہمیشہ اس ملک کے ملحد کمیونسٹ نظام کے ساتھ اتحاد آیت قرآن اور سنت کے خلاف تھا۔ اسی طرح تحریک اسلامی اور وحدت المسلمین اور جماعت اسلامی کا تحریک انصاف کے دوش بہ دوش ہونا درحقیقت اسلام قرآن اور سنت محمدؐ کیلئے نہیں تھا۔ کافرین ملحدین اور مسلمین میں کہیں بھی اتحاد نہیں ہو سکتا۔ سیکولر کا کہنا ہے کہ علماء کو سیاست نہیں آتی ہے انہوں نے سیاست پڑھی ہی نہیں ہے۔ ہمیں ان کی

جہالت اور نادانی پر افسوس ہے سیاست پڑھنے سے نہیں تجربے سے آتی ہے۔ کیا فضل الرحمٰن سالوں سے سیاست میں نہیں ہیں، انہوں نے بے نظیر جیسی بین الاقوامی شہرت یافتہ زرداری، پرویز مشرف اور ابھی نواز شریف سے کیا کیا حاصل نہیں کیا۔ جناب آغا ساجد کوئی سیٹ تو نہیں لے سکے لیکن انھوں نے اورکئی قسم کے مفادات حاصل کیے ہیں۔ انکی تاریخ میں کوئی ایسا دن نہیں ملتا جس دن انہوں نے کسی ملحد اور بے دین سے دوستی چھوڑی ہے۔ آج کل فضل الرحمٰن اور سراج الحق کا بار بار یہ کہنا کہ ہم اسلام جناح اور اقبال کے داعی ہیں کیا اس سے زیادہ نفاق کے ثبوت پیش کیے جا سکتے ہیں؟ خاص کر آج کل سیاست کے اسرار میں سے ایک یہ ہے کسی بات پر اکڑ کر نہ رہیں بلکہ لوٹا بنیں، جھوٹ بولنے میں کوئی قباحت نہیں، بے دینوں سے گھل مل کر رہنے میں کوئی قباحت نہیں ان کے کام اور باتوں پر پردہ کار دین ہے۔ آپ حضرات اسی لیے ہوا اور موسم کے رخ پر بات کرتے ہیں۔ چنانچہ فضل الرحمٰن اور سراج الحق دونوں اسلام محمدؐ بھول گئے انہوں نے اسلام جناح اور اقبال کا ورد شروع کیا ہے۔

خبر سوداء ہفتم

وزارت عظمٰی کی طرف سے واصل خبر سودا:

وزیر اعظم نواز شریف صاحب کا تعارف یہاں دائیں بازو سے کرایا جاتا ہے یعنی دینی گرائش رکھتے ہیں۔اس سلسلے میں اخبارات و کالم نگار کبھی کبھی لکھتے ہیں کہ آپ اپنے کابینہ کے اجلاس کا افتتاح تلاوت قرآن سے کرتے ہیں۔کبھی ریاض الجنتہ میں حاجیوں والی ٹوپی پہن کر نفل پڑھتے دکھاتے ہیں کبھی جاتی عمرہ میں محفل نعت رکھتے ہیں۔تو ہم جیسے سادہ عاقبت نا اندیش مسلمان کتا گود میں لے کر مسلمانان اسلام کا استقبال کرنے والے،کلمہ اسلام کو پرچم پاکستان سے ہٹانے والے،لال مسجد کو مسمار کرنے والے،اس طرح شاہراہ دستور پر فلم کاروں اداکاروں رقاصاؤں سے دھرنے کرانے والے عمران اور کلمہ اسلام منہ پر لانے سے گریز کرنے والے بے نظیر ضالہ جہنمی زرداری،پاکستان میں مسیحی وزیر اعظم کا خواب دیکھنے والے بلاول ''کلمہ نہ پڑھ سکنے سے کچھ فرق نہیں آتا'' کہنے والے گیلانی،قادیانیوں پر پابندی ہٹانے کا مطالبہ کرنے والے اتاترک کا خواب دیکھنے والے الطاف حسین سے ان کو بہتر سمجھتے تھے۔لیکن ہمیں کیا پتہ کابینہ کے اجلاس کا افتتاح تلاوت قرآن سے کرنے والے وزیر اعظم اسراف وتبذیر اور عیاشی میں قرآن کی اس آیت ﴿ اسراف کرنے والے شیاطین کے بھائی بند ہیں اور شیطان تو اپنے پروردگار کا بہت بڑا انکار کرنے والا ہے ﴾ (الاسراء۔۲۷) کے مطابق ملک کے خزانہ سے

اسراف وتبذیر کی ریکارڈ توڑتے ہیں۔مصداق عام مذکورہ بالا کو دوسرے عمائدین سے کم خرچ والے سمجھتے تھے۔لیکن ان کی طرف سے کچھ غیر متوقع اور اہل اسلام کیلئے دل آزار خبریں اخبارات میں دیکھنے میں آئی ہیں تو ان کو خبر سوداہی کہہ سکتے ہیں بلکہ مسلمانوں کیلئے دل سوز اور معاشرہ اسلامی کیلئے لرزہ بر اندام پیدا کرنے والے تہہ وبالا کرنے والے زلزلہ کی خبریں کہیں گے۔

۱۔ مملکت کی اعلیٰ عدلیہ کے حکم قاطع سے عدولی کرتے ہوئے اردو کی جگہ انگریزی میں تقریر کرنا۔

۲۔ دورے میں اپنی بیٹی کو ساتھ لیجانا۔

۳۔ پاکستان کے مستقبل کو سیکولر اور لبرل ازم بتانا۔

۴۔ نص قرآن کے خلاف ہندو مسلمان بھائی بھائی کہنا۔

۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کو نشر ہونے والے روزنامہ ایکسپریس کے کالموں میں ایک کالم ”روشنی کی ایک ہلکی سی کرن“ تھا۔کالم نگار مقتدیٰ منصور اور دیگر سیکولر کالم نگاروں کے لئے یہ روشنی کی ہلکی سی کرن یا چونکا دینے والی ہوا کا تازہ جھونکا تھا۔لیکن جمہوریہ پاکستان جو اس خاطر وجود میں آیا تھا کہ یہاں مسلمانوں کی الگ ریاست ہوگی اور ہندو غیر مسلم سے گھل ملنے والے معاشرہ نہیں ہوگا، جس کا اعتراف اس ملک کی مذہبی جماعتوں کے علاوہ سیکولر جماعتوں نے بھی کیا کہ پاکستان مسلمانوں کیلئے مخصوص ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا تھا کے عوام کیلئے یہ

ایک سیاہ دہن خبر تھی۔ پہلے اصل خبر کو پیش کرتے ہیں وزیر اعظم میاں نواز شریف نے سرمایہ کار کانفرنس کے شرکاء سے خطاب میں کہا "پاکستانی عوام کا مستقبل ایک جمہوری اور لبرل پاکستان میں پوشیدہ ہے"۔ وزیر اعظم کا یہ بیان مقتدیٰ منصور اور ان کے ہم فکر و ہم عقیدہ سیکولروں کے لئے ایک روشنی کی کرن ہے۔ خود ان کے بقول حیران کن اور افسوسناک بھی کیونکہ یہ بیان نواز شریف جیسے دیانتداری دکھانے والے وزیر اعظم کی زبان سے کیسے نکلا ہے۔ نیز یہاں کے مسلمان عوام عمران خان کے لبرل ازم جمع الحادیزم کے مقابلے میں میاں صاحب کو "دین سے اتنی چڑ نہیں" سمجھ کر ان سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے ان کو بھی تعجب ہوا کہ انہوں نے ایسا بیان کیوں دیا۔ اور بھی پاکستان سے مثبت منفی نظریات رکھنے والوں کے اذہان میں سوالات اکٹھے ہوں گے جو ہم تک نہیں پہنچے ہیں مثلاً مغرب کے الحادی نظام کے داعیوں اور یہاں ان کے نمائندوں کو پریشانی تھی نواز شریف کی حکومت میں اس کا آنا ممکن نظر نہیں آتا ہے اس لئے انہیں تشویش تھی یہ بات ان کیلئے باعث تعجب وحیرت بنی کہ ایسا بیان کیوں دیا کہیں تقیہ تو نہیں کر رہے ہیں، خود نواز شریف کو بھی چند لحاظ سے پریشانی تھی کہ میری تمام تر لادینی ثقافت کے پھیلاؤ واشاعت کے مظاہرے خاص کر ہندوستان سے آزادانہ اداکاروں اور اسلام منافی فلموں کے وارد کرانے کے باوجود اپنی خصوصی گھریلو تقریبات میں مودی کو دعوت دینے کے باوجود وہ منہ نہیں دکھاتے خوشی کا مظاہرہ نہیں کرتے کہ ان سب کے باوجود کیوں مغرب جو ہمارے اقتدار کی ضمانت دیتا ہے کو ابھی تک یقین دہانی نہیں ہو سکی ہے؟ اس حوالے سے مقتدیٰ منصور نے کہا وزیر اعظم نے پہلی مرتبہ پاکستان کے بارے میں بابائے قوم کی سوچ وفکر کو برملا تسلیم کیا ہے۔

پاکستان میں اس وقت بہت سے مذاہب موجود ہیں جنہیں انگریزوں نے اسلام کے خلاف بنایا جیسے قادیانی آغا خانی، کچھ مذاہب خود حکومت پاکستان نے بنائے ہیں اور ان سے کہا ہے تفرقہ کرو۔مقتدیٰ منصور سے سوال ہے آپ یوں کہیے تمام فرقوں کا خاتمہ ہونا چاہیے اور گاندھی جی کا مذہب بحال ہونا چاہئے۔

مقتدیٰ منصور سے گزارش ہے آپ مسائل کو چیرنے کے ماہر ہیں جس طرح قصاب گوشت کو بوٹی بوٹی کرتے ہیں اپ اخباروں کے قصاب ہیں آپ اپنی اس منطق کی تکہ بوٹی کریں چیر کر دیکھیں ان کے اندر تنگ نظری کہاں سے آئی ہے۔تنگ نظری اپنی منطق کو بغیر کسی دلیل سے سہارا دے کر ٹھونسنے کو کہتے ہیں۔یہاں دو احتمال ہو سکتے ہیں۔

ا۔ جن مذاہب کو وہ بظاہر چھوڑ کر آئے ہیں ان میں تنگ نظری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرقوں میں تنگ نظری نہیں ہے جن فرقوں میں تنگ نظری ہے انہوں نے اس کو اپنے مورثین سے ورثے میں لیا ہے۔ان کے دلوں میں اسلام با قاعدہ جاگزیں ہی نہیں ہوا ہے ورنہ مسلمان حقیقی کے نزدیک اس دین کی حقانیت کے بارے میں دلائل کی کمی نہیں ہے پھر وہ کیوں تنگ نظری کریں، مسلمان اپنی منطق کو ہمیشہ دلیل سے آراستہ و پیراستہ پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ خود کہتے ہیں ہندو انتہاء پسندی کر رہے ہیں کیونکہ وہاں کفر والحاد ہے خالص کفرستان ہونے کی وجہ سے۔اس صورت میں آپ یہ کہیں ہر مذہب اپنے کفر اصلی کو چھوڑ کر خالص اسلام کا مظاہرہ کریں یا فرقوں کو رائے عامہ کے سامنے اپنے فرقے کی حقانیت کو قرآن وسنت محمدؐ سے ثابت کرنا چاہیئے۔جس طرح آپ کو فرقوں کے خلاف بولنے کی اجازت ہے، خالص اسلام

والے کو بھی یہ آزادی ملنی چاہیے لیکن وہ آپ دیں گے نہیں۔ آپ خود کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں اگر کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں تو اس کا تعارف کرانا چاہیے کہ یہ فرقہ تنگ نظری سے نکلا ہوا ہے یا آپ کسی فرقے میں نہیں ہے تو اس صورت میں دو صورتیں بنتی ہے یا آپ مسلمان ہیں تو آپ اس کا اظہار کریں آپ کے پاس قلم و بیان ہیں دعوت دیں کہہ دیں سارے فرقے باطل ہیں۔ اس میں ہم سے بات کریں ان کی یہ فکر پاکستان کے وجود کے لئے خطرہ ہے۔ پاکستان اسلام کے لئے بنا ہے پاکستان کسی فرقے کے لئے نہیں بنایا ہے، اب پاکستان فرقوں اور سیکولروں کے لئے گیند بنا ہوا ہے لہٰذا فرقوں کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ یا آپ کہیں کہ ہم مسلمان نہیں تو آپ گاندھی جی اور سہروردی کی حامی ہیں کہ برصغیر میں پاک و نجس کا تصور نہیں ہونا چاہیے۔ اگر آپ کے پاس پاک کا تصور ضروری اور ناگزیر ہے تو آپ بتائیں دین اسلام کے بغیر یہ ملک کیسے پاک ہوگا؟ پھر تو آپ لوگ ہی پاکستان کے دشمن حقیقی ہیں پتہ نہیں محافظین پاکستان کے دعویداروں کی نظر ان لوگوں پر نہیں پڑ رہی جو یہاں دوبارہ ہندو مسلم سے گھل مل کر ہندوستان بنانا چاہتے ہیں۔ اس وقت پورا عالم اسلامی اس ملک کی سلامتی کے لئے دعا گو ہیں ان کی نظریں ادھر پڑی ہوئی ہیں ان کی حمایتوں کے پیغام آتے رہتے ہیں۔ یہ ملک بہت سے اسلامی ملکوں کے دل کی دھڑکن بنا ہوا ہے۔ جبکہ یہاں کے حکمران پاکستان سے اسلام کے نام آثار اور نشانیوں کو مٹانا چاہتے ہیں کوئی بھی شخص یا جماعت گروہ اور حکمران مسلمانوں کو دبا سکتے ہیں نظام اسلام کو روک سکتے ہیں اور ابھی تک روکے ہوئے ہیں لیکن اسلام سے آزاد پاکستان نہیں بنا سکتے ہیں۔

اگر کسی کو گھوڑے اور پرچم تھامنے والے پسند آتے ہیں تو ہم جیسے بے وقوف اپنے اجلاس کا قرآن کریم سے افتتاح کرنے اور ریاض الجنتہ میں خاضعانہ نماز پڑھنے والے کو پسند کرتے ہیں۔لیکن ہم قرآن کی تلاوت ،نماز نفل کی ادائیگی سے دھوکہ نہیں کھائینگے کیونکہ ہمارے پاس دین و دیانت کے معیار صرف قرآن کی تلاوت ،قرآن کو چومنا نفل پڑھنا نہیں ہے۔اگر ۶۸ سال اس ملک کے ۹۸ فیصد مسلمانوں کے خون پسینے سے حاصل کردہ دولت سے عیش و نوش کرنے والے اپنی اور اپنی پوری کابینہ کے وزراء کیلئے اندرون ملک اور بیرون ملک دولت بنانے والے یہ کہیں کہ یہاں مسلمان اور کافر برابر ہیں یہاں ہندو و مسلم میں کوئی فرق نہیں تو یہ تصور خواب و خیال ہو سکتا ہے شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا ہے۔ آپ نے پہلے اپنے خطاب میں کہا تھا کہ پاکستان کی بقاء جمہوریت میں ہے ہم آپ کو اسی جمہوریت کا واسطہ دیتے ہیں بتائیں ۹۸ فیصد مسلمان پر چند ہزار کفار کی حکمرانی و برابری کہاں کی جمہوریت ہے یہ جمہوریت پر ولتبار یا ہو سکتی ہے مغربی نام نہاد جمہوریت بھی نہیں ہو سکتی ہے۔یہ منطق از روئے قرآن و سنت محمدؐ سے متصادم ہونا ایک نا قابل انکار حقیقت ہے اور آپ کی مفقود جمہوریت سے بھی متصادم ہے۔لیکن نواز صاحب اور اس ملک کے سیاست دان کالم نگاران جو کبھی ان کے لبرل ازم کے اعلان پر داد دیتے ہیں اور کبھی ان کے ہولی میں دیوالی میں دئے گئے بیانات پر داد دیتے ہیں خاص کر ان کا یہ وعدہ کہ ہم انکے بت خانوں کو بھی بنائیں گے ،یہ کسی صورت میں صحیح نہیں ہے اگر اس ملک میں اقلیتوں کا تحفظ ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنے پروگرام میں بلائیں اور مسلمان اس میں شریک ہو جائیں اور خاص کر سربراہ مملکت اسلامی اس میں جائے بلکہ انکے بت خانوں کو

بنائیں یا ان کے کفریات اور شرکیات میں بھی حصہ لے۔ یہ انکی نام نہاد جمہوریت پر سیاہ دھبہ ہے، کیوں کہ جمہوریت کا جو آپ معنی کرتے ہیں یعنی یہاں اکثریت کی حکومت ہوگی۔ اس ملک میں اکثریت مسلمان ہیں تو برابری کس بات کی؟ چہ جائیکہ خزانہ مسلمین سے بت خانہ بنائیں، اگر اقلیت ضروریات خورد ونوش وغیرہ کی ضرورت رکھتے ہیں تو آپ یہ فراہم کرسکتے ہیں نہ کہ بت خانے تعمیر کریں۔ یہاں کے مسلمان اللہ اور اس کے رسول کا کلمہ پڑھتے ہیں انہیں محمد علی جناح اور اقبال کا اسلام قبول نہیں ہے کیونکہ ان دونوں نے اسلام کو پڑھا ہی نہیں ہے ان کالج اور کیمبرج میں اسلام نہیں پڑھاتے تھے۔ اس اسلامی مملکت کا مفہوم کیا ہے؟ یہ کون سی جمہوریت ہے جس میں ۹۸ فیصد مسلمان اور ایک فیصد سے بھی کم ہندو برابر ہیں۔ ہندوستان کے اٹھارہ کروڑ مسلمان اقلیت ہیں کیا پاکستان کے چند ہزار ہندو اقلیت میں نہیں آتے۔

نواز شریف صاحب کا یہ خطاب بیک وقت دو طرف تھا۔ دونوں کے اثرات ایک دوسرے سے مختلف رہے۔ اہل اسلام کے اذہان میں خلاف توقع یا غیر متوقع بیان تھا جو امیدیں نواز شریف سے باندھے ہوئے تھے کہ وہ بر ملا اسلام کے خلاف کوئی اقدام نہیں کریں گے کیونکہ جیسے پہلے تذکرہ کیا ہے ذرائع ابلاغ میں آنے والی خبروں میں وہ اپنی کابینہ کے اجلاس تلاوت قرآن سے شروع کرتے ہیں۔ رمضان المبارک کے آخری دن روضہ رسولؐ میں ریاض الجنۃ میں ادائے نفل میں گزارتے ہیں۔ لہذا انکی کی طرف سے پی پی اور تحریک انصاف کی طرح اسلام کے ساتھ اہانت اور جسارت والی حرکتیں دیکھنے میں نہیں آتی تھیں۔ یہ بیان ان امیدوں کے خلاف غیر متوقع تھا۔ اس حوالے سے انکے دلوں میں ایک مایوسی آئی جبکہ سیکولر، لبرل ازم

والوں کیلئے غیر متوقع روشنی کی کرن بنی' اصطلاح فرق میں اسے مرجئہ کہتے ہیں یعنی اسلام کو اندر رکھنے کا دعویٰ کر کے کفر کا اظہار کرنے والے ہیں۔قرآن اور سنت محمدؐ میں خود مسلمان کو اپنے قریبی فاسقین وفاجرین سے الگ رہنے کا حکم ہے چہ جائیکہ کافرین کے ساتھ گھل مل کر رہا جائے ۔کیونکہ وہ آج کل کی اصطلاح کے مطابق ان کو دائیں بازو دیکھ رہے تھے۔بہر حال سیکولروں نے اس بیان کو بہت سراہا۔

ہمارا ارباب حکومت،روشن خیالوں اور کفر ولبرل ازم کے حامیوں سے کہنا ہے آپ اپنا نقطہ نظر واضح کریں۔اگر اس ملک میں اقلیتوں کے ساتھ کوئی برا سلوک ہو رہا ہے تو بتائیں لیکن مغربی حکومتوں کی ایماء واشارے پر اس ملک میں جہاں وہ مہمان ہیں ان کی طرف سے حضرت محمدؐ اور قرآن کی اہانت وجسارت کے واقعات اخبارات میں نشر ہوتے رہتے ہیں۔

اس میں اقتدار کے بھوکے اندر سے کافرین سے یکجہتی اور مسلمانوں سے نفرت برتنے والے اتحاد اسلامی کے داعی زعماء بھی پروپیگنڈا کر رہے ہوں اور اس میں مسلمانوں کو صبر وتحمل و برداشت کی تلقین کریں تو وہ سیکولر اور فسطائی تو بن سکتے ہیں لیکن مسلمان نہیں رہ سکتے۔اگر آپ مسلمان ہیں تو بتائیں قرآن وسنت محمدؐ میں اقلیتوں کے ساتھ سلوک کی کیا ہدایات ہیں۔اسے سامنے لائیں اور اگر کچھ ترک ہو رہا ہے تو سامنے لائیں۔اگر آپ کافر ومسلمان کی اصطلاح ہی ختم کرنا چاہتے ہیں جس طرح گاندھی اور سہروردی چاہتے تھے تو آپ پاکستان کا نام کیوں لیتے ہیں جبکہ پاکستان کا تو مطلب ہی مسلمانوں کی جگہ ہے۔

ہم وزیر اعظم سے سوال کرتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں اقلیتوں کو ان کے مذہب پر اپنی

چار دیواری میں مراسم قائم کرنے کی آزادی تھی۔اس کے بارے میں کسی کو اعتراض نہیں ہے وہ بے شک ادا کریں۔لیکن حاکم اسلامی اٹھ کھڑے ہو کران کے ساتھ رقص وناچ کریں یہ یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ اہانت و جسارت ہو گی چہ جائیکہ خزانہ اسلامی سے مندر بنائیں، گرجا بنائیں کلیسا بنائیں گردوارا بنائیں بلکہ انکوخوش کرنے کے لئے بتوں کی فیکٹری بنائیں۔قرآن کریم کی آیات میں آیا ہے ہر ایک کا تشخص الگ ہے، ہر ایک کو اپنی حدود میں رہنا ہے، مسلمان کو اپنی نظام عدالت کا پاس رکھنا ہے اور اپنے دشمنوں کے ساتھ کسی قسم کی ناعدلی سے منع کیا ہے۔

یہاں سے ہمیں حیرت وحسرت انگشت بدنداں ہیں کہ ہمارے دینی قائدین فضل الرحمٰن اور سراج وغیرہ کا کہنا ہے وہ اقبال و جناح کے اسلام نافذ کرنا چاہتے جبکہ دوسری طرف سیکولروں کا کہنا ہے جناح و اقبال سیکولرولبرل نظام کے داعی اور حامی تھے ہم یہاں ان دونوں گروہ سے الگ الگ سوال کرتے ہیں پہلے فضل الرحمٰن اور سراج سے سوال ہے آپ دونوں نے اسلام قرآن ومحمدؐ میں کونسا عیب اور نقص پایا یہاں تک کہ اس اسلام سے دل برداشتہ ہو کر اسلام جناح و اقبال کی طرف رخ کیا ہے۔اس اسلام کے حامی ہو گئے بقول امام خمینی آپ نے دونوں اسلام قرآن اور محمدؐ اور اسلام امریکا و برطانیہ کو پسند کیا ہے۔

ان سے سوال ہے کیا ان دونوں نے اسلام کو کسی درسگاہ یا معروف ومشہور عالم دین سے پڑھا تھا یا ان کو وحی ہوا تھا کہ ہم اس سے اسلام لے لیں نیز ان سے یہ بھی سوال ہے کیا یہ ان دونوں کو ان کے فرزندان واقرباء سے زیادہ جانتے ہیں؟ ان کے فرزند چیف جسٹس پاکستان

جاوید اقبال ترقی پسند سیکولر تھے۔ وہ اپنے والد کے بارے میں کہتے تھے "علامہ اقبال دیندار بھی نہیں تھے۔ جناح و اقبال دونوں مسلمان تھے دونوں نے ابتدائی تعلیم مغرب سے وابستہ سکولوں سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم بھی مغرب میں جا کر حاصل کی تھی اور ان سے اعزاز حاصل کیا۔ اقبال کو مصور یا نقاش پاکستان کا جو لقب دیا ہے وہ اپنی جگہ تحقیق طلب مسئلہ ہے۔

جناح کے مذہب کے حوالے سے واضح ہے آپ خوجہ جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔

جبکہ خوجہ جماعت نے اپنے آپ پر اثنا عشری کا لیبل لگا رکھا ہے۔ انہوں نے پاکستان میں اپنے رہن سہن میں چھوٹا انگلستان پیش کر کے رکھا ہے، انکی بود و باش، گفتگو سب انگریزی ہے۔ خوجہ جماعت اسماعیلی آغا خانی ہیں آغا خانی شریعت اسلام کے ناسخ ہونے کے معتقد ہیں۔ لہٰذا محمد علی جناح کا اسلام اور نظام اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس لئے وہ اسلام کے داعی بھی نہیں تھے۔ اس حقیقت ناصعہ وروز روشن کی مانند کے باوجود ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ اسلام شناس و اسلام خواہ تھے جبکہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ سیکولر اور لبرل تھے یہ قوم کو اندھیرے میں رکھنے فریب و دھوکہ دینے اور اس جھگڑے کے دوران میں اپنا مقصد نکالنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ چنانچہ ہر آئے دن ہر موقع محل پر سیکولر کالم نگار تکرار و اصرار سے کہہ رہے ہیں وہ پاکستان میں اسلام کے خواہاں نہیں تھے معلوم نہیں فضل الرحمٰن سراج الحق کس اسلام کی بات کر رہے ہیں شاید کسی آغا خانیوں کے اسلام کی بات تو نہیں کر رہے؟ اس حوالے سے اذہان میں شکوک و شبہات ابھرتے ہیں۔ یہاں تک محمد علی جناح کو قائد اعظم کہنا پاکستانی مسلمانوں کے عقیدے پر ڈاکہ ہے کیونکہ امت مسلمہ کیلئے حضرت محمدؐ سے زیادہ کوئی قائد اعظم ممکن ہی نہیں چاہے اہل بیت سے تعلق رکھتا ہو یا

اصحاب اخیار وابرار سے چہ جائیکہ جناح واقبال قائداعظم ہے اس کی کوئی کسی بھی حوالے سے تفسیر ممکن نہیں ہے یہ بدترین آمریت وثقافت ہے۔ جناح اسکے داعی نہیں تھے اس مسئلہ کو رشید احمد خان نے حل کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء میں منعقد ہونے والے آئین ساز اسمبلی کے خطاب کے مندرجات پر نظر ڈالیں تو یہ مسئلہ حل جاتا ہے، انھیں ہمارا مشعل راہ ہونا چاہیے تھا لیکن ملک کا آئین بناتے وقت ان افکار ونظریات کو نظر انداز کیا گیا بلکہ انھیں چھپایا گیا ہے۔ جناح نے واضح کر دیا تھا کہ پاکستان میں حکومت قومیت کی بنیاد پر ہوگی نہ کہ مذہب کی بنیاد پر ہوگی۔ بات یہاں تک ہی رک جاتی تو کافی تھی لیکن انھوں نے کہا ہندوں، سکھ، عیسائی اور دیگر اقلیتیں اپنے حقوق کے حوالے سے مسلمانوں میں برابر کی شریک ہیں۔ ان میں کسی قسم کی تفریق اور دوئی نہیں ہے۔ اقلیتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ہندو ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے، سب ایک ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر رشید کا کہنا ہے ہمیں انکی اس فکر کو اپنانا ہوگا۔ آپ سے گذارش ہے اس حوالے سے ہماری چند گذارشات ملاحظہ فرمائیں:

پہلے مرحلے میں دیکھتے ہیں کہ اگر جناح یہاں ہندو مسلم برابری کی حیثیت سے ملک قائم کرنا چاہتے تھے تو ۶۸ سال مسلمانوں پر ان کے احسانات جتانے کا کیا مقصد تھا، کس منطق کے تحت مسلمان ان مرحلوں سے گزرے؟ اس وقت ہندوستان میں مقیم مسلمانوں ذلیل وخوار اسلام کا نام لینے سے کتراتے رہتے تھے یہ سیکولروں اور لبرلوں کا لاکھوں مسلمانوں کے اسلام و مسلمین کی خاطر بہائے گئے خون پر ڈاکہ نمک حرامی بلکہ عزائم ومنویات نورانین ومانوین کو مکمل

کرنے کی کوشش ہے۔محمد علی جناح تحریک قیام حکومت اسلام و مسلمین کے بانی نہیں تھے وہ اس وقت کے مسلمانوں کے جذبات واحساسات اسلامیہ پر قبضہ جمانے والے روشن خیالوں کی تنظیم کے صدر تھے۔ وہ مسلمان نشین علاقوں میں مسلمان نمائندہ قائم کرنے انہیں سیٹ دینے کی مہم چلا رہے تھے۔

وہ گاندھی اور برطانیہ دونوں کے ساتھ وفاداری چاہتے تھے۔گاندھی نے اپنی اکثریت کو ضائع کرنے سے گریز کرتے ہوئے اس اتحاد کو مسترد کیا۔گویا ان تاریخی حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ تمام کالم نگار وسیاستدان واپس پلٹ کر گاندھی جی کے فارمولے کی تائید کر رہے ہیں۔اس لئے اللہ بھی ان سے حساب لینگے۔

اگر فرض کریں محمد علی جناح صدر مسلم لیگ گورنر جنرل پاکستان پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے تو کیا یہ ریاست انہی کے خوابوں کی تعبیر کی خاطر ان کی ممات کے بعد ایسی ہی رکھنی چاہیئے؟ ایسا گذشتہ زمانے میں بھی کسی کو نصیب نہیں ہوا اور نا آئندہ کسی کو نصیب ہو گا یہ امام علی جیسی شخصیت کو نصیب نہیں ہوا اور نا ہو گا لیکن ہم محمد علی، بھٹو، زرداری نواز شریف، بے نظیر اور ان کے ہندو نواز فرزند اور ان سب کے آقاؤں کو بتانا چاہتے ہیں کہ تمھارے معبود ''جمہوریت'' کا جنازہ نکلنا ہو گا جس میں بھی عوامی رائے کا رٹا لگاتے ہیں تو پھر کس طرح یہاں ۹۸ فیصد مسلمانوں کی رائے کو لات مار کر ۲ فیصد کی رائے کے احترام میں لبرلزم قائم کریں۔

ا۔ انھوں نے دوقومی نظریہ کو اٹھایا ہے جو دو پہلوؤں سے تفصیل طلب ہے۔ پہلا کہ یہ علاقہ جس میں اسلامی قانون نافذ ہو گا اور اسلامی روایات کو قائم کیا جائے گا۔یعنی یہاں کا

آئین اسلام ہوگا۔ لیکن اسے یہاں کے روشن خیالوں اور لبرل ازم کے حامیوں نے سختی سے مسترد کیا ہے۔ انکا کہنا ہے قائد کی یہ فکر نہیں تھی یہ دوقومی نظریہ نہیں تھا۔

۲۔ اکابرین مسلم لیگ اور جناح کا مقصد تھا کہ یہاں خالص مسلمانوں کی ریاست قائم کی جائے گی۔ اگر یہ تنہا خالص مسلمانوں کیلئے تھا تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یہاں ہندوؤں، مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ یہاں حکومت میں سب برابر کے شریک ہونگے۔ اس صورت حال میں تو گاندھی کی فکر سامنے آتی ہے کہ ہندو مسلمان کی بات نہ کرو یا جیسے آج کل کے ادا کار وادا کارائیں اور این جی اوز کی سندیافتہ خواتین کہتی ہیں۔ یہ حسین سہروردی اور گاندھی کی فکر ہے۔

۳۔ دنیا میں ہر جگہ یورپ، ہندوستان غرض ہر جگہ اقلیتیں پائی جاتی ہیں۔ کیا وہاں بھی ان اقلیتوں کو وہی حقوق میسر ہوتے ہیں کہ نہ ہندو ہندو ہوگا اور نہ مسلمان مسلمان ہوگا۔ ایسی ہی صورت حال ہے اسے واضح کرنا چاہیے۔

۴۔ آپ کا اصرار ہے یہاں اسلام کے بدل میں جمہوریت ہے۔ ہم جمہورت کے داعی ہیں جمہوریت کا معنی اکثریت کی خواہش کو ترجیح دی جائے گی۔ یہاں آپ نے اسلام سے جان چھڑانے کے حد تک جمہورت کی بات کی ہے۔ تاریخ اسلام حضرت محمدؐ سے لے کر دور اختتامی عباسیہ کے اختتام تک کسی غیر مسلم کو جبری مسلمان کیا ہو نہیں ملے گا جبکہ یہ غیر مسلموں کی تاریخ میں ملے گا بتائیں یہاں کہاں پر تشدد سے کسی کو مسلمان کیا ہے؟ اہل پاکستان نے اسکی مخالفت نہیں کی اور اسے سر آنکھوں پر بٹھایا ہے۔ یہاں ۹۸ فیصد مسلمان ہیں اگر یہاں ریفرینڈم

کرائیں تو دیکھیں کیسے کامیابی ہوگی۔

۵۔ کہتے ہیں یہ دور علم کا دور ہے عقل کا دور اور قرون وسطی اور جاہلیت اولی سے نفرت کا دور کہتے ہیں۔ ہم یہاں استفسار کرتے ہیں پتھر اور گائے کی پوجا کرنا اور اسی طرح لوگوں پر رنگ پھینکنا جہالت اور دیوانہ بندی نہیں ہے؟ اس جہالت، خرافات اور اجتماعی فرسودگی میں شرکت کرنا اور اسکی تمنا کرنے پر وزیر اعظم نواز شریف کو مبارکباد دینی چاہیے۔

لیکن ہم اپنی بساط کی حدود سے تجاوز نہ کرنے والوں میں سے ہیں۔ ہم نہ حکمرانوں کے حق میں دعا گو رہتے ہیں نہ فوراً ان کیلئے بد دعا کرتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان میں حکمران چاہے دائیں بازو سے تعلق رکھتا ہو یا بائیں بازو سے سربلندی اسلام کی ان سے توقع نہیں ہوسکتی ہے۔ دوسری بات حسب تعبیر قرآن کریم یہ گردش میں رہیں گے۔ اللہ نے ہر جگہ قانون رکھا ہے اس کے قانون کی گردش سلطنت سے کوئی باہر نہیں جا سکتا ہے، چنانچہ وہ علماء بلتستان کے بھٹو اور پرویز کے حق میں کی گئی دعاؤں کا پاس رکھتا ہے اور نہ ان کے خلاف بد دعاؤں کا پاس رکھتا ہے۔ اللہ خود انھیں گردش دے رہا ہے۔ ہم یہاں اللہ کے نظام اجتماعی میں گردش کی نوعیت کے بارے میں اشارہ کرکے اپنے عرائض پیش کریں گے۔ قرآن کریم میں آیا حق کا غلبہ ہوگا اور باطل مٹ جائے گا۔ یا ہم اپنے رسولوں اور ان کے پیروکاروں کی مدد کرتے ہیں۔ یہ نوید عرصے سے بہت سوں کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے لہٰذا بہت سوں کو ان دو نوید کے بارے میں شکوک تھے۔

انسانی معاشرہ میدان جنگ ہے، حق وباطل کی جنگ کے تین تصور ہیں۔

۱۔ اہل حق کی اہل حق سے جنگ۔ تاریخ انسانی میں ایسا نہیں ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔

۲۔ اہل حق کی اہل باطل سے جنگ ہمیشہ ہوتی آئی ہے اور ہوتی رہے گی۔

۳۔ اہل باطل کی اہل باطل سے جنگ جاری رہے گی اسے قرآن کریم میں باطل کا باطل سے دفاع کہیں گے۔

دوسری اور تیسری قسم کی جنگ ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گی۔

اہل اسلام اور اہل باطل کی جنگ میں اللہ نے اہل اسلام کو دو طرح کی نصرت دی ہے۔ پہلی دلیل اہل اسلام اہل باطل پر مسلط غلبہ دلیل دیا ہے دوسرا باطل کو باطل ہی سے دور کریں گے چنانچہ ابھی بھی کرر ہا ہے۔

پاکستان میں عرصہ دراز سے ملک کے منافق اور غرب نواز ابلیس نواز کے علاوہ ان کے تعاون سے عالمی استعمار نے مسلمانوں کا روزگار تنگ کر رکھا ہے۔ یہاں اہل اسلام میں یہ طاقت وقدرت نہیں کہ یہاں نظام اسلام احیاء کریں، سیکلروں سے نبرد آزماء ہو جائیں۔ ایک عرصہ تک یہاں کے مسلمانوں نے نام نہاد مذہبی جماعتوں سے امیدیں وابستہ کر رکھیں تھیں لیکن ایک عرصہ سے ان سے وابستہ یہ امیدیں بھی ٹوٹ گئیں ہیں۔ جب سے وہ اسلام جناح واقبال کے داعی و حامی بنے گویا دینی جماعتوں کی نیت پہلے سے ہی خراب تھی یا اب خراب ہو گئی ہے۔ پہلے ہی منافق تھے یا اب منافق ہو گئے ہیں۔ سورہ بقرہ کی اس آیت کے تحت ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ اب انھیں ایک عرصہ سے نظام محمدؐ نظر نہیں آ رہا، انکی آنکھوں پر دھند پڑ گئی ہے۔ لہٰذا ان حالات میں ان سے بھی نا امید ہو چکے ہیں۔ اب مسلمان اس آیت کریمہ سے وابستہ ہیں جہاں فرماتے ہیں ہم خود اہل باطل کو ایک دوسرے سے دفع کریں گے،

خودان کے اندر اختلافات و ناچاقی پیدا کریں گے۔ آج کل کے محاورے کے مطابق دائیں بائیں بازو میں جنگ ہوگی۔ یہاں دائیں بائیں کے حوالے سے امام حسین کا فرمان سامنے آتا ہے جہاں لشکر یزید نے ان کا گھیراؤ کیا اور انھیں اپنا قتل ہونا یقینی دیکھا تو آپ نے فرمایا شماتت کرنے والوسن لو ایک دن تم ایسی ہی حالت سے گزرو گے ایسا منظر دیکھو گے جیسا آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ اہل کوفہ نے امام حسین کا ساتھ نہیں دیا، بائیں بازو کا ساتھ دیا، امام حسین اس اتحادیہ میں اپنی اور اپنے اہل بیت کی جان سے گئے۔ لیکن اہل کوفہ اس جنگ میں پھنس گئے۔ امام حسین کے بعد توابین کے ہاتھوں قتل ہوئے، کسی دن مختار کے ہاتھوں، کسی دن مصعب بن زبیر کے ہاتھوں، کسی دن خوارج کے ہاتھوں اور کسی دن ہلاکو کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ امام حسین نے ان کے بارے میں یہ فرمایا تھا قتل تمہارا مقدر ہو گیا ہے۔ لہٰذا ہم بھی سیکولر اور لبرل منافقین سے یہ ہی کہتے ہیں جو امام حسین نے فرمایا تھا "اب قتل بے چینی فساد تمہارا مقدر ہو چکا ہے"۔ یہاں کے لبرل اور سیکولر یقین کریں کہ تم سے نہ تمھارے آقا راضی ہونگے اور نہ یہاں کے مسلمان راضی ہونگے۔ تم آپس میں دست و گریبان رہو گے اور چین و سکون تمہیں نہیں ملے گا۔ بہتر ہے اب وطن اسلام، اور وطن اسلامی کے خاطر دنیائے کفر سے پناہ لینے کی بجائے اسلام سے پناہ لے لیں۔

وزیر اعظم نواز شریف جو اس قدر دولت و ثروت ملک اور بیرون ملک جائیداد کے حامل، بڑی پارٹی کی قیادت بڑے صوبے والوں کے اعتماد کے باوجود اس کی ایک کمزوری پر بہت سے اہل فکر و دانش افسوس کر رہے ہیں۔ اس طاقت وقدرت کے حامل وزیر اعظم اتنے کمزور ہیں کہ

جس طرح سادہ عوام گھر کے چوہوں سے ڈرتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں اور اپنی حیثیت سے گر جاتے ہیں۔نواز شریف کا ہندوؤں کے چند ووٹ کی خاطر اس حد تک گر کے ان سے کہنا کہ آپ ہمیں اپنی ہولی میں بلائیں اور مجھ پر رنگ پھینکیں یہ کتنی گری ہوئی بات ہے۔اس کے لئے اتنا گر جانے سے ان کی کیا حیثیت رہے گی۔آپ کے گرے ہوئے حالات کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مودی کتنا پریشان ہوگا جو کتنی بڑی آبادی سے مخالفت کر رہے ہیں۔وزیر اعظم سمجھتے ہیں پاکستان کے مسلمان سورج مکھی ہیں ہم جس طرف مڑیں گے وہ بھی مڑ جائیں گے،ہم ان کو کبھی جمہوریت سے دھوکہ دیں گے کبھی روشن پاکستان کے نام سے کبھی ریاض الجنتہ میں نفل کی ادائیگی سے ان کو مطمئن کریں گے کہ ہم مذہبی سربراہ ہیں مذہب والے سربراہ ہیں دائیں بازو والے ہیں۔دینی اقدار کے محافظ و پاسبان ہیں لیکن آپ کو سمجھنا چاہیے یہاں ایسے بہت سے مسلمان ہیں جو داڑھی،نفل،غریبوں کو چیک،آٹے چینی کا تھیلا دینے کو دین نہیں سمجھتے۔وہ دیکھتے ہیں اصول اسلام کا کہاں تک پاس رکھتا ہے،اساس اسلام کی کہاں تک پاسداری کرتا ہے۔کیا اس ملک میں نہیں دیکھا گیا کہ جمہوریت سے لوگوں کو کتنا دھوکا دیا گیا۔جمہوریت یعنی عام عوام اس وقت پاکستان میں انتخابات میں حصہ لیکر منتخب ہونا دور کی بات ہے اگر بفرض محال ہو بھی جائیں وہ کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا ہے ان کی بات تو چھوڑو چھوٹی سیاسی پارٹی بھی الیکشن نہیں لڑ سکتی۔یہاں سوشلزم کا نعرہ لگا کر سرمایہ داروں،زمینداروں،وڈیروں،چوہدریوں کو تحفظ دینے والے حکمران کو بھی لوگوں نے دیکھا۔یہاں سندھو دیش کے نام سے عمر بھر علاقے کو غربت میں رکھنے والے سیاستدانوں کو دیکھا ہے۔لیکن یہ اور بات ہے مسلمان بے بس اور بے چارہ ہو

گیا ہے جب ان سے جہاد ختم ہوا ہے، جب سے قادیانی کی تحریک، یورپ والوں کے دباؤ کے تحت نصاب سے جہاد ختم ہونے، طالبان کے تشدد کا شور شرابہ کر کے جہاد کا نام لینا بھی جرم وجنایت ہونے لگا ہے۔اس کا معنی یہ نہیں کہ مسلمانوں نے اپنے اساس واصول کو دل سے نکال دیا ہے۔امام حسین نے فرمایا: اس انسان پر ظلم کرنے سے باز رہو جس کا اللہ کے سوا کوئی سہارا نہ ہو۔اس وقت مسلمان بے بس خوف وہراس اور ہر طرف سے مایوس ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں دیا ہے۔اب تو اللہ ہی دشمنان اسلام سے نمٹیں گے، وہ اس دن کے انتظار میں ہے وہ دن آیگا کیونکہ اس کا وعدہ ہے﴿وَ نُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَ نَجْعَلَهُمُ الْوارِثِينَ﴾ (قصص۔۵)۔لیکن ہم یہاں ایک حقیقت آپ لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں دنیا میں ہار جیت کے دو میدان ہیں ایک میں توپ، راکٹ، بمباری کی جنگ میں مسلمان نہیں بلکہ دنیائے کفر، کفر کے ہمنوا اور کفر کے مشن پر کام کرنے والے احزاب سیاسی ہی جیت رہا ہے یہاں میدان کا شاہسوار یہی لوگ ہیں، مسلمانوں کی کوئی ہمت نہیں ہو رہی ان کو تو کلمہ جہاد پڑھنے کی اجازت تک نہیں لیکن ایک اور میدان ہے جہاں ان کا بس نہیں چلتا' جہاں وہ لوگ بول نہیں سکتے اور ایک گونگے شیطان بن جاتے ہیں وہ میدان دلیل ومنطق ہے۔ یہاں جیت دلیل ومنطق کی ہے کس کی دلیل طاقتور ہے کس کی دلیل کو بول بالا حاصل ہے؟ اگر کوئی مرد ہے تو کھلی کچہری کریں، سیمینار رکھیں ریڈیو ٹی وی پر بغیر کسی رکاوٹ بولنے دیں علماء اسلام عقل اسلامی آیات ساطعہ سے دندان شکن جواب دیں گے تب پتہ چلے گا کون جیتیں گے اور کون ہارے گا۔آپ کو کسی نے وعدہ نہیں دیا ہے کہ آپ کو جیتائیں گے ہزیمت آپ کا

مقدر ہے لیکن مسلمانوں کو اللہ نے ان آیات کریمہ میں وعدہ دیا ہے کہ تمھیں ہی غلبہ دیں گے ﴿هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَی الدِّينِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُون﴾ (توبہ۔۳۳) ﴿هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَی الدِّينِ كُلِّهِ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيدا﴾ (فتح۔۲۸) ﴿هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی وَ دِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَی الدِّينِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (الصّف۔۹) لیکن آپ ایسا نہیں کریں گے آپ مسلمانوں کو بدنام کرنے کیلئے چند دلائل سے عاری حلیہ رئیسی کو بلائیں گے۔نوار شریف اس وقت کو بھول گئے جب ملحد بے دین پرویز مشرف نے ان کا تختہ الٹ کر ان کو زندان میں ڈالا تو ان کو سوچ آئی کہ ان سے کوئی بڑی غلطی ہوئی ہو گی، کسی کے ساتھ زیادتی کی ہو گی۔غور وحوض کے بعد یاد آیا کہ فیصل آباد میں کسی سے زیادتی ہوئی ہے۔ان سے معافی مانگنے کیلئے خواتین کو بھیجا۔بقول جاوید چوہدری ان کی طرف سے معافی مانگنے کے بعد ان کی جان بچ گئی اور وہ جلاوطن ہو گئے۔نواز شریف وہ وقت بھول گئے ہوں گے جب ریاض الجنتہ میں بحالی اقتدار کے لئے دعا کرتے تھے۔اب جب وہ دوبارہ اقتدار پر آئے تو پھر بھول گئے اور اس آیت کے مصداق بنے ،جب نجات مل گئی تو دوبارہ شرک کرنے لگا ﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَی الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ (عنکبوت۔۶۵)۔

اس دفعہ اس نے اس ملک کے لاکھوں بے سہارا بے بس مسلمانوں کے دلوں کو دکھایا تا کہ ایک ٹولہ ہندو بودی کو خوش کریں۔معلوم نہیں اس کو اس دفعہ کس نے یقین دہانی کرائی ہے

کس نے ضمانت دی ہے کہ اب کی دفعہ پکی ہے۔کابینہ کے اجلاس کا افتتاح تلاوت قرآن سے کرتے سنا ہے،لیکن آیات عقاب وعتاب ظالمین کی طرف متوجہ نہیں ہوئے جہاں اللہ نے فرمایا ''اللہ رصد میں ہے'' (نباء۔۱۴) (توبہ۔۲۱)۔

﴿وَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِداً ضِرَاراً وَ كُفْراً وَ تَفْرِيقاً بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ إِرْصَاداً لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى وَ اللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ (توبہ۔۱۰۷) ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (فجر۔۱۴) ﴿إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَاداً﴾ (نباء۔۲۱)۔اللہ اگر کسی کو مہلت دیتا ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ اس کے قبضہ قدرت سے نکل گیا ہے بلکہ وہ اس لئے مہلت دیتا ہے کہ وہ کھل کر سامنے آجائے ﴿فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْداً﴾ (طارق۔۱۷) ﴿وَ ذَرْنِي وَ الْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِيلاً﴾ (مزمل۔۱۱)

ملت کی بدبختی بے قیمت کی قیمت گرائی

جب بھی کسی قوم میں غیر صالح، غیر مخلص مفاد پرست اور اقتدار طلب سامنے آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہماری حکومت کی ترجیحات کیا ہونی چاہییں ہمیں کس طرف کام کرنا ہے۔ایسے قائدین امت کی مصلحت کو سامنے نہیں رکھتے۔ چنانچہ عوام دوست جمہوریت پسند جمہوریت کی تعریف میں کہتے ہیں عوام کی خواہشات کو سامنے رکھیں گے لیکن نواز شریف جیسے اعلیٰ اسناد رکھنے دنیا دیدہ تجربہ کار سیاستدان تیسری دفعہ سربراہ مملکت بننے والے کی فکر کہ عوام کی خواہشات کا پاس

رکھیں گے احترام کریں گے نہیں بلکہ یہ سوچ شیطانی رکھتے ہیں اور اللہ کے دین کی فکر کو مسترد کرتے ہیں۔ ﴿قُلْ يا أَهْلَ الْكِتابِ لا تَغْلُوا فی دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لا تَتَّبِعُوا أَهْواءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَ أَضَلُّوا كَثِيراً وَ ضَلُّوا عَنْ سَواءِ السَّبِيلِ﴾ (مائدہ۔۷۷)، ﴿قُلْ هَلُمَّ شُهَداءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هذا فَإِنْ شَهِدُوا فَلا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَ لا تَتَّبِعْ أَهْواءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآياتِنا وَ الَّذِينَ لا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَ هُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾ (انعام۔۱۵۰) ﴿ثُمَّ جَعَلْناكَ عَلى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْها وَ لا تَتَّبِعْ أَهْواءَ الَّذِينَ لا يَعْلَمُونَ﴾ (جاثیہ۔۱۸) ﴿قُلْ إِنِّی نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لا أَتَّبِعُ أَهْواءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذاً وَ ما أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ﴾ (انعام۔۵۶)

﴿وَ إِذْ قالَ إِبْراهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هذا بَلَداً آمِناً وَ ارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَراتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ قالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلاً ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلى عَذابِ النَّارِ وَ بِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ (بقرہ۔۱۲۶)۔

نواز اگر بات حکیمانہ کو نظر انداز کریں تو انہیں معذور کہہ سکتے ہیں لیکن وہ معذور نہیں۔ طاقت و دولت اور لوگوں کی اکثریت کے ووٹ سے اقتدار میں آنے والے اگر لوگوں یا عوام کی خواہشات پوری کرنے پر اترے تو بالکل ایسا ہے جیسے گھر کا مالک بیوی بچوں کے خواہشات پر چلے تو کیا اس کو نظام کہہ سکتے ہیں، اس کو ہج الرعی کہتے ہیں۔

غیر صالح قائدین ہمیشہ امت کی خواہشات کو مد نظر رکھتے ہیں مصالح کو مد نظر نہیں

رکھتے، بلکہ وہ اپنی اور اپنے ساتھ وابستہ عیاشوں کو مدنظر رکھتے ہیں۔تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں ولید بن عبدالملک جب خلیفہ بنا تو اس نے اپنی ترجیحات میں مساجد کی تعمیرات کو اپنے سامنے رکھا۔ کیونکہ فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے فراریوں کی پناہ گاہ مساجد ہیں جس طرح آج ہمارے ملک میں بعض کے نزدیک امام بارگاہ۔اب تو اس وقت تارک صلوٰۃ بھی مساجد بنانے لگے۔چنانچہ اس حوالے سے اس نے مکہ ومدینہ اور حجاز میں مساجد کی تعمیرات کا کام شروع کیا۔ اس حوالے سے اس نے کہا محمدؐ نے جہاں جس جگہ استراحت کی یا آپ رکے وغیرہ اس نے وہاں مساجد تعمیر کرنا شروع کیں۔مسجد دمشق میں اس نے اتنی لاگت خرچ کی ص ۱۰۰ صندوق پر صندوق میں ۲۰۲۸ دولاکھ ۲۸ ہزار دینار رکھا نقل از الجائع الاموی بن جیر ۱۲ کہ اگر حساب لگائیں تو اس وقت کے غریب عوام کی حالت بدل سکتی تھی۔

ملک کے دور دراز علاقوں میں اشیاء خوردنی صحت تعلیم پانی بجلی میسر نہیں، سربراہ مزارات مساجد پر جا کر روپوں کے بنڈلات کی بوری چھوڑ کر آتے ہیں اسی لئے ملک پس ماندہ ہے۔

انکے برعکس مردان حق نے ہمیشہ ایسے مسائل اور اساس کو اٹھایا ہے، اس کے لیے وہ جانیں دیتے ہیں اور کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ہم دیکھتے ہیں امام حسین نے کہا ہم یزید بن معاویہ کو کسی بھی حوالے سے اس منصب کا حقدار نہیں سمجھتے وہ اسکا اہل نہیں ہے، جب وہ امت کی قیادت کرے گا تو یہ امت کیلئے ایک فاجعہ بنیں گے۔لہٰذا امام حسین اس مسئلہ پر خاموش نہیں رہے، اپنا گھربار چھوڑا، اپنے عزیز واصحاب کو ساتھ لیا اور انکے مقابل آئے۔انھوں نے ان پر

جنگ مسلط کی۔ چنانچہ میدان کربلا میں ۱۸ جوانان بنی ھاشم اور آپ کے یارانِ با وفاء کو خاک و خون میں غلطاں کیا۔امام حسین نے ہر جگہ قرآن کو اٹھایا محمدؐ کو اٹھایا علی کو اٹھایا۔لیکن ان کے نام لیواؤں نے جھنڈے کو اٹھایا، اس کی ایسے قدر و قیمت بنائی گئی کہ اس کی فضیلت میں فضائل گھڑے گئے۔ہم دیکھتے ہیں جھنڈا پرستی تنہا شیعہ عزاداری نے نہیں کرتے بلکہ سیکولر لبرل دین سے آزادی دلوانے والوں نے اپنے جھنڈے بنانا شروع کیے ہیں۔ مسلمان تو چھوڑیں ہندوستان کے ہندوؤں نے بھی جھنڈے اٹھانا شروع کیے۔ اور انہی جھنڈوں سے متاثر ہو کر ہمارے وزیر اعظم جناب نواز شریف نے اپنے دورے سے واپسی پر ایک وسیع و عریض جھنڈا بنانے کا حکم صادر کیا۔ آپکا کہنا تھا وہ جھنڈا ایسا ہو گا کہ ساری دنیا میں اسکا نام ہو گا۔ بلکہ اسے اپنی پوری قوم کا جھنڈا قرار دیا۔لیکن کسی نے نہیں سوچا کہ اس پر لاگت کتنی آئی ہو گی کتنے وزیروں سیکرٹریوں اور ٹھیکیداروں نے اس سے کتنا کمیشن بنایا ہو گا۔ یہاں حیرت اس وقت ہوتی ہے جب ایوان میں حزب مخالف نے اس حوالے سے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا، جبکہ وہ ہر وقت اس تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی تنقید کا موقع ملے تو اسے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔لیکن اس جھنڈے کے حوالے سے انکا ایک بیان تک نہیں آیا، کسی کالم نگار نے ایک سطر تک نہیں لکھی۔ وزیر اعظم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ان کی قوم غربت کے کس درجے پر پہنچ چکی ہے، اس کی گردن میں کتنے مقروضی کے طوق لگے ہیں۔محرومیت اور بے روزگاران کے سامنے ہیں، اگر ہندوستان حملہ کرے تو یہ جھنڈا اپنی جائے استقرار سے ہلے گا نہیں، محاذ پر فوجی ہی جائے گا۔اس کو کہتے ہیں بے جتی کو قیمتی بنانا، جس طرح کم پڑھے کو القاب عالیہ دینا اگر کچھ بھی نہیں پڑھا ہو تو

بھی اس کو زاہد باللہ کا لقب دیں۔ لیکن اس کا دندان شکن جواب کوئی دانشور یا مشیر نہیں دے سکے شاید انھوں نے جھنڈے کے حوالے سے شیعوں کی تقلید کی ہے جہاں وہ جھنڈے کے حوالے سے کہتے ہیں یہ وہابیوں کو چڑانے کیلئے ہیں۔ شاید اسی لئے نواز شریف صاحب نے انھی سے استفادہ کیا ہوگا۔ شاید انھوں نے ہندوستان کے اس اونٹ یا ہاتھی کو مدنظر رکھا ہوگا جس کے بارے میں کہتے ہیں وہ اتنے لیٹر دودھ پیتا ہے۔ جناب نواز شریف آپ نے ایٹم بم اسی لئے بنا یا تھا کہ اس سے دشمن کے حوصلے پست رہیں اور کوئی ہماری طرف میلی آنکھ بھی نا اٹھا سکے، آپ سے سوال ہے کیا وہ اس جھنڈے سے ڈر جائیں گے؟

پاکستان میں جمہوریت بے پدر و مادر بغیر کسی سند و جواز کے جمہوریت ہے ہر ایک کی اپنی مرضی ہے جو بھی نعرہ لگائیں چاہے اسلام دشمن نعرہ ہو یا ملک دشمن ہو ورنہ روشن پاکستان، نیا پاکستان سیکولر پاکستان، لیبرل پاکستان اداکارستان پاکستان، مولیستان پاکستان لگائیں یہ ملک ترقی نہیں کرسکتا ہے۔ یہ مجھے برا نہیں لگتا ہے میں کوئی کالم نگار تجزیہ نگار صوفی پیر منجم نہیں ہوں بیہودہ پیشن گوئیاں کرنے کا عادی بھی نہیں۔ یہ خبر اللہ کی نازل کردہ قرآنی آیات امیر المومنین کے ارشادات اسلامی ملکوں کی تجربات سے اقتباس ہے جب تک یہاں تین چیزوں کا خاتمہ نہیں ہوگا ترقی نہیں ہوگی چاہیے پوری دنیا والے یہاں سرمایہ لگائیں۔

۱۔ مفت خوری

۲۔ اسراف

۳۔ سیکولریزم

مفت خوروں دھکا دیوالیہ کو بلاو:۔

انسان اور حیوان میں ایک فرق وتمیز یہ ہے کہ آپ کے پاس ایک حیوان ہے، اسے آپ کھلائیں گے ورنہ وہ اپنا چارہ یا خوراک خود حاصل نہیں کرسکتا جبکہ انسان خود کما کے کھاتا ہے۔ جس انسان کو دوسرا انسان کھلاتا ہے تو وہ کما کر کھانے کی بجائے دوسروں سے کھانے کا عادی ہو جاتا ہے، اسے مفت خوری کہتے ہیں۔ مفت خوری ایک دو دفعہ ہو تب بھی خطرناک ہوتی ہے اور یہ کسی نہ کسی دن ضرور بُرے نتائج لاتی ہے چہ جائیکہ ایک انسان بار بار یا مسلسل یا زندگی بھر مفت خوری کا عادی ہو۔ حضرت علی نے فرمایا میں اس حیوان جیسا نہیں بنوں گا جس کی تمام تر غرض و غایت کھانا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے انسان کی دراصل وہی چیز اپنی ہوتی ہے یا اس وہ کا مالک ہوتا ہے جسے وہ سعی وکوشش حاصل کرتا ہے یا کما کے کھاتا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو کتنا کمانا چاہیے اور کس حد تک خرچ کرنا چاہیے اور کتنی محبت کرنی چاہیے ان تینوں میں توازن ہونا اور رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ اپنے کھانے پینے کی ضروریات کی حد تک کمانا چاہیے۔

۲۔ اپنی واجب الانفاق شریک حیات زوجہ، چھوٹے بچوں یا قریب کے عزیز واقارب کی ضروریات تک بھی کمانا چاہیے، اگر یہ لوگ فاقد آمدنی رکھتے ہیں۔

۳۔ اسے آئندہ پیش آمد احتمالی خطرات سے بچنے کی حد تک بھی کمانا ہے۔

۴۔ اسے اپنے گھر تک ہی محدود نہیں رہنا بلکہ آس پاس کے لوگوں کی مجبوریوں اور

ضروریات کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور اگر وہ صدر یا سربراہ مملکت ہو تو اسے اپنے ملک کے گرد و نواح میں رہنے والوں کی مشکلات کا بھی خیال رکھنا چاہیے، ان کی مشکلات کے حل اور انہیں خطرات کے موقعہ پر مدد دینے کے لئے بھی خود کو آمادہ و تیار رکھنا چاہیے۔ یہ درس اور ہدایت و رہنمائی اس کتاب جاوید سے ملتی ہے جو رہتی دنیا تک ہر قسم کے تغیر و تبدیلی و ترمیم سے پاک و بے نیاز کتاب ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی سورہ یوسف میں آیا بادشاہ مصر نے ایک عجیب و غریب اور غیر مانوس و غیر مالوف خواب دیکھا، تعبیر کنندگان خواب اس خواب کی تعبیر سے عاجز رہے تو کسی زندان سے نکالے جانے والے نے بادشاہ کو خبر دی کہ میں ایک ایسی ہستی سے آشنا ہیں جو آپ کے خواب کی صحیح تعبیر بتا سکتی ہے۔

سورہ یوسف آیت ۴۲ میں آیا ہے بادشاہ نے خواب میں دیکھا سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری اور دوسری سات سوکھی۔ حضرت یوسف نے اس خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ تم سات سال لگاتار کاشتکاری و کھیتی باڑی کرو گے اور جو فصل کاٹو گے اس میں سے جو کھانا ہے وہ قلیل مقدار میں نکال لینا اور باقی اسی طرح اس کے بالوں میں رہنے دیں۔ اس پر سے بھوسا نہ اتاریں اسے ذخیرہ کرلیں پھر اس کے بعد سخت قحط سالی آئے گی جو مسلسل سات سالوں تک رہے گی۔ جب وہ قحط سالی کے سال شروع ہوں تو ان سالوں میں اس بچت کئے ہوئے اناج کو بقدر ضرورت کھالینا۔ چنانچہ حضرت یوسف کی اس تجویز پر بادشاہ مصر نے عمل کیا اور مصر سے باہر والوں کی ضروریات کو بھی پورا کیا۔ اس ہدایت قرآن کو

سامنے رکھنے اور اس پر غور کرنے کے بعد ہمیں یہ احساس ہونے لگا کہ ہمارے ملک میں مفت خوروں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ ان مفت خوروں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے اندازہ ہوتا ہے کچھ لوگ سائنسی طریقے سے بنائی گئی کسی منظّم منصوبہ بندی کے تحت ملت اسلامیہ اور خصوصاً پاکستانیوں کو مفت میں کھلا کر مفت خوری کی عادت ڈال رہے ہیں لہٰذا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارا دیوالیہ ہونا ناگزیر ہو جائے گا۔ یہ نوشتہ دیوار ہے مفت میں کوئی چیز ملنے پر یا مفت میں کھانے پر خوش نہ ہوں' بلکہ ہر قسم کی کھانے کی دعوتوں کو قبول کرنے سے گریز بلکہ رد کرنا چاہیے کیونکہ اس کے بعد دو قسم کی ناقابل برداشت صورت حال کا سامنا حتمی ہے۔

۱۔ ہمارے ملک میں مفت خوروں کی تعداد بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

۲۔ اس صورتحال کا تدارک نہ کیا گیا تو دیوالیہ پن کا سامنا یقینی ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں ہمارے ملک میں کتنے مفت خور ہیں ان کی ایک فہرست ملاحظ کریں۔

کیا پاکستان دیوالیہ ہو سکتا ہے؟

نہیں ۔ ہاں۔ لیکن

ایک ملک سرمایہ دار خود کفیل استقلال والے دیوالیہ ہونے کی کیا نشانی ہو سکتی ہے۔

کہتے ہیں ملک میں وزارت خزانہ اسٹیٹ بنک کی گذارشات سے پتہ چلتا ہے ملک میں سرمایہ بڑھ رہا ہے خزانے پر ہیں۔ باہر والے سرمایہ کاری کر رہے ہیں، بلند و بالا عمارتیں بن رہی ہیں جدید ترین گاڑیاں سہولتیں بڑھ رہی ہیں۔ خورد و نوش لباس وغیرہ کی عیاشی اسراف و

تبذیر آسمان کو چھو رہے ہیں۔لوگوں کی سطح زندگی بلند ہو رہا ہے۔ان تمام مناظر کو دیکھنے کے بعد ملک کے بارے میں دیوالیہ کی باتیں کرنے والے بدنیت ہو سکتے ہیں۔ڈرانے دھمکانے بد پیش گوئیاں ہوں گی۔ایسی باتیں این جی اوز ملک دشمن عناصر پھیلا رہے ہیں بے دردشقی ہی پھیلا تے ہیں،ان کو برداشت نہیں ہو رہا ملک ترقی کرے تمدن کرے۔کیا ترقی استقلال خوشحال ملک کی نشانی ہے یا دیوالیہ ہونے کی نشانی ہے۔لیکن اہل تحقیق بنک میں پیسہ آنے سے خوش نہیں ہوتے، چنانچہ نواز شریف کے ابتدائی دور حکومت میں ڈیڑھ ارب ڈالر آئے تھے تو شور شرابہ ہوا یہ کہاں سے آئے ہیں کوئی سودا بازی ہوئی ہے؟ یہ سوال اپنی جگہ اچھے تھے 'لیکن سوال کنندہ گان مخلص نہیں تھے بلکہ سیاسی تھے لیکن بدقسمتی سے ان سوالات کو اٹھانے والے اپوزیشن مثل عمرو عاص تھے، جس نے قرآن کو نیزوں پر اٹھایا تھا۔وہ ملک میں نیک نیتی سے نہیں بلکہ حکمران سے بد نیتی پر اٹھائے تھے۔لہٰذا شہری بنک میں پیسہ آنے کی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔دیکھنا چاہیے آئی ایم ایف کے قرضوں کے اعداد و شمار کہاں تک پہنچا ہے۔اس حساب سے ہر شہری کتنے مقروض ہے اگر ان کے مقروض ہونے کی اعداد و شمار درست ہیں تو اس کو ثروت مند نہیں کہہ سکتے۔قرآن و سنت تاریخ اسلام سے مقتبس معیارات کے روشنی میں پاکستان جلد ہی دیوالیہ ہو جائیں گے۔مدت کا تعین ایسٹ انڈیا کی بنیاد ڈالنے سے لیکر کتنے سال بعد برصغیر برطانوی ہند بنا تھا سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ملک میں وقتاً فوقتاً یہ خبریں آتی رہتی ہیں کہ اب بیرونی سفارتخانہ امریکا برطانیہ امارات والوں کو اتنی زمین دی گئی ہے۔اس کے علاوہ ملک میں جاری چائنا کٹنگ سے پتہ چلا ہے کہ زمین کی قیمت کہاں جاتی ہے لیکن محسوس آئندہ آنے والی نسلیں

کریں گی، جب ان کو پتہ چلے گا۔اس سال کراچی میں رینجر کے توسط سے چائنہ کٹنگ کی رپورٹ بتارہے تھے کہ کتنی زمین فروخت ہوگئی ہے۔۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ روزنامہ امت میں آیا کہ سندھ حکومت نے امارات کے غریب تاجروں کے لئے دو ایکڑ زمین وسط شہر گلشن اقبال میں سپر مارکیٹ بنانے کے لئے دی ہے۔اس کا اگر آدھا پیسہ بھی بینک میں آجائے تو سمجھیں گے ملک میں دولت آگئی ہے۔

قرآن وسنت میں دیوالیہ کے دو سبب ہیں۔

ا۔ سیکولر حکمران یعنی دین سے گریز کرنے والے حکمران، جو دین سے گریز کرتا ہے اپنے اوپر ناظر، رقیب عتیب کو نہیں دیکھتے ہیں، اور آگے مرنے کے بعد حساب وکتاب پر ایمان نہیں رکھتے تو ملک کی رعایا بدبختی شقاوت قساوت اور آخر میں دیوالیہ ہی دیکھے گی۔ملت اسلامیہ نے گرچہ گذشتہ دور میں بھی باایمان حکمران نہیں دیکھے ہیں لیکن انہوں نے ایک سابقہ دور کی تاریخ پڑھی ہے اس کی مثال ملاحظہ کریں۔ایمان باللہ، ایمان بارسالت آسمانی، ایمان باآخرت رکھنے والے حکمران اپنے سامنے آنے والے زروزیور کو چھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔اسراف و تبذیر کرنے والے کو بھی بری نظر سے دیکھتے ہیں، حتیٰ خبریں سننا بھی برداشت نہیں کرتے۔خلیفہ دوم عمر ابن خطاب نے شام کے شہر حلب میں مدینہ سے ایک گورنر جس کا نام عمیر تھا بھیجا۔وہ تین چار سال تک وہاں رہے، اس کی طرف سے گورنری کی کوئی گزارشات موصول نہیں ہوئیں تو عمر نے ان کو واپس بلایا۔عمیر فوراً ہی گورنری چھوڑ کر واپس آگئے، پشت پر ایک تھیلا تھا جس میں شام سے مدینہ تک زادِ سفر تھا، ایک مشکیزہ ایک لوٹا اور ایک عصا ہاتھ میں لے کر آئے۔

خلیفہ کے سامنے حاضر ہوئے خلیفہ کو شک ہوا کہ اس نے دولت بنائی ہے اس سے حساب طلبی کی، وہاں سے جمع شدہ مال زکوٰۃ کہاں خرچ کئے، وہاں سے ساتھ کیا لائے۔ عمیر بولے کہ یہ تھیلا اور مشکیزہ ہے بس۔ عمر نے کچھ کہا نہیں اور اسے گھر بھجوا دیا۔ دو تین مہینوں کے بعد ایک جاسوس کو آٹھ سو درہم دے کر عمیر کے گھر بھیجا کہ دیکھو وہ کیا کھاتا ہے کیا پیتا ہے، گھر میں کیا کیا چیزیں ہیں۔ اگر گھر میں کوئی اسراف وتبذیر یا غیر عادی حالات دیکھو تو چپکے سے واپس آکر خبر دو اور اگر معمول کے مطابق اور متواضع زندگی گزارتا ہے تو یہ آٹھ سو درہم اس کو دے آنا۔ وہ عمیر کے ہاں مہمان بنے، چند دن کے بعد عمیر کے لئے مہمان کو رکھنا مشکل ہوا تو اپنے پڑوسی سے کہا کہ میرے مہمان کو اپنے پاس رکھو اور مہمان سے کہا کہ پڑوسی کے گھر چلے جائیں۔ مہمان کو احساس ہوا کہ وہ بیچارہ تو بہت مشکل زندگی گزار رہا ہے۔ آٹھ سو درہم اس کو دیئے کہ خلیفہ نے آپ کیلئے بھیجے ہیں۔ اس نے کچھ درہم اپنے پاس رکھے، کچھ رقم سے گندم خریدی اور اپنے پڑوسیوں کو دی اور باقی رقم خلیفہ کو واپس بھجوا دی۔

قیصر روم نے ایک ہار خلیفہ کی زوجہ کیلئے بھیجا، خلیفہ نے اصحاب کو جمع کیا کہ بتاؤ اس ہار کا مالک کون ہے۔ خلیفہ دوم بیچارے کو یہ واضح نہیں تھا کہ تحفہ تحائف جو ان کو سربراہان مملکت بھیجتے ہیں وہ ان کی ملکیت میں آتے ہیں یا بیت المال مسلمین میں جاتے ہیں۔ ابو ہریرہ کو بحرین میں والی بنا کر بھیجا واپسی پر وہ اپنے ساتھ کچھ مال لائے، خلیفہ نے پوچھا بتاؤ کیا لائے تو مال نکالا اور کہا کہ یہ آپ کا ہے یہ میرا ہے، تو عمر نے پوچھا یہ تمھارا کہاں سے آیا تو کہا کہ مجھے تحفہ ملا ہے اس پر عمر بولے کیا اگر تم اپنے کام سے جاتے تو کیا تم کو کوئی تحفہ دیتا۔ لیکن پاکستان کا بچہ بچہ جانتا ہے یہ

استحقاق صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان کو حاصل ہے،زرداری جب صدارت سے برخاست ہوئے تو کتنے ٹرک تحفہ تحائف سے بھرے ایوان صدر سے ایوان بلاول لے کر گیا بے نظیر کو ملے ہار،سیلاب زدگان کے لئے دیا گیا ہار اس وقت کے وزیر اعظم گیلانی صاحب لے گئے ۔خلیفہ دوم کو جب ضربت لگی تو اپنا احتساب کیا کہ میرے اوپر کسی کا قرضہ تو نہیں ہے، آج حساب دینا بہتر ہے کہ یہیں حساب صاف کر کے جاؤں۔تو پتہ چلا کہ بیت المال کے کچھ مقروض تھے۔ اپنی اولاد کو بلایا تم لوگ اس کو ادا کرنا اگر تم ادا نہیں کر سکے تو دیگر خاندان عدی والے اس کو مل کر ادا کریں۔کاش عمر کیلئے پرویز مشرف جیسا ہوتا کہ پورے ملک کے خیانتکاروں کو ایک کو معاف کرنے کے اعزاز میں این آر او سے ختم کرتے۔عراق کے شہر بصرہ کے ایک نامدار رئیس عشائر، اپنے دور کے عاقل سمجھدار سیاست مدار احنف بن قیس کو خلیفہ نے اپنے دربار میں بلایا۔وہ ایک ایسا جبہ پہن کر آئے تھے جو زمین پر لٹکتے تھے چمک دار تھے،خلیفہ کی نظر اس جبہ پر پڑی کہا کہ کتنے میں خریدا ہے کہا اتنی میں خریدا ہے خلیفہ نے استفسار کیا؟ کہا یہ شیاطین کا لباس ہے ایسے لباس کو اللہ پسند نہیں کرتا۔فلسطین کے قیصر روم کے نمائندے نے شرط رکھی کہ مسلمانوں کے گورنر کے ہاتھ تسلیم نہیں ہوں گے صرف خلیفہ کے ہاتھ تسلیم ہوں گے۔تو ابوعبیدہ ابن جراح نے خلیفہ کو اس کی اطلاع دی۔خلیفہ فلسطین پہنچ گئے۔جب ان سے ملنے جانے لگے تو ابوعبیدہ نے عمر کو اپنے اونٹ کی بجائے گھوڑے پر جانے کا مشورہ دیا اور ان کو گھوڑے پر سوار کرایا،ساتھ ہی ایک قیمتی رومال ان کے گلے میں ڈال دیا۔عمر نے چند قدم چلنے کے بعد گھوڑا روک دیا اور نیچے اتر گئے اور کہا کہ تم لوگوں نے مجھے گمراہ کیا، مجھ میں غرور اور تکبر لایا۔میں اپنی سواری پر ہی جاؤں گا۔علی کو

ایک دن خبر ملی کہ ان کے والی عثمان بن حنیف نے بصرہ میں ایک ولیمہ دیا، اپنے بیٹے کا۔ اعیان و اشراف کو بلایا اور لذیذ کھانے بنائے، تو انہوں نے ان کے اسراف پہ نقطہ چینی کا خط لکھا۔ (کتب۔۴۵)

خلیفہ چہارم کے سگے بھائی عقیل ابن ابی طالب کثرت عیال کی وجہ سے مفلوج زندگی گزار رہے تھے، بیت المال سے ملنے والی رقم ناکافی تھی۔ ایک دن علی کے پاس گئے اور اپنی حالت زار کی شکایت کی، علی نے ایک دن لوہے کی سلاخ گرم کرکے رکھا جب عقیل نے اپنے مطالبے کی تقرار کی تو گرم سلاخ ان کے ہاتھ پر رکھا (نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۴)۔ ایک دن بیت المال میں پہنچے، سونے اور چاندی کے تھیلے دیکھے تو خطاب کیا کہ ان کو ہم سے دور کریں، اور جلدی لوگوں میں تقسیم کریں۔ خلیفہ دوم کی مال مسلمین پر کڑی نظر احتیاط اور اپنے نصب کردہ والیوں پر کڑی نظر کے نتیجے میں خزانہ مسلمین اتنا بھر گیا کہ عمر حیران ہو گئے۔ اور پریشان ہوئے کہ اس کو کہاں خرچ کریں، کس کو زیادہ دیں۔ صلاح و مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ رسول کو معیار رکھیں، جو حضرت محمدؐ سے رشتہ رکھتا ہے ان کو زیادہ دیا۔ لیکن بعد میں پشیمان ہوئے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا۔ فیصلہ کیا کہ اگر زندہ رہا تو آئندہ واپس لوں گا۔ اس کے بعد اصحاب و اعیان کی عیاشی بڑھتی گئی، مختصر اقرباء عثمان نے عثمان کی خلافت اور جان کا نذرانہ لیا یہاں تک کہ حکومت امیہ اور عباسی کی بساط الٹ گئی۔ ہلاکو نے آکر ہر چیز پر قبضہ کیا، اس کو دیوالیہ کہتے ہیں۔ مغلوں کی عیاشی اور مستی نے پورے برصغیر کو برطانیہ کے حوالے کر دیا۔ آج پاکستان بلکہ پوری دنیا پر واضح ہو گیا کہ سربراہ مملکت کے اعزاء، بیٹے بیٹی یہاں ملک سے لوٹی دولت کو بلاد کفر میں چھپایا ہے۔

اسی طرح آج کل خبروں میں آیا تھا گیلانی صاحب کے پہننے کا لباس باہر سے کنٹینروں میں آتے تھے، نواز شریف کی گھڑی ۴۶ لاکھ ڈالر کی تھی، کراچی میں اونچے درجے کے تاجروں نے وزیراعظم کو کھانے پر مدعو کیا نواز صاحب جانے کے بعد کھانے بے مزہ ہے کہہ کر کھائے بغیر واپس گئے۔

۱۔ اصول اسلام پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے حکمرانوں کی اسراف وتبذیر سے حکومتوں کا زوال اور دیوالیہ ہو جاتا ہے سورہ قصص ۵۸ میں آیا ہے ﴿ اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ان کی معیشت کے غرور کی بنا پر ہلاک کر دیا اب یہ ان کے مکانات ہیں جو ان کے بعد پھر آباد نہ ہو سکے مگر بہت کم اور درحقیقت ہم ہی ہر چیز کے وارث اور مالک ہیں ﴾ ولی عہد محمد بن مروان سے جب حبش کے بادشاہ نے اپنی حکومت کی اسباب زوال پوچھے تو جواب میں کہا کہ نعمتیں ملنے کے بعد منعم اور رعایا دونوں کو بھولا اور عیش ونوش ہی ہماری منزل ومقصود دینی تھی۔ اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا عیاش ونواشوں کا زوال ہونا سنت الٰہی ہے اس اصول کے تحت بنی عباس، صفویوں اور عثمانیوں کا زوال ہوا ہے۔ عباسیہ نے زوال لیا کتاب مقتبسات میں دیکھیں۔

دونوں نے مسلمانوں کے اقتدار کی بساط پر چیدہ کی۔ دارالخلافہ پر چین منگولیا سے آنے والے مشرکین نے قبضہ کیا۔ چندین نسل ان کی حکومت رہی اور یہاں تک انہوں نے برصغیر کو بھی برباد کیا، ان کے آثار عیاشی ابھی تک باقی ہیں۔ ان کی اسلام نما عیاشی نے آخر میں برطانیہ کو بلایا اور ان کا دیوالیہ ہو گیا۔ اب اس اصول کو سامنے رکھنے کے بعد اپنے ملک کے سربراہوں کی سوشلزم، اللہ رسول پر ایمان نہ ہونا اور ساتھ ہی عیاشی اسراف کے اعداد وشمار ہمیں صحیح معلوم نہیں،

ہماری سنی سنائی بات شاید ۲فیصد بھی نہ ہولیکن جو اخباروں میں آیا ہے نواز شریف نے وزیر اعظم بننے کے بو بعد اپنے جاتی محلے کو، مری میں اپنے گھر کو وزیر اعظم ہاؤس بنا کر سرکار سے کرایہ لیا ہے۔شاید وہاں موجود ملازمین کی تنخواہ بھی خزانے سے لیں۔ باورچی خانے کا خرچ بھی خزانے سے لیتے ہوں گے۔ ہمارے سکردو کے وزیر اعلیٰ جو دین کے حوالے سے مذہب پی پی پر تھے جب وزیر اعلیٰ بنے تو گلگت میں تو وزیر اعلیٰ ہاؤس ہے لیکن سکردو میں اپنے گھر کو وزیر اعلیٰ ہاؤس بنایا۔ ایسا ہی حال پورے ملک میں بننے والے وزیر اعلیٰ کا ہے۔ گیلانی کے سوٹ کنٹینر میں لانے کی خبر سنی ہے۔عمر کا اپنی گردن سے رومال پھینکنا،علی کا اپنی آستین ہلا کے یہ اعلان کرنا کہ میں یہ قمیض مدینہ سے پہن کر آیا ہوں، اس کے علاوہ میرے پاس دوسری قمیض نہیں وہ لوگ بھی ایک اسلامی مملکت کے سربراہ تھے اور اب یہ لوگ کہاں سے آگئے؟ اس کفر کا نتیجہ دولت وثروت مقتدر لوگوں کے گھروں میں جاتی ہے لیکن ملک میں نہیں آسکتی۔

۲۔ دیوالیہ کا دوسرا فارمولا مفت خوری ہے۔ ہمارے ملک میں کتنے مفت خور ہیں ان کے اعداد و شمار معلوم ہونے کے بعد پتہ چلے گا کہ یہ ملک دیوالیہ ہو جائے گا یا نہیں ہو گا۔ یہ بات یقینی ہے مفت خوری دیوالیہ کا پیش خیمہ ضرور ہے۔

ہمارے ماموں زاد بھائی نے کچھ زمینیں فروخت کیں اور عیاشی کی۔ ایک دفعہ اس نے زمین فروخت کر کے ٹریکٹر خریدا تو اس کا بیٹا اس پر سوار ہو کر ادھر ادھر جاتا تھا۔ اس نے ایک دن اپنے باپ سے پوچھا کہ ہم بڑے لوگ کب بنیں گے تو باپ نے کہا کہ بیٹا جب ساری زمین بک جائے گی تب بنیں گے۔

ملک میں جاری منصوبہ بندی راہداری منصوبہ بندی ہے۔ جسے چین کے تعاون سے بنا رہے ہیں۔ راہداری کی منصوبہ بندی اپنی جگہ ایک مستحسن عمل ہے، یقین کریں ہم کسی بھی علم اور ترقی کے مخالف نہیں بلکہ متمنی ہیں۔ ملک کے کمیونسٹ غیر پرست سیکولر اپنے دین اور ملک کو علم اور ترقی کے نام سے فروخت کرتے ہیں تو علما جو خود کو دین کا محافظ سمجھتے ہیں اپنے اظہار وجود کرتے ہیں اظہار ناراضگی کرتے ہیں جو ان کے گلو میں تیر سہ شعبہ بنتے ہیں۔ چین ہمارا پڑوسی ملک ہے لیکن کمیونسٹ ہے ملحد اور ضد اسلام ہے وہ یہ سب مفت میں نہیں کر رہا ہے، اس سے خطرہ لاحق ہے۔

راہداری ملک کے ترقی وتمدن میں بنیادی کردار کی حامل ہے لیکن اس کو ملک سے باہر کسی غیر کو دینے کی بجائے نواز شریف، زرداری، گیلانی اور پرویز مل کر ایک کمپنی بنا کر اپنی دولت کو یہاں لگاتے تو انہیں خود بھی فائدہ ہوتا اور ملک کو بھی فائدہ ہوتا۔ اقتدار ہمیشہ کیلئے ان کے گھر کیلئے مخصوص ہو جاتا۔

مفت خوری کسے کہتے ہیں اور وہ کیا ہوتی ہے۔ انسان اپنی کمائی سے کھائیں تو اس کو حلال خور کہتے ہیں دوسروں کی جمع کمائی سے کھائے تو اس کو مفت خور کہتے ہیں۔ اصول ومعیار یہ ہوتا ہے کسی کسب ومعاوضے سے زندگی گزارنے کو حلال خور، بغیر کسی معاوضے وعمل کے کھانے والے کو مفت خور کہتے ہیں۔ جدید ترقی نے معذوروں کیلئے بھی روزگار بنایا ہے تاکہ وہ بھی مفت خور نہ رہیں لیکن پسماندہ دیوالیہ پذیر ملک اچھے خاصے صحت مند تومند بلکہ ذہین ہوشیار خوبصورت انسانوں کو بھی مفت خور بناتے ہیں۔ ملک میں موجود مفت خوروں کی اگر فہرست پیش

کریں تو وہ کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ ملک کے گوشہ و کنار چوراہوں پر بیٹھے ہوئے گداگر ہیں ان کی تعداد کتنی ہے حکومت شاید کوئی حساب رکھے تو ہمارے پاس کوئی اعداد و شمار نہیں ہے۔ان کیلئے تو بے دین، سیکولر، کرپشن والے صدقات کے نام سے ان کا بندوبست کرتے ہیں یہ مفت خوروں کی پہلی کھیپ ہے۔

۲۔ ملک میں موجود مدارس دینی اور بیرون ملک حوزات کے طلبہ مفت خور ہیں۔تنہا مفت کی روٹی ہی نہیں کھاتے بلکہ یہ لوگ عیاشی بھی کرتے ہیں۔یہاں یہ لوگ متاع بازار، سرمایہ دار بنتے ہیں۔این جی اوز کے نمائندہ سرمایہ دار ملک میں جاری مدارس کا دورہ کرتے ہیں۔مدارس کے اساتید و بانی کو انتخاب کرتے ہیں ان کی مفت خوری کا بندوبست کرتے ہیں، ان سے کہتے ہیں آپکا یہاں رہنا عبادت ہے، دین کی سربلندی ہے آپ کچھ نہ کریں آپ کی زندگی کے ذمہ دار ہم ہیں۔اگر دیگران کو آپ کی قدر نہیں تو ہمیں تو ہے۔اس لئے علم دین کے حصول کے نام سے قم اور نجف جانے والوں کی واپسی کا امکان نہیں رہتا حتیٰ یہاں کے بعض مدارس جامعہ کوثر اور عروۃ الوثقی کی کثرت عیاشی، بود و باش، عیش و نوش کو چھوڑ کر نکلنے والوں کی کوئی خبر تک نہیں آئی۔

اس کا نشانہ بننے والا ایک بیچارا شخص علی شرف الدین بھی ہے۔اس کو کھلانے کیلئے مختلف جماعتیں آئیں کہ آپ کے گھر ٹائل لگائیں گے، آپ کو گاڑی چاہیئے، محافظ چاہیئے ہم بندوبست کرتے ہیں۔جب ہم ان کے جال میں نہ آئے تو میرے بچوں، دامادوں کو پھنسایا، ان کو ہم سے

الگ کیا۔ ہمارے بارے میں ان کے دلوں میں نفرت وکراہت ڈالنا تو ایک سادہ سی مثال ہے۔ اسکی ایک بڑی مثال ملاحظہ کریں، علماء پاکستان کے سربراہ اعلیٰ جناب فضل الرحمٰن صاحب جب وزیر امور کشمیر بنے تو وزیر کی حیثیت سے کویت کا دورہ کیا اور کویت میں پاکستان کے اس وقت کے سفارت کار جناب کرامت اللہ غوری سے کہا کہ ہمیں کویت میں موجود صدقات دینے والے تاجروں سے ملوائیں چنانچہ اس سفیر نے ان سے ملایا۔ اب اندازہ کریں ملک کا وزیر بھی طلبہ کیلئے بیرون ملک صدقات کی گدائی کرے اور وہاں سے صدقات لے کر کھلائیں گے تو وہ طلبہ مفت خور ہی بنیں گے۔ یہاں مولا امیر المومنین کا فرمان صادق آتا ہے ان کو دیکھ کر دشمن کی طمع بڑھ جاتی ہے۔

یہاں تک یہ مدارس این جی اوز کا ڈیرہ بن گئے یہ انتہائی شرمناک بات ہے، مدارس دینی غلاظت خور این جی اوز بنے۔ اخباروں میں آیا ہے کہ بلتستان، سندھ اور بلوچستان کے مدارس این جی اوز کی رقوم سے چلتے ہیں یہاں سب سے زیادہ این جی اوز کا مطمع نظر ہوگیا ہے۔

۳۔ ملک میں قائم مزارات کی تعداد ہوسکتا ہے کہ ہماری کتاب دراسات فی الفرق والمذاہب میں شامل ہو جائے، ہر مزار میں سو سے زائد چرسی موسیقار ہوتے ہیں۔ وہاں ان کو ان مزارات پر آنے والے صدقات کھلاتے ہیں اس کے علاوہ سیاستدان قومی خزانے سے ان کو بجٹ دلاتے ہیں۔

۴۔ کرکٹ ٹیم والوں کے بارے میں سب کو پتہ ہے پڑھائی میں فیل ہونے اور اکتاء جانے والے اور کام سے فرار کرنے والے لڑکے لڑکیاں گلی کوچے میں اس ٹیم میں شامل

ہوتے ہیں،ان کی نگرانی وبندوبست ملک کے اعلیٰ سطح کے بورڈ کرتے ہیں۔اور یہ بورڈ ان کی سرپرستی میں یہ ملک وبیرون ملک کھیلنے جاتے ہیں۔ان پر اٹھنے والی لاگت سرکاری خزانے سے سرف ہوتی ہے۔بدقسمتی سے معیارات الٹ گئے ہیں ملک کے پرائمری سکول اور اعلیٰ درسگاہوں کے طلبہ طالبات کو سالانہ امتحانات میں فیل ہونے والوں پر شرم وحیاء نہیں آتی ہے اور ضیاع سال کی وجہ سے غمگین وافسردہ نہیں ہوتے۔اسی طرح کرکٹ میں ہارنے والی ٹیم کا وزراء استقبال کرتے ہیں ہار پہناتے ہیں ظہرانے اور عشائیہ دیتے ہیں جب ہار جیت،فتح وشکست کے معیارات ہی ختم ہوجائیں،شکست خوروں پر نوٹوں کی گڈیاں نچھاور کریں گے تو دیوالیہ ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

۵۔ مذکورہ بالا ذکر چھٹی کے حوالے سے ملک میں سرکاری اور احتجاجی ہڑتالی چھٹیوں میں سرکاری ملازمین جو تنخواہیں کھاتے ہیں وہ مفت کھاتے ہیں لہٰذا یہ بھی مفت خور ہیں۔

۶۔ رشوت خوری،رشوت سابق زمانے میں ایک بڑا نا قابل بخشش گناہ سمجھا جاتا تھا۔مطعون وملعون سمجھا جاتا تھا۔اگر کسی کو راشی کہتے ہوئے سنتے تو سر نیچے ہوجاتا تھا۔اب ملک میں رشوت وراشی بطفیل زرداری کرپشن وجود میں آنے کے بعد سگریٹ نسوار جیسی بن گئی ہے۔

۷۔ کرپشن،اب تو ملک میں اس کا معنی پیچیدہ نہیں رہا معما نہیں رہا۔زرداری عاصم الطاف کے بعد کرپشن بھتہ خوری پانی روٹی جیسے الفاظ بن گئے ہیں،بچہ بچہ جانتا ہے۔ اسمبلیوں میں وزارتوں کی پوسٹ پر آنے والے اعلیٰ عہدیدار زیادہ تنخواہ کے مستحق ہونے کے بارے میں ان کی تنخواہ کتنی ہونی چاہیئے پر بات نہیں کریں گے لیکن اس کے بعد ان کیلئے سفر خرچ

یہ بلا معاوضہ ہے بلا عمل ہے اس حوالے سے اس قسم کے کھانے والے مفت خور ہیں، مفت خور چونکہ مفت کھاتا ہے اور مفت لیتا ہے اس وجہ سے ان کو پاکستانی نوٹوں کی قدر و قیمت نہیں ہوتی یہی وجہ ہے پاکستان سے بیرون ملک دورے پر جانے والے وہاں نیلام گھروں میں کلب خانوں میں جاتے وقت پاکستانی کرنسی سے ڈالر خرید کر ان پر ڈالر نچھاور کرتے ہیں خود مفت خور ہیں اور دوسروں کو مفت خور بناتے ہیں۔

۸۔ مدارس دینی میں قرآن وسنت کے درس نا ملنے کی وجہ سے وہاں سے فارغ علماء معاشرے میں عقائد اسلام تاریخ اسلام شریعت اسلام قرآن وسنت کے مطابق بیان نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا وہ اوقات نماز پنجگانہ اور جمعہ کے خطبہ کے بعد نمازیوں کو حلال وحرام بتانے کی بجائے سیاست بتاتے ہیں سیاست میں سرگرم ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس حوالے سے ان کے قدردان انکو جو لفافہ دیتے ہیں وہ مفت خوری ہوتی ہے۔ مفت خوروں کی فہرست کے بعد مفت خوری سے دیوالیہ کیسے بنتے ہیں اس کی مثال ملاحظہ کریں۔

یہاں ترقی وتمدن تنہا باہر والوں کی سرمایہ کاری سے نہیں ہوتی بلکہ ترقی کے بہت سے عوامل ہوتے ہیں۔

ا۔ ملک میں قناعت، کفایت شعاری کو اپنا شعار بنائیں جبکہ ملک میں حکمران عیاشی کو اپنا شعار بنا رہے ہیں۔ یہاں سے ''الناس علی دین ملوکھم'' بنے ہیں۔ جو قوم عیاشی کرتی ہے حسب آیت قرآن زوال اس کا مقدر بن جاتا ہے۔﴿ اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ان کی معیشت کے غرور کی بنا پر ہلاک کر دیا اب یہ ان کے مکافات عمل ہیں جو ان کے بعد پھر آباد نہ

ہو سکے مگر بہت کم اور در حقیقت ہم ہی ہر چیز کے وارث اور مالک ہیں ﴾ (قصص۔ ۵۸)۔

۲۔ ملک کی پیداوار کو بڑھائیں، درآمدات کو کم کریں اور برآمدات کو بڑھائیں جبکہ ہماری حکومت ہندوستان سے تجارت بڑھانے پر مصر ہے۔

۳۔ پانچوں صوبوں کی ایک ہی ثقافت ہو باہر سے آنے والوں کو پتہ ہی نہ چلے یہاں پاکستانی کے علاوہ اور کوئی قوم بھی ہوتی ہے۔لیکن صوبوں کے وڈیرے قوم پرست اور خالق صوبائی خودمختاری ایسا ہونے نہیں دیں گے۔

اس میں ایک اہم عامل ملک میں نظام تعلیم کے بارے میں سیاسی، اقتصادی عزائم ہیں ملک کو ترقی سے روکنے کیلئے انگریزی نظام تعلیم لاگو کیا گیا۔اس ملک میں انگریزی کو ترجیح دینے والے اس ملک کی ترقی وتمدن فروغ علم کے حامی نہیں ہیں بلکہ خائن ہیں۔لیکن انگریزی نظام تعلیم اس ملک کے لئے پہلے سازگار تھا اور نہ آئندہ ہونگے اس نظام تعلیم سے برآمد آفات بلیات جاں سوز وعزت اخبار سوداء ہر آئے دن یا دوسرے دن اخباروں میں آتے رہتے ہیں بعض ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور بعض غلط سمت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، بعض وزیر اعلیٰ کو قصوروار، بعض وزیر اعظم کو قصوروار ٹھہراتے ہیں۔عصمت وعفت دری کی کہانیاں جہاں درس گاہوں میں پہلی دوسری کلاس سے جنسی تعلیم کو مختلف طور طریقہ پڑھایا جائے اور جہاں زناء فحشاء کی بھی تربیت دی جائے ہی سننے کو ملیں گیں۔

تاریخ اسلام میں دو قوموں یعنی عرب اور فارس نے یونان، ہندوستان مصر یورپ والوں کے علوم کو اپنی زبان میں نقل کر کے غیروں کی ثقافتی وفکری استعمار کو مسترد کیا ہے۔دوسری طرف

برصغیر کی مسلمان قوم ہے جنہوں نے دوسروں کی استعمار گری کو خود اپنی ملک میں چلانے کیلئے اپنی زبان کو چھوڑ کر استعمار گر کی زبان کو اپنایا ہے ۔یہ استعمار کے لئے باعث افتخار اور برصغیر کے مسلمانوں کی خفت پسندی اتباع پسندی ذیلیل نمائی کی دلیل ہے، انہیں اس میں کوئی کراہت و دشواری محسوس نہیں ہوئی ہے۔ یہاں پر ہونا تو یہ چاہیئے کہ،

۱۔ یہاں سیکولر نظام کے باقاعدہ خاتمہ کا اعلان کریں۔

۲۔مفت خوران کا سلسلہ ختم کریں۔

۳۔غیر اردو تمام زبانوں چاہیے علاقائی ہوں یا بین الاقوامی پر پابندی لگائیں۔

پیام سبز ٹال مٹول:

پیام سبز ہمیشہ غیر متوقع آئندہ تعمیری خبروں کو کہا جاتا ہے جس کے بارے میں اکثر وبیشتر ویران کن اور نا امیدی کے بعد بیان دیا جاتا ہے، یہ پیغامات اکثر روڈوں پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ٹال مٹول یقین اور اطمینان ہونے کے بعد شک وتردید میں پڑنے کو کہتے جیسا کہ امام مہدی کے ظہور کی خوشخبری تیاری کی بات کرنے والے چپ ہو جاتے ہیں جواب نہیں دیتے ہیں۔ ایک عرصہ سے پاکستان میں برسر اقتدار آنیوالے یا آنے کی امید رکھنے والوں نے اپنی خواہشوں کو بطور خواب پیش کیا تھا چنانچہ ۱۲۷ دن تحریک انصاف اور عوامی تحریک شاہراہ دستور پر اپنا پیام الحادی مارکسیسی دیتے رہے کہ یہاں بقول کمیونسٹ عراق اسلام کا جنازہ نکال کر کفر والحاد کا دور دورہ کریں گے۔ ایسی بدشگون پیشن گوئیاں کرنے والے بھٹو، بے نظیر، زرداری، پرویز مشرف اور الطاف نے ملحدین کو بہت امیدیں دلائی تھی کہ پاکستان جلد ہی اتاترکستان بنے گا' آج پرویز اور الطاف کا حال دیکھ رہا ہوں آئندہ آنے والے بھی دیکھیں گے۔ لیکن ''یولج اللیل فی انہار ویولج النہار فی اللیل'' کے مالک نے ان کے خواب کو شرمندہ تعبیر ہونے نہیں دیا۔

پاکستان میں اتاترک نظام کا خواب اس وقت ٹوٹا جب اس ملک کے عدالت عالیہ کے سربراہ جسٹس جوادایس خواجہ نے ایک حکم نامہ صادر کیا جس میں پاکستان میں تمام اداروں میں انگریزی کی جگہ اردو کو جاگزیں کرنے اور سربراہ مملکت وزیر اعظم صدر مملکت ودیگر ادارے

ریاست پابند ہوں گے کہ وہ اردو میں تقاریر کریں۔ پاکستان کو ایک خالص سیکولرزم اتاترک جیسی ریاست قائم کرنے کا پی پی، آغا خانی، قادیانی، مہاجر سربراہ اور پرویز وقادری کا خواب دفن ہو گیا ہے۔

اس بارے میں ۶ ذی الحجۃ الحرام ۱۴۳۶ھ کے روزنامہ دنیا میں کالم نگار حبیب اکرم نے لکھا ہے حکومت پاکستان اردو اور اسلامی اقدار کی بالادستی میں پُرخلوص اور پُرعزم ہے۔ اس کے ثبوت میں حبیب اکرم نے کہا ہے صدر مملکت جناب ممنون حسین نے بعض چیدہ چیدہ نامور صحافیوں کو ایوان صدر میں مدعو کیا تھا، جس میں صدر محترم نے اردو اور اقدار اسلامی کے فروغ کے لئے تجاویز اور طریقہ کار وضع کرنے کیلئے کہا۔ اعلیٰ عدلیہ کے قاطعانہ وحکیمانہ حکم کو طلوع آفتاب استقلال پاکستان واسلام کہنے کی بجائے پیام سبز ٹال مٹول کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ شرف الدین بھی بلتی قوم پرستوں کی زد میں آکر اس فیصلہ سے راضی نہیں ہے ایسا قطعاً نہیں بلکہ ہم پاکستان کے استقلال اور سالمیت، ترویج اسلام فہم قرآن وسنت کیلئے اردو کو ناگزیر اور واجب سمجھتے ہیں جس کیلئے عربی کے علاوہ تمام زبانوں کو قربان کرتے ہیں۔ میرا کلمہ ''ٹال مٹول'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ خود اعلیٰ عدلیہ نے اپنے بیانات میں خدشہ ظاہر کیا کہ بیوروکریٹس اور اعلیٰ مشینری ایسا نہیں چاہتے ہیں کہ ملک کے آئین کو یہاں کا ہر شہری جان لے چنانچہ ان کا یہ خدشہ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا رہا ہے۔ روزنامہ ایکسپریس منگل ۲۸ ذی الحجۃ الحرام ۱۴۳۶ھ میں آیا ہے جسٹس جواد ایس خواجہ نے اپنے خطوط میں لکھا تھا سرکار اور اس کی مشینری نہیں چاہتی کہ عوام الناس اردو زبان میں آئین اور قانون میں اپنے حقوق سے آگاہی حاصل کریں کیونکہ ان کے کالے کرتوت اور

قوانین طشت از بام ہو جائیں گے۔جسٹس دوست محمد خان کہتے ہیں اردو زبان کی بطور سرکاری زبان کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ افسر شاہی ہے وہ نہیں چاہتی اردو انگریزی کی جگہ لے۔اس فیصلہ کے بعد فوراً وزیر اعظم سے اقوام متحدہ میں انگریزی میں تقریر کرائی گئی۔سندھ میں اردو کے نفاذ کی کوشش کرنے والوں کو چھٹی پر لگایا تا کہ یہ معطل رہیں'اس حکیمانہ فعل کو لگنے والی باد سموم ہمارے قوم پرست وڈیرے ان کے نمک خوار مغرب کے رعایت یافتہ صحافی کالم نگار ،ہماری بیوروکریسی اور ہمارے سربراہان مملکت ہیں۔ان سے اسلامی اصول اور تشریعات کے نفاذ کیلئے امید تو نہیں رکھ سکتے کیونکہ ان کی زیست ہی مظاہر قارونی تعیش تکبر غرور فرعونی پر ہے چنانچہ گیلانی کے سوٹوں ،کپڑوں اور نواز کے گھر کے کھانے کی حکایتیں آتی رہتی ہیں۔زیادہ افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ انہیں قانون شکنی سے استثناء حاصل ہے۔جنھیں قانون شکنی قانون سے فراری کا استثناء حاصل ہے یہی لوگ ملک کو خوار وذلیل اور نیچا دکھاتے ہیں۔چنانچہ ماہ ذی الحجۃ الحرام ۱۴۳۶ھ میں وزیر اعظم پاکستان جناب نواز شریف نے اقوام متحدہ کے اجلاس میں اس حکم نامے سے خود کو مستثنٰی قرار دے کر اردو کی بجائے انگریزی میں تقریر کی۔اس وقت دنیا کے غیور قومیں بین الاقوامی اداروں میں اپنا قومی تشخص،بولی اور لباس میں اپنے علاقے کی سنت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔آپ جو بھی کہیں سوچیں جو بھی کرنا چاہیں یہ چیز ایک خودمختار قوم کے نمائندہ کی نشانی ہے،لیکن نواز شریف کی وہاں پر کوٹ پتلون تو چھوڑیں صلیب کی نشان گردن میں لٹکا کر جانا پیغام سودا ہے جس سے آپ نے یہ بتایا ہے ہم آپ ہی کے ہیں۔

ہمارے حکمرانوں اور سیاست دانوں کے عزت والے سیل الٹے لگائے گئے ہیں جہاں

وہ بے عزتی کو عزت سمجھتے ہیں۔اس کی مثال حال ہی میں اعلی عدلیہ کے قطعی جزمی حکمنامہ کے تحت کہ ملک کے تمام سربراہان صدر وزیر اعظم کو جہاں جہاں تقریر کرنی ہے اردو میں کرنا ہوگی، اس کے باوجود نواز شریف نے جنرل اسمبلی میں تقریر انگریزی میں کی لیکن یہ سننے میں نہیں آیا کہ انہیں واپسی پر روس، چین اور جاپان، عراق، ترکیہ اور بھارت کے رؤساء سے زیادہ عزت ملی ہو بلکہ الٹا واپسی پر کسی نے اعلیٰ عدلیہ میں نواز شریف پر قانون شکنی کا مقدمہ دائر کیا تھا۔شکر ہے ملک میں چاہے کم ہی کیوں نہ ہوں لیکن اس ملک کی عزت اس ملک کے وسائل ذرائع کو استعمال کرنے والے اس ملک کی عزت اور وقار کے حامی داعی بھی موجود ہیں۔ہم ایک زمانے میں سمجھتے تھے بعض تنظیموں میں ریش دار نمازی نوجوان دین وملت کی عزت کے محافظ ہیں لیکن مایوسی اس وقت ہوئی جب انہوں نے غیر متوقع ہمارے ادارے میں آ کر کہا یہاں نظام تعلیم انگریزی زبان میں ہونا چاہیے۔روزنامہ دنیا صادر ۲محرم الحرام ۱۴۳۷ھ میں آیا تھا اردو ہماری قومی زبان ہے،لیکن نظام تعلیم انگریزی ہونے کی وجہ سے ۵۰ لاکھ طلباء وطالبات اعلی تعلیم سے محروم رہے۔

گرچہ بعض خالص اردو دان اردو زبان کے نفاذ میں مخلص نظر آتے ہیں، خاص کر اردو مقتدرہ والے اس میں مخلص ہیں لیکن وہ اردو کو اسلام کے خاطر اہمیت دیتے ہیں یا یہ لوگ بھی ''انا وجدنا ابانا'' کی بات کرتے ہیں؟ بہر حال اردو وحدت امت کی بنیاد ہے۔لیکن وہ کالم نگار جو چار صوبوں کے بقول رضا ربانی خودمختاری وفاق برائے نام کے قائل ہیں وہ خودمختاری کے ساتھ علاقائی زبان بولتے ہیں،ان میں سے بعض کالم نگار یہ مطالبہ کرتے نظر آتے ہیں کہ سکول میں تعلیم علاقائی زبان میں دیں کیونکہ علاقائی زبان ماں کی زبان ہے۔ان کی برگشت ماں کو جاتی

ہے لیکن اہل ادیان سماوی قرآن وسنت کے پیروان افتخار وشرافت کا انتساب پہلے باپ سے کرتے ہیں اور خالص ماں سے انتساب مطعون گردانتے ہیں تاریخ اسلام میں زیاد بن ابیہ اس حوالے سے مشہور تھا۔

ان کا کہنا ہے سکولوں میں علاقائی مقامی زبان کو لازمی قرار دیں مادری زبان میں تعلیم زیادہ موثر ہے حالانکہ زبان ماں کی ہوتی ہے نہ باپ کی بلکہ زبان اجتماع کی ہوتی ہے۔ شاید حیوانات اور پرندے زبان ماں سے سیکھتے ہوں جبکہ انسانی زبان اجتماع کی ہوتی ہے۔ انسان کی خصوصیات میں سے ایک حسن انتخاب ہے، زبان میں بھی حسن انتخاب ہوتا ہے بہتر زبان کی شناخت کیسے ممکن ہے، بہتر زبان کیلئے چند شرائط ہیں اس کی حروف تہجی بہت کم ہوں تلفظ میں سہل وآسان ہو جو اس ملک کے ہر مرد وعورت چھوٹے بڑے انپڑھ جاہل عالم سب بولیں، دوسرا معیار دین ہے اس کے دینی تفاہم میں کون سی زبان مفید وموثر ہے۔ اس ملک میں ۹۸ فیصد مسلمان ہیں پاکستان کے مسلمانوں کیلئے آسان میسر زبان دین فہمی کیلئے اردو ہی ہے۔ اردو زبان کی خوبی یہ ہے کہ اردو کے حروف تہجی اکثر وبیشتر فارسی اور عربی سے ماخوذ ہیں۔ خاص کر قرآنی کلمات زیادہ پائے جاتے ہیں اس لحاظ سے اس زبان کے توسط سے قرآن سے نزدیک ہوں گے۔ ایک خودمختار ملک میں جہاں مختلف قومیں رہتی ہوں ان تمام قوموں کو ایک دوسرے سے جوڑنے کیلئے ایک شیرازہ زبان ہے۔ جس طرح حدود جغرافیہ ایک جوڑ ہے اس طرح زبان اس سے زیادہ گہرا جوڑ ہے، خونی رشتہ اور جغرافیہ سے زیادہ زبان کا جوڑ وسیع وعریض ہے۔ لہٰذا اس ملک سے وفادار اور اسلام سے وفادار جہاں جہاں بھی ہوں نیز اگر حکومت اس فیصلے سے مخلص ہو

تو دونوں کو چاہیے کہ علاقائی زبان کی حوصلہ شکنی کریں اور اس کے فروغ کے راستے کو بند کریں ۔پورے پاکستان میں مادری زبان کو اردو بنائیں میرے یہ عرائض کچھ جذباتی تصور نہ کریں بلکہ خود دشمن اس پر تلے ہوئے ہیں یہاں رہنے والوں کی زبان مختلف ہو۔ اگر زبان مختلف نہیں ہے تو وہ نئی زبان کی بنیاد رکھتے ہیں چنانچہ انہوں نے عرب ممالک میں پہلے مرحلہ میں کتابی اور بازاری دو زبانیں بنائیں پھر بازاری زبان بھی ہر ایک علاقہ کی الگ بنائی گئی۔ ہمارے ملک میں بھی ان کی کوشش ہے کہ علاقائی زبان کی حوصلہ افزائی کریں۔ چنانچہ ان کے نمائندے سیکولروں اور روشن خیالوں کا یہی اصرار ہے۔

جب سے پاکستان کے اعلیٰ عدلیہ اور حکومت نے اردو زبان کو انگریزی کی جگہ جا گزین کرنے کا عزم راسخ اور فیصلہ قاطع کیا تو قوم پرستوں کی پیٹ میں مروڑ آنا شروع ہو گیا۔ بعض نے راستے میں موجود پیچ و خم کی دشواریاں گننا شروع کیں تو کسی نے کہا اردو کا لفظ ترکی ہے ہم ترکی تو نہیں ہیں۔ کسی نے کہا اردو مشکل زبان ہے بقول قوم پرست کالم نگاروں کی زبان ''یہ سب ابلیسی ہتھکنڈے ہیں اس میں قوم وملت وطن دین و دیانت کے بارے میں کوئی مفاد نظر میں نہیں رکھا گیا ہے'' دیکھیں بد نیتی پر مبنی ہے۔

اردو تنہا ترکی زبان ہی نہیں بلکہ مرکب از عربی، فارسی، سنسکرت بھی ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی زبان نہیں جو پوری کی پوری ایک قوم نے ایجاد کی ہو، خود انگریزی زبان بھی بہت زبانوں سے پیدا شدہ ہے، اس کے حروف لاطینی، عربی اور سریانی زبان سے لیے گئے ہیں۔ زبانوں کی سہولت اور اپنی پیچیدگیاں ہیں۔

انتخاب زبان:

مسلمانوں کے لیئے ضروری ہے وہ ناگزیراور پہلی ترجیح کے بعد دوسری کواپنائیں۔

ا۔ اپنے دین کی زبان اپنائیں چنانچہ جب فتوحات اسلامی ہوئیں تو بعض بلدان نے حکومت تسلیم کرنے کے ساتھ زبان کوبھی اپنایا جیسے مصر مراکش تیونس سوڈان اور لیبیا نے دین اسلام کے ساتھ ساتھ عربی زبان کوبھی اپنایا جبکہ دیگر علاقہ مفتوحہ نے اسلام کوتو قبول کیا لیکن عربی زبان کوقبول نہیں کیاان میں سے ایک ایران ہے۔میں ایک دفعہ مرحوم آیت اللہ حسین علی منتظری کے محضر میں تھا اس وقت ایک وفد عربی آیا۔آپ نے ان سے فارسی میں خطاب کیااور اپنے خطاب میں فرمایا جب فتوحات اسلامی ہوئیں تو بعض علاقے والوں نے حکومت کے ساتھ زبان کوبھی قبول کیا لیکن اہل فارس نے اپنے تعصب قومی کی وجہ سے زبان عربی کوقبول نہیں کیااور وہ اپنی فارسی پر مصر رہے۔وہ اپنی زبان میں تعصب شدید رکھتے ہیں جس طرح یہاں کے سندھی ۔آیت اللہ منتظری نے فارسی میں خطاب کیا کیونکہ ان کوعربی نہیں آتی تھی ہاں ان کو عربی نہیں آتی تھی، تنہا آپ ہی نہیں اور بھی بہت سے فقہاء ومراجع کوعربی نہیں آتی ۔امام خمینی کو بھی نہیں آتی تھی چنانچہ آپ نے کبھی بھی عربی میں خطاب نہیں کیا۔مدارس وحوزات میں پہلے سے یہی اشکال رہا ہے اگر کوئی یہاں سے یورپ امریکا تعلیم کیلئے جائے اور چند سال کے بعد واپس آجائے تو وہ انگریزی روانی سے بولتا ہے لکھتا ہے بلکہ کمال بے شرمی سے یہ بھی کہتا ہے مجھے اردو نہیں آتی ہے۔لیکن ان مدارس وحوزات میں دس بیس سال رہنے والوں کوعربی بولنی آتی ہے

نہ لکھنا اس کی وجہ یہ ہے ان مدارس اور حوزات میں مادر علوم یعنی لغت نصاب میں شامل نہیں ہے ۔مجھے شک ہوتا ہے انہوں نے عمداً اعربی لغت کو نصاب میں نہیں رکھا دیکھیں کیا ایسا نہیں ہے۔میں نے عرض کیا ہے اردو کو رواج دینا اس مملکت کے مفاد میں ہے۔اس طرح یہاں کے ۹۸ فیصد مسلمانوں کے دین کی فروغ واشاعت بھی اس اردو سے وابستہ ہے ۔چھوٹی چھوٹی علاقائی زبانیں جیسے بلتی سنو گلگتی وغیرہ تو چھوڑیں بلوچی پنجابی سندھی زبان میں بھی مصادر اسلام موجود نہیں ہیں آپ مجھے بتائیں:

☆۔ سندھ میں دین اسلام سے متعلق کتنی مصادر کتب حدیث تفسیر قرآن تاریخ اسلام لغت سندھی زبان میں میسر ہیں۔

☆۔ اس طرح بلوچی زبان میں کتنی کتابیں ہیں۔

☆۔ پنجابی زبان کی کتنی کتابیں ہیں۔

اللہ نہ کرے کسی دن یہاں اتا ترک اور رضا ربانی کی طرح خواب دیکھنے والے کامیاب ہو جائیں اور خود مختار مملکت بن جائیں، انشاءاللہ ایسا نہیں کرے گا اگر ہو گیا تو یہاں کی نسل دین کو کہاں سے لے گی۔ چنانچہ آج یورپ امریکا میں کتاب تورات کا اصلی نسخہ کوئی نہیں پڑھ سکتا، یہ مخصوص بعض سقف بطرس ہی پڑھ سکتے ہیں۔اگر قومی یا مادری زبان میں گفتگو کرنا اور اسے زندہ رکھنا کوئی فضیلت رکھتا ہے تو آپ کے آباؤاجداد سنسکرت بولتے تھے کیا یہ کوئی افتخار ہے۔

میں کوئی مفتی ہوں نہ قاضی عدالت عالیہ ہوں لیکن اسلام و مسلمین اور اس ملک کے

اجتماعی اقتصادی ثقافتی سیاسی مسائل میں رائے دینے کا حق مجھے قرآن وسنت کے بعد اس ملک کے آئین نے بھی دیا ہے لہٰذا میری رائے ہے پاکستان میں حکومتی اور تعلیمی درسگاہوں کے علاوہ یہاں کے شہری کے مکالمات ومفاہمات میں انگریزی یا صوبائی یا ضلعی اور علاقائی حتیٰ عربی کا رواج دینا بھی صحیح نہیں ہے یہ اسلام ومسلمین اور اس ملک سے خیانت ہوگی۔ یہ عظیم آبادی ہے اس عظیم آبادی میں ایک ہی زبان چل سکتی ہے دوسری نہیں جو صرف آسان وسہل اردو ہی ممکن ہے اور باقی دھوکہ فریب استعمارگری تصور ہوگی۔

یہاں اہل پاکستان کے رہن سہن کی زبان صرف اردو ہی ہے اگر وہ پاکستان اور اسلام کے خیر خواہ ہیں۔ چہ جائیکہ انگریزی زبان جو استعمارگری، ملک کی بربادی کے لئے ٹھونسا گیا ہے' انگریزی اور فارسی دونوں استعماری زبانیں ہیں۔ اہل فارس نے حکمرانی کے دوران فارسی کو مسلط کیا تھا جب صفویوں کی حکومت تھی۔ مجھے تعجب اس بات پر بھی ہے کہ انقلاب اسلامی آنے کے بعد یہاں خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی سے فارسی زبان کی ترویج اور کلاسیں ہوتی تھیں۔ ایک اسلامی حکومت کے داعی ہونے کے حوالے سے زبان سے زیادہ انہیں اسلامی سیاست اقتصاد اجتماعیات کے امتیازات کی ترویج کرنا چاہیے تھی علی ایحال یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے۔ اردو بولنے والے اپنے منہ سے یہ پیغام دیتے ہیں ''سرکار میری کوئی حیثیت نہیں میں وہی نوکر ہوں'' بقول پرویز مشرف سرکار انگریز ہے اور ہم ان کے غلام ہیں۔ یہاں اردو کے علاوہ کسی بھی زبان کو رواج دینا ملک ودین دونوں سے خیانت ہوگی۔ میں اس پر بولنے لکھنے مناظرہ ومجادلہ مکاتباتی کیلئے تیار ہوں۔

میں بلتی ہوں میری اردو صحیح نہیں ہے میری کتابوں سے میرے دوست احباب غلطیوں کو نکال کر انھیں قابل خواندہ بناتے ہیں لیکن پھر بھی اردو زبان کو قومی زبان بنانے کا حامی بلکہ داعی ہوں۔ کیونکہ یہ بھی قوم کو یکجا کرنے سب کو جوڑنے کی گرہ ہے بلکہ قومی چھت کا ایک ستون ہے۔ تعدد زبان تعدد قومیات کا موجب بنتی ہے اور تعدد قومیات قومی شیرازے کو بکھرنے کا سبب بنتا ہے، مجھے بلتی ہونے کی بجائے مسلمان بنانا زیادہ عزیز ہے۔ مسلمان رہنے کیلئے وحدت زبان ضروری اور ناگزیر ہے۔

ایوان بالا کے سربراہ کا اردو سے اف وتف:

جناب رضا ربانی صاحب پیپلز پارٹی کے بڑے پائے کے رہبران میں سے ہیں لہٰذا ان کو ہر حالت میں ہر موقع ومحل پر پیپلز پارٹی کے منشور اور روایات، ان کے چہیتوں کی خواہشات کا خیال رکھنا آتا ہے۔ پیپلز پارٹی کا منشور اپنے عوام کے ساتھ بدلتے رہے اور ان کے وعدے گزشت زمان کے ساتھ کذب واشر ثابت ہوتے رہے۔ لہٰذا لوگوں کا ان پر سے اعتماد اٹھنے لگا۔ انہوں نے روٹی کپڑا اور مکان کا وعدہ دیا اور ان کے حقوق وڈیروں، چوہدریوں، خانوں سے چھین کر نکال کر روٹی کپڑا اور مکان کا بندوبست کرنے کا کہا۔ لیکن اقتدار ملنے پر روٹی کپڑا مکان نیاز مندوں کو بھول گئے۔ ان کی ترجیحات توجہات کا مرکز سرمایہ دار، شیخ، خان، چوہدری بن کے رہ گئے۔ سندھ کا علاقہ جوان کا دارالخلافہ، دار العاصمہ ہے اس کے گردونواح کی حالت زار اخباروں میں آتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ایوانوں میں ان کا راج رہے ہیں' پھر بھی حالیہ

دو سالوں میں قتل کا حال اخباروں میں دیکھتے رہے ہیں۔

۲۔ پیپلز پارٹی نے زندوں پر توجہ دینے کی بجائے آثار قدیمہ، آثار بالیہ، مردگان خفتگان کو پہلی ترجیح دی ہے۔اس وجہ سے ان کو یہ افتخار حاصل رہا ہے کہ ان کے ہاں موہنجو دوڑو ہے جہاں اسلام کی آمد سے پہلے کے آثار ملے ہیں، اسی وجہ سے وہ اسلام پرستی کی بجائے مردہ پرستی پر زیادہ توجہ دینے لگے۔مرکزی حکومت سے کثیر بجٹ نکالا، صوبائی بجٹ مزارات کیلئے لگا کے زندوں کو محروم اور مردوں کو عالی شان عمارات دیں جہاں کبھی لوڈشیڈنگ نہیں ہوتی۔

۳۔ انھیں اسلامی آثار و روایات سے چڑ رہی ہے۔انھیں توڑنے کیلئے ایک لشکر عاریات و ملکشفات عورتوں کی تنظیم دی تا کہ اسلامی اصول و احکامات کو چیلنج کرنے پاؤں کے نیچے دبانے کے لشکریات کو آگے لائیں۔لہٰذا انہوں نے بھرپور کوشش کر کے ایوانوں میں ان کو بغیر انتخاب کے چور دروازے سے لا کر کرسیوں پر بٹھایا اور وہاں وقتاً فوقتاً علماء اور داڑھی والوں سے چھیڑ چھاڑ انہیں سے کراتے ہیں۔یہی لوگ سندھ میں خواتین کی خودکشی، جسم سوزی، قتل کے ذمہ دار ہیں۔کیونکہ انہوں نے ازدواج کی جگہ دوست بنانے کو ترجیح دی ہے تا کہ سندھ میں جہاں پہلا اسلام کا جھنڈا گڑنے والی جگہ پر رہنے والے جنہوں نے پہلے اسلام کو قبول کیا تھا ایسی باتوں کو اپنی روایات سے متصادم دیکھ کر برداشت نہیں کرتے۔سندھ کے غیر ترقی یافتہ لوگ اپنی سابقہ روایات کے تحت ناموس سے کسی اجنبی کی دوستی برداشت نہیں کرتے ہیں۔ملک کے وزیر اعظم نے تحفظ خواتین بل سے متعلق بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ کہاں کا اسلام ہے کہ عورت کو مار مار کر گھر سے نکال دیں، قرآن کریم کی سورہ نساء آیت ۱۲۸ میں آیا ہے اگر عورت شوہر کی

اطاعت سے سرپیچی کریں تو اس کو مار بھی سکتے ہیں بائیکاٹ بھی کر سکتے ہیں۔حکمران اور کالم نگاران اگر قرآن سے اعلان جنگ کریں گے تو عوام برداشت نہیں کریں گے اس حکم قرآن کو غیرت کے نام قتل کا نام رکھا،تاکہ غیر اسلامی کا نام نہ آجائے گویا ان کی نظر میں ناموس غیرت گھٹیا بات ہے۔

۴۔ دکھ اور افسوس کی بات ہے مغرب والوں نے اسلامی ملکوں میں محیرالعقول علمی فکری، وحدت امت، آزادی وخودمختاری کی راہ میں پیش قدمی دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ہم ہر حالت میں مسلمانوں کی رمز ترقی تمدن، دین اسلام کے رموزات کو حاصل کریں گے۔انہوں نے ایک ادارہ ایک جماعت بنام استشراق و مستشرقین تشکیل دی۔یہاں کے حقائق و دقائق و معارف سب پر تحقیقات کے ذخائر ترتیب دے کر ایوانوں میں پیش کیا کہ مشرق والوں کی ترقی کے رمز نشانی یہ ہے ہمیں اس کو سمجھنا ہے اور اس کا متبادل بنانا ہے۔وہ یہاں سے علم کو لے کر گئے۔پیپلز پارٹی کے قائدین بے نظیر زرداری بلاول گیلانی برصغیر میں اسلام کو راجہ گیری وڈیرہ گیری کے خلاف اسلام کو آغوش میں لانے والوں کیلئے سوشلزم،کفرازم،ہندوازم،مسیحی ازم لایا ،اسلام سے منہ موڑنے کیلئے اجرک ازم،ٹوپی ازم،چپل ازم لایا،جس کا وہ سرکاری خزانے سے کثیر رقم خرچ کر کے میلہ لگاتے ہیں اور اس میں بھٹو خاندان اور پی پی کے امیدوار ونجات دہندہ ناچ گانے گاتے ہیں۔ان کا خیال ہے لاہور واسلام آباد والوں کو وفاق کا لگاؤ نہیں،ہم رمز وفاق ہیں،وفاق کے پاسدار ہیں، وفاق کے محافظ ہیں۔لیکن یہ عاری نفاقی نعرہ ہے اصل سندھی ثقافت کے محافظ اجرک وٹوپی سے لگاؤ ہے۔دوسروں کو وفاق کا علمبردار ظاہر کرو،اپنے صوبے کو

اجرک وچپل کا محافظ دکھاؤ۔اس کے استقلال کیلئے سر توڑ کوشش کرو کہیں یہاں اردو نافذ نہ ہو جائیں تا کہ اس راستے سے اسلام دوبارہ نہ آجائے۔اس میدان میں جدوجہد کرنے پر جناب رضا ربانی کو ایوان بالا کا سربراہ بنوایا۔لہٰذا وہ ضمیر کا سودا کریں گے، دین کا سودا کریں گے لیکن پی پی کی ساتھ وفاداری قائم رکھیں گے۔اسی وجہ سے انہیں کہنا پڑا اس بل کو پاس کر کے میں نے اپنے ضمیر کے خلاف کام کیا۔اس کو ملک میں اردو جو پاکستان کا دوسرا ستون ہے، دوسرا جوڑ ہے جو اس ملت کو اپنے سے باندھ سکتا ہے اس کا نفاذ کہاں برداشت ہونا تھا۔وہ اس کیلئے سندھ میں اس کے خلاف جلوس تو نہیں نکال سکتے، ان کے چور دروازے سے ایوان میں لائی جانے والی ملکشفات خواتین ہاتھ اٹھا کر اردو نا منظور تو نہیں کہہ سکتی تھیں۔اردو کا نفاذ پیپلز پارٹی اور دیگر قوم پرستوں کے سروں پر کوہ ہمالیہ بنے ہوئے ہیں کہ اس کو کیسے گرائیں، آخر میں ان کے آقا و مولا جناب ابلیس لعین نے ان کو ایک حیلہ بتایا جس کی ابھی تک اس ایوان میں کوئی روایت نہیں تھی۔ملک کی اعلیٰ عدلیہ کو جس نے اردو کے نفاذ کا قاطعانہ حکم صادر فرمایا تھا، ان کو یہاں بلا کر قانونی تذلیل کریں کہ ہم آپ کے حکم کو نہیں مانتے۔لیکن سربراہ عدلیہ نے ان کے جال میں نا پھنستے ہوئے اپنی تقریر اردو میں کی۔

روزنامہ دنیا ۲۱ محرام الحرام ۱۴۳۷ھ میں آیا تھا اعلیٰ عدلیہ کے سربراہ جمالی نے اردو میں تقریر کی جبکہ صوبائی خودمختاری کے خالق نے انگریزی میں تقریر کی کیونکہ دونوں نے اپنے ذہنی تصورات کے مطابق عمل کیا۔جمالی نے اردو میں تقریر اس لیے کی ہے کیونکہ وہ پاکستان کو ہر حوالے سے ایک محکم پائیدار ستون سے جڑے دیکھنا چاہتے ہیں۔اس کا ایک جوڑ وحدت قانون

ہے وحدت قانون کیلئے وحدت زبان ضروری اور ناگزیر ہے۔حاکم اور محکوم اور قانون میں اختلاف عدالت میں پیچیدگیوں کا سبب بنتا ہے۔جبکہ صوبائی خودمختاری کے خالق ربانی صاحب کوصوبائی خودمختاری کے خالق ہونے پر بہت فخر ہے۔صوبائی خودمختاری سندھی زبان میں مضمر ہے۔صوبائی خودمختاری والے پاکستان کے تمام جوڑوں میں اتفاق کی بات نہیں کرتے ہیں' بلکہ نفاق کی بات کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جتنا ہوسکے ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔رضا ربانی خودکو باضمیر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں یعنی عام حالات میں جہاں اس کی پارٹی کی پالیسی ہے وہاں ان کے قول کے مطابق ہرجرم کے ارتکاب کیلئے آمادہ و بےبس رہتا ہے، چنانچہ انہوں نے دہشت گردوں کے بارے میں فوجی عدالتوں کے قیام کی تائید کے بارے میں کہا کہ اس نے پارٹی کی خاطر ضمیر کا سودا کیا ہے، وہ یہ بتانا چاہتے ہیں ہم ضمیر الحادی پی پی رکھتے ہیں۔ یعنی وہ اللہ اور دین نامی کسی چیز کونہیں مانتے ہیں انکا معبودِ ناحق پارٹی ہے۔انہیں یہاں اقتدار مغرب والوں نے دیا ہے۔یہاں بھی پارٹی کی ہدایات ہونگی کہ عدالت عالیہ کے اس حکمنامے پر عمل نہیں کرنا ہے۔

اس حکمنامے کے بارے میں ایک اور سازش کے عنوان پر اتوار ۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کوصادر ہونے والے روزنامہ ایکسپریس میں رحمت علی رازی نے اردو سے اتنی دشمنی اچھی نہیں کے عنوان میں ۲۰ محرم الحرام کو چیرمین سینٹ کا اچانک اعلیٰ عدلیہ کے سربراہ کو سینٹ میں بلانا اور انکا استقبال انگریزی زبان میں کرنا اپنی جگہ اس فیصلے کو اس طرح سے مسترد کرنے کے مترادف کہا ہے اور سینٹ چیئرمین کی انگریزی تقریر کے بارے میں اظہار ناراضگی کیا ہے۔

سندھ سے تعلق رکھنے والے سیاستدانوں کی دوغلی پالیسی متضاد ہے۔ایک طرف سے وہ خودکووفاق کی علامت پیش کرتے ہیں دوسری طرف سے سندھی ثقافت میں جتنی شدت پسندی رکھتے ہیں شاید وہ کہیں اورنہیں ہوگی ان کی بات تو چھوڑیں جنہوں نے دین و دیانت غیرت و شرافت عصمت وطہارت سب دیکر اقتدار حاصل کیاہے حیرت وافسوس کی بات یہ ہے یہاں کے علماء دین، دینی سیاسی تنظیمیں ،سندھی ٹوپی ،اجرک اور سندھی زبان کونا قابل ترک سمجھتے ہیں گویاوہ اپنے لئے اس افتخار کوترک کرنے کیلئے تیارنہیں یا ان کے دل میں گنجائش نہیں۔اس ملک میں ایک گروہ اردونفاذ کیلئے ایک عرصے سے کوشاں وسرگرم ہے شاید یہ ذوات اردوزبان والے ہی ہونگے ،لیکن انہوں نے اردوتحریک کس بنیاد پر چلائی اور کیا اہداف نظر میں رکھے ہمیں معلوم نہیں۔جس طرح یہاں مہاجرین کی تحریک مہاجرین کے حقوق کی علمبردار لیکن اہداف عالیہ اصحاب ہجرت سے انہیں بہت چڑ ہے بلکہ کوئی ضد اسلام موقع محل چھوڑتے ہی نہیں چنانچہ پرویز مشرف ،عمران، قادیانی، قادری سے یکجہتی سے اندازہ ہوتا ہے کہیں ان کے مخالفین سے یک جہتی کرنے والے جیسے تو نہیں؟ باقی خالص قوم پرست والے اس حکم نامہ کے حامی تو نہیں گرچہ ازروئے مصلحت ان کوزبان نفاق استعمال کرنا پڑی۔ بہر حال اردومقتدرہ سے امید ہے وہ پاکستان کے رہنے والوں کوایک زبان کی ڈوری سے باندھنا چاہتے ہیں۔کیونکہ اس زبان میں قومیت کی بدبونہیں آتی ہے، وہ خودمختلف قوموں کی مشترک اختراعی زبان ہے۔لیکن بعد میں مسلمانوں کی زبان پہنچائی گئی ،اب تو یہاں والوں کیلئے اسلام شناسی کیلئے پہلی ترجیح زبان اردو والا یہ حقیر ہے۔جس کی زبان اردونہیں ہے اسلام اور پاکستان کی خاطر اس زبان کے حامی اور

داعی بنے ،اردو صحیح بولنا نہیں آتی ہے لیکن اردو کے نفاذ کے داعی ہیں۔ایک عرصے سے اس میدان میں احساس تنہائی محسوس کرتے تھے۔اردو نہ جاننے والے کتنے اردو کے حامی بنے۔ بروز منگل ۲۰ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ کے ایکسپریس میں کالم نگار نے اپنے کالم کا عنوان بنایا ہے ''ترقی کی ضامن اردو زبان کا نفاذ ہے''۔لکھتے ہیں میں اردو زبان والا نہیں ہوں لیکن یہاں ترقی کیلئے اردو زبان کو بطور زبان سرکاری ناگزیر بتایا ہے چنانچہ ان کے اس جملہ کی انہوں نے تو وضاحت نہیں کی اس وقت اس کی مثال ایران ہے کیسے اردو ضامن ترقی ہے ابھی تک انہوں نے اپنی زبان کو چھوڑا نہیں ہے لیکن ان سے پہلے اس جریدے میں ''آپکے خطوط''عنوان میں آیا ہے ملک کے نظام تعلیم انگریزی میں ہونے کی وجہ سے لاکھوں طلبہ وطالبات اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے سے رہ گئے ہیں۔میں بھی ایک اردو ناخواندہ بوڑھا انسان جو اپنی جگہ اردو دانی کیلئے تمام وسائل آمادہ کرنے کے بعد مایوس ہو کر فیصلہ کیا تھا میں نے آئندہ اردو کو ٹھیک نہیں کرنا ہے لیکن اردو ہی بولنا ہے۔

انفرادی حیثیت سے زبان کی ترجیحات:

۱۔ وہ شخصیات جو وزارت خارجہ میں ہوں اس کا محکمہ جس ملک سے وابستہ ہو اس ملک کی زبان سیکھیں۔

۲۔ تاجر ہیں جس ملک سے کاروبار رکھتے ہیں اس ملک کی زبان سیکھیں۔

۳۔ صحافت سے وابستہ افراد ہیں انہیں دوسرے ملک کی خبر دینی ہوتی ہے خبر لینی ہوتی

ہے۔

۴۔ ایک قوم کی حیثیت سے زبان انتخاب کرنا کہ وہ ایک چھوٹی قوم ہے تنہا ہمہ گیر ہمہ جہت استقلال نہیں رکھ سکتی ہے۔ دوسرا وہ ایک بڑی قوم ہے اس کی زبان میں استقلال ہونا چاہیے لہٰذا اس کو جس زبان کو اپنانا ہے اس کے پاس معقول ترجیحات ہونی چاہئیں۔

بحیثیت قوم زبان کا انتخاب کرنا:

۱۔ پوری قوم کو متحد و منسجم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

۲۔ دوسروں کو تعلیم دینے سکھانے میں آسان ہو۔

۳۔ اس کا دین اردو زبان میں سیکھنا زیادہ آسان ہو۔

اردو اور دین کی ترویج و اشاعت میں اس وقت یہاں رائج تمام صوبائی ضلعی علاقائی زبانوں میں سب سے بہتر اور آسان زبان اردو ہی ہے لہٰذا اردو دین فہمی اور قوم کو متحد رکھنے کی صلاحیت رکھنے والی واحد زبان ہے۔ پاکستان میں بحیثیت مسلمان قوم اپنے دین کی نشر و اشاعت کے حوالے سے اردو کو ترجیح دینا اس کے دین کا تقاضا ہے۔

انسان کی خصوصیات میں سے ایک حسن انتخاب ہے زبان میں بھی حسن انتخاب ہوتا ہے۔ بہترین زبان کیلئے چند شرائط ہیں اس کے حروف تہجی بہت کم ہوں تلفظ آسان وسہل ہو جو اس ملک کے ہر مرد وعورت چھوٹے بڑے انپڑھ جاہل عالم سب بول سکیں دوسرا معیار دین ہے دینی تفاہم میں کون سی زبان مفید و موثر ہے اس ملک میں ۹۸ فیصد مسلمان ہیں مسلمان کیلئے دین

فہمی کیلئے آسان میسر زبان اردو ہی ہے۔
ہم نے عرض کیا تھا پاکستان کی سالمیت اور اسلام کی بالا دستی کیلئے اردو زبان کو سرکاری غیر سرکاری تعلیمی ثقافتی اور عوامی اجتماعات میں اردو زبان کے نفاذ سے قوم پرست صحافی کالم نگاروں کو خطرہ لاحق ہے۔ خوش قسمتی سے میں جس وقت یہ لکھ رہا تھا اتوار ۷ ذی الحجہ الحرام ۱۴۲۳ھ کو روزنامہ دنیا میں عامر خاکوانی کا ایک کالم لاہور میں سرائیکی میلہ کی ایک روئداد کے نام سے آیا، جس کا اہتمام ظہور دھریجہ نے کیا تھا۔ خاکوانی نے اپنی قوم پرستی کا رجحان بتانے کیلئے ظہور دھریجہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا سرائیکی قوم کے دو مسائل ہیں ایک سرائیکی علاقوں کی تعمیراتی روڈ کالج یونیورسٹی ہوسٹل وغیرہ دوسرا سرائیکی زبان ہے، سرائیکی زبان کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں جہاں جہاں قوم پرست ہیں وہ قوم پرستی کو اٹھاتے وقت دو مسائل اٹھاتے ہیں۔

۱۔ علاقہ میں عدم ترقی کی بات کرتے ہیں۔

۲۔ علاقے کی زبان اور ثقافت کو اجاگر کرنے کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے

علاقے میں تعلیم صحت وسائل زندگی میں پسماندگی اس میں امتیاز سب کی سمجھ میں آتا ہے یہاں امتیازی سلوک مذموم ہے حکومت کی اولین ذمہ داری ترقی میں ملک کے گوشہ و کنار کا یکساں خیال رکھنا چاہیئے اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا ہے۔ لیکن ان کی پہلی ترجیح یہاں کی زبان اور ٹوپی یہ بدنیتی پر مبنی ہے یہ صرف اس علاقے کے انپڑھوں کے جذبات سے کھیلنے کیلئے کرتے ہیں ان کی اصل بنیادی غرض صوبہ کو ضلع بنا کر نوکریاں حاصل کرنا ہے نوکریوں کے موقع پر خود کو پیش

کریں گے اور اس وقت بیچارے قومی زبان بولنے والے کو بھول جاتے ہیں۔ ملک علاقہ کیلئے
مختص بجٹ کو اس زبان و ثقافت کیلئے خرچ کرتے ہیں چنانچہ سندھ سندھی زبان کے فروغ اجرک
ٹوپی کی تعریف اجرک اور سندھی گانوں کا چرچا جس کے لئے اس قوم کے قائد نے پچھلے سال
کتنے کروڑ سندھی ثقافت کی ترقی کے لئے خرچ کیئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے یہ لوگ پاکستان کے
خیر خواہ ہو سکتے ہیں دور کی بات ہے بلکہ اپنے علاقے کے بھی بدخواہ ہیں نیز وہ پاکستان اور اسلام
کے دشمن خواہ وہ دھریجہ ہو یا خاکوانی ہو وبالا رستانی والے ہو یا بلتی میوزیم والے ہوں یہ لوگ اردو
کو پاکستان کی یکساں زبان نہیں ہونے دیں گے یہ لوگ جہاں بھی ہوں زبان منافقین ہی بولیں
گے۔ اردو والوں کے ساتھ اردو اور قوم پرستوں کے ساتھ علاقائی زبان بولیں گے۔ لیکن جہاں
قوم پرستی کی تحریک چلانا ہو تو اردو بولیں گے۔

عبدالشکور:

عبدالشکور کسی عادی اور معمولی انسان کا نام نہیں کہ جس کا یہ بندہ ہو بلکہ شکور صیغہ مبالغہ بمعنی اسم فاعل اور مفعول دونوں کیلئے آتا ہے کبھی بندہ اللہ کی نعمتوں کا شاکر ہوتا ہے کبھی اللہ اپنے شاکر بندوں کا شاکر ہوتا ہے۔یہ صفت کم انسانوں کیلئے استعمال ہوئی ہے۔

﴿اے داؤد اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو، میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں﴾ (سباء۔۱۳)

بندہ شکور ہمیشہ اللہ کا شکر گزار رہتا ہے،اس کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ اپنی سعی و کوشش کا نتیجہ نہیں سمجھتے بلکہ اسے اللہ کی عطا سمجھتا ہے۔اس صفت کے حامل انسان کبھی غرور کا شکار نہیں ہو سکتا کیونکہ غرور اس انسان میں آتا ہے جہاں وہ خود اس میں استقلالیت پاتا ہے جیسا کہ آیت میں آیا ہے "میں کسی کا نیاز مند نہیں ہوں" یہ سب میری اپنی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے۔بعض انسان بہت سی نعمتوں کا خود کو موجد محسوس کرتے ہیں لیکن حقیقت میں اس نعمت میں اس کی بہت کاوشیں ہوتی ہیں لیکن آخری علت خالص اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔بطور مثال انسان کاشتکار زراعت کرتا ہے زراعت میں بہت سے کام انسان خود انجام دیتا ہے۔زمین کو اس نے زرخیز قابل کاشت بنایا پھر اچھی کھاد اور اچھا بیج بویا، پانی ڈالا۔وقت مناسب و سازگار میں کاشت کیا یہ اس کے علم و ہنر اور کوششوں کا نتیجہ ہے۔لیکن زمین بذات خود اس کی پیدا کردہ نہیں ہے اس کا اصل

مالک اللہ ہے۔انسان نے بس بیج بویا ہے باقی زمین کے اندر معتدل اور سازگار ماحول، ہوا جو اس کی اس کی ضرورت تھی اس میں اس انسان کو کوئی عمل دخل نہیں کوئی کردار نہیں ہے۔لہذا سورہ واقعہ میں اللہ نے فرمایا ''یہ جو کاشت ہوئی اس کی اچھی فصل تم نے چن لیا ہے یہ تم نے کیا تھا یا ہم نے''اس طرح نعمتوں کی آخری برگشت اللہ ہی ہے۔کوئی نعمت خالص خود انسان کی اپنی نہیں نہ کسی اور کی۔لہذا وہ انسان نعمتوں کا حقیقی مالک اللہ کو سمجھے اس کا اعتراف کرے، یہ بذات خود ایک علامت بندگی ہے جب بندہ اپنے پاس موجود نعمتوں کی برگشت اللہ کو سمجھتا ہے اللہ بھی اس کا شکر کرتے ہیں اللہ اس کی تعریف کرتا ہے اللہ خوش ہوتا ہے۔یہ میرا بندہ میری نعمتوں کا اعتراف کیا ہے شکر سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں کیونکہ امہات عبادت مخصوص اوقات میں ہوتی ہے جبکہ شکر ہر لحہ ہوتا ہے۔لہذا اللہ اپنے بندہ کا مشکور ہے زیادہ تعریف کرتا ہے '' (بقرہ ۔۱۰۸،نساء۔۱۴۷، تغابن۔۱۷) جب بندہ شکر کرتا ہے اللہ اس کی نعمت میں اضافہ کرتا ہے اس کو اچھے بندوں میں شمار رکھتا ہے۔(نمل۔۱۲۱)۔اللہ کی شکر نعمت باعث افزوں نعمت ہوتا ہے (ابراہیم۔۳)۔گویا شکر نعمت جیسی کوئی عبادت نہیں مثلاً انسان اللہ کی عبادت کرتا ہے، بہترین عبادت نماز ہے روزہ حج ہے۔بندہ جب یہ عبادت انجام دیتا ہے اللہ نہیں فرماتا ہے کہ میں تمھارا مشکور ہوں۔لیکن جب بندہ شکر کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میں بھی اپنے بندوں کا شکر کرتا ہوں میرے اس بندے نے میری نعمتوں کا اعتراف کیا ہے۔جب بندہ اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کرتا ہے تو اللہ بھی اپنی نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے لہذا بہترین بندگی شکر نعمت ہے۔بندہ بذات خود کسی قسم کا استقلال نہیں رکھتا ہے تو وہ ہر حال میں بندہ ہے۔

شکر نعمت کیسے کریں:

شکر نعمت نعمت میں افزودگی کا باعث ہوتا ہے۔ یعنی منعم کی نعمت کا اعتراف کرنا کہ اس نے میرے ساتھ احسان کیا۔

دنیا میں نعمت گویائی سے محرومین کی تعداد بہت ہے جو اپنے سے بڑے کے سامنے بات بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ کسی بڑی ہستی کے سامنے یا کسی اجتماع میں خطاب کر سکنے کہ نعمت ایک بڑی نعمت ہے۔ عام لوگ سمجھتے ہیں علم بڑی نعمت ہے، علم تین قوت سے مرکب کا نام ہے۔

۱۔ قوت سماعت وادراک۔

۲۔ قوت فراست وحفظ۔

۳۔ قوت بیان۔

لیکن وہ اپنے علم کو بیان نہیں کر سکتے ہیں چنانچہ موسیٰ کلیم جیسے بنی محتاجِ ترجمان رہے، ہم جیسے حوزات ومدارس کے سند یافتہ لوگ خاص کر وہاں کے فلسفی لکنت زبانی رکھتے ہیں۔ جب ان کے پاس اس علم کے بیان کی نعمت حاصل نہ ہو تو وہ نعمت نہیں بلکہ وبال جان بنتی ہے۔ کیونکہ ان مدارس میں پڑھے کی بات سامعین کے سمجھ میں نہیں آتا ہے کبھی یہ نقص خوددرس کی معلومات میں ہوتا ہے انسان کتنا ہی فصیح وبلیغ کیوں نہ ہو جیسے ہمارے سرپرست عروہ الوثقی آغائے جواد نقوی و دیگران جیسے آغائے رئیسی صاحب ولایت فقیہ اور اولی الامر کی وضاحت کرنے سے عاجز رہے تو کہتے ہیں امام خمینی فرماتے ہیں کیا آپ امام خمینی کو نہیں مانتے، جب سمجھ میں نہیں آتا تو

سامعین سمجھتے ہیں کسی اور زبان میں ایک غیر مربوط بات کرتے ہیں۔لہٰذا اللہ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا ''ہم نے آپ کو قرآن کی تعلیم دی پھر اس کے بیان کی بھی تعلیم دی''(الرحمٰن ۴۔۲)۔صاحبان بیان بھی ہر شخص کے پاس اظہار بیان کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہٰذا وہ اپنے محسن کی نعمت کا شکریہ کرنے کیلئے بہت سوچتے ہیں میں اپنے اس منعم کے سامنے اس کی عطاء وعنایت کا کیسے شکریہ ادا کروں،ہفتوں مہینوں سوچتا ہے الفاظ وکلمات تیار کرتا ہے پھر وہ شکر کرتا ہے کہ مالک کل منعم نے ہمیں اس کا شکر سکھایا فرمایا ''کہو قل الحمد للہ''(یونس۔۱۰)صرف الحمد للہ اتنا مختصر شکر ہاں کیونکہ اس کی نعمتوں کی نوعیت اور تعداد کے حوالے سے کوئی بندہ ہو حق شکر ادا نہیں کرسکتا ہے لہٰذا اللہ نے اس کا مختصر طریقہ سکھایا کہو تمام تعریف وستائش کی مستحق ذات اللہ ہے،جب اللہ ہی لائق وسزاوار نعمت ہے اس کے سوا کوئی اور نہیں،حتیٰ دیگران جو نعمت دیتا ہے اس کی بھی برگشت اللہ ہی کی طرف ہوتی ہے کیونکہ کائنات میں اس ذات کے علاوہ کوئی معلم نہیں ۔جب تمام نعمتیں اس کی ہیں نہ تمھاری اپنی ہیں نہ کسی اور کی تو بندہ بھی اسی کا ہوگا۔جب اسکا بندہ ہے تو ہمہ وقت اس کے ''افعل''اور''لاتفعل''کے اندر رہے کیونکہ تم خود مستقل نہیں ہو بلکہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

سوال آتا ہے کہ اللہ کی طرف سے افعل اور لاتفعل کا دائرہ کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں قدیم زمانے سے تین قسم کے افعل ولاتفعل کے تصور چلتے ہیں۔

۱۔ اسی طرح کا جملہ افعل ولاتفعل خانہ کعبہ کے گرد جمع بتوں کے نگہبان صاحب استقسام وازلام کے تیروں پر لکھا ہوتا تھا جیسا اس وقت محفوظ بک ڈپو،رحمت اللہ بک ڈپو اور

افتخار بک ڈپو خرفات اساطیر اولین کی الف لیلہ جیسی کہانیاں فروخت کرتے ہیں جن میں استخارہ سجادیہ وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ بہت سے ملاؤں کی گذر اوقات درآمد بھی اس سے ہوتی ہے۔

۲۔ یہ افعل لاتفعل وضو غسل تیمم روزہ افطار کے وقت ''اکل اشرب'' سحر کے وقت ''لاتاکل'' تک محدود ہے اسی طرح بہت سے سیکولر کہتے ہیں آگے مت بڑھو۔ بقول مرحوم ماسٹر موسیٰ بلتستانی عین غین زیادہ مت کرو گلے میں پھنس جائے گا یعنی زیادہ شریعت مت کرو اسے مسجد تک محدود رکھو۔

۳۔ افعل لاتفعل انسانی زندگی کے تمام شعبہ زندگی میں لاگو ہے۔ اللہ کے افعل ولا تفعل میں تمام نظام حیات انسانی انفرادی اقتصادی سیاسی غرض تمام کی واجب ضروریات آتی ہیں اور تمام مضرات نقصان دہ چیزیں لاتفعل میں آتی ہیں۔

مسلمان ملکوں کی بدبختی وزوال کرب واضطراب واختلاف اسی میں ہے، یہاں دو افعل اور دو لاتفعل چلتے ہیں یہاں عام مسلمان جو شریعت اسلام وہ جانتے ہیں خود اس پر عمل کرتے ہیں وہ کسی کے کہنے یا اعلان کا انتظار نہیں کرتے، دوسرا نظام جس کو نظام سیکولرزم یا لبرل ازم کہتے ہیں سیکولرزم کا معنی دین وشریعت کو حکومتی نظام میں مت چلاو یہ جب سے پاکستان وجود میں آیا ہے نافذ العمل ہے لیکن آج جو ملک میں اس کا غوغا کرتے ہیں یا خوشیاں مناتے ہیں اس کی وجہ وزیراعظم کا سیکولرزم ولبرازم کا اعلان ہے اس سے مراد نیا سیکولرازم ہے یعنی معاشرتی طور پر ہندو مسلمان کی تمیز کا خاتمہ کرنا ہے اور اسی وجہ سے ان دونوں نظام میں تصادم وتعارض ہوتا رہتا ہے یہ ایک قسم کا فساد پھیلاتا ہے۔ وہاں فساد ہوتا رہتا ہے، فساد کیوں ہوتا ہے کیونکہ دونوں نظام میں

تضاد وتعارض پایا جاتا ہے۔

جہاں کہیں بھی اللہ کے افعل ولاتفعل کو مسترد کریں گے وہاں ان کی شامت ہوگی یہ مختصر سے غور فکر سے واضح ہونگے۔بطور مثال یہاں سے لاکھوں مسلمان اللہ کی افعل ولاتفعل سے جان چھڑا کر مغرب گئے۔ممکن ہے عیش ونوش بدکاریوں،فواحش کی آزادی ہولیکن اس معاشرے میں وہ ذلیل اور بدنام ہیں۔اور جب کبھی کوئی حادثہ ہوتا ہے تو الزام انہی لوگوں پر آتا ہے۔وہاں بسنے والوں کو بھی چین نہیں اور یہاں سے جانے والوں کو بھی چین نہیں۔وہاں کی اکثریت کی نظر میں مشکوک ومطعون رہتے ہیں۔بہت سے بندے ایک نعمت کے چھننے سے بیقرار ہوتے ہیں کہ اب میرا کیا حشر ہوگا اس نعمت کی بازیابی کیلئے تگ و دو کرتا ہے،منت سماجت کرتا ہے اور دوبارہ اس کو بحال کرتے ہیں۔

انسان کی بدبختیوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان ان کھوئی ہوئی نعمتوں کی بازیابی کیلئے انسان کفار سے متوصل ہوتا ہے،اپنے لئے ان نعمتوں کی درخواست اللہ سے کرنے کی بجائے اللہ کے برے بلکہ اشرار خیانت کاروں سے بھی متوصل ہوتا ہے کہ اس نعمت کو بازیاب کریں لیکن اللہ فرماتا ہے کہ اس کھوئی ہوئی نعمت سے زیادہ پریشان مت ہوجائیں ﴿وَ هُوَ كُرْهٌ لَكُمْ وَ عَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَ عَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئاً وَ هُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لا تَعْلَمُونَ﴾ (بقرہ۔۲۱۶) ﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَ يَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً﴾ (نساء۔۱۹)۔میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا،جو نعمتیں میرے پاس تھیں وہ یکے بعد دیگرے چھینی گئیں ہم ان سے محروم ہوئے ان میں سے چند کا ذکر کر رہا ہوں۔

۱۔ چلتے ہوئے ادارہ بنام دار الثقافۃ اسلامیہ پر پابندی لگائی گئی۔

۲۔ ہر مہینے دو مہینے بعد مختلف جگہوں پر درس پر جاتے تھے دوست احباب بنے تھے ہم سمجھتے تھے کتنی نعمت ہے دین کے شاہین جیالے میرے پاس آتے ہیں آئندہ اسلام انہی لوگوں سے پھیلے گا۔ وہ سب چھوڑ گئے اور صرف چھوڑنے پر اکتفاء نہیں کیا بدگوئی تہمت وافتراء بھی کرنے لگے بلکہ دشمنی بھی کرنے لگے۔

۳۔ بیٹے بیٹیوں کو یکے بعد دیگر ہم سے الگ کیا یا وہ خود میری بدنامی کی وجہ سے ہم سے الگ ہو گئے۔

۴۔ گھر میں ایسے تنہا ہو گئے کہ دروازے اور ٹیلفون کی گھنٹی کے انتظار تک میں رہتے تھے

۔

لوگوں نے ٹیلی فون کرنا بھی چھوڑ دیا، کبھی شکایت کی کہ آپ نے خبر نہیں لی تو کہنے لگے ہم فلاں سے خبر لیتے رہے ہیں۔

گھر میں میرے ساتھ میری اہلیہ کے علاوہ کوئی نہیں بلکہ کئی مہینے تن تنہا تھا۔ بقول شفا نجفی، آغا ہیثمی اور مرتضیٰ زیدی جو بہت سے لوگ سے میرا یہ تعارف کراتے ہیں کہ ان کے عقیدہ خراب ہونے کی وجہ سے لوگ ان سے دور ہو گئے کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔ تو قارئین خود تصور کریں اس پر کیا گزرے گی، کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ جو باہر کے بعد گھر والوں کی طرف سے ظلم وزیادتی کا نشانہ نہ بنے، جن اولادوں داما دوں سے امید وآرزو باندھا وہ آج اس کی ہر چیز سے نفرت کریں، عام لوگ میرے اوپر ناروا تہمت وافترا باندھیں ہنسی مذاق اڑائیں اور یہ لوگ

ان سے دوستی کریں تو میرے اوپر کیا گزرا ہوگا کسی انسان کیلئے یہ قابل برداشت نہیں اس وقت بندہ فاقد۔۔۔کیا سوچ سکتا ہے۔اندر سے ایسے حالات میں دشمن بھی متحرک ہوتا ہے اس کو ایک دھکہ اور دو ایسے وقت کیلئے اللہ نے ہدایت فرمائی ہے ﴿ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَ عَسى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئاً وَ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لا تَعْلَمُونَ ﴾ (بقرہ۔۲۱۶) میرے ساتھ اس آیت کریمہ کا مصداق ہی سامنے آیا۔

۱۔ مجھے دین وشریعت کے بارے میں سوچنے سے روکنے والی اولا دہم سے دور ہوگئی اور ہم یکسو ہو کر دین وشریعت کی خدمت کی طرف مرکوز ہوئے۔

۲۔ اس عرصے میں بڑھتی ہوئی عمر اور فشار خون دمہ جیسی بیماری کے ہوتے ہوئے کسی بڑی تکلیف، زمین گیر بیماری میں مبتلا نہیں کیا۔

۳۔ ان پندرہ سالوں میں کبھی ایسا دن نہیں آیا کہ میں نے گھر کی حالت زار پر کسی دوست احباب سے رحم کی درخواست کی۔

۴۔ دشمن ایسے موقع کے انتظار میں رہتا ہے کسی بھی وقت ناگوار خوشخبری سنیں چنانچہ سرگودھا میں میرے بارے میں اشتہار بانٹا کہ شرف الدین ملک چھوڑ کر بھاگ گئے یہ بات بہت سی جگہوں پر پھیل گئی تھی۔ جناب رضی جعفت اور جناب عقیل موسیٰ نے میرے فتور عقلی کی افواہ تک اڑائی لیکن الحمدللہ کوئی ایسے ناگوار حالات پیش نہیں آئے۔میرا شہرت یافتہ ادارہ بند ہونے اور اولا دوں کو ہم سے الگ کرنے کے باوجود کسی بھی فرد اجنبی و دوست کے نیاز مند مادی نہیں ہوئے۔ان ایام محنت و مصیبت میں میں میرا ساتھ دینے والی یہ ذوات رہیں۔

آخر میں آج مورخہ ۸ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ کو اسلام آباد سے نزدیک علاقہ واہ میں اپنی چند کتابوں کے مسودہ کو آخری شکل دیتے وقت اپنے محسنات و محسنین واجب الا داحق کا شکر یہ ادا کرنے کے بعد یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نام نہاد علم سائنس اور علم دین پڑھنے والی اولاد کے مجھے عالم بے بسی ،مفلوج الحال چھوڑنے کے بعد میری دو بیٹیوں کوثر اور بتول اور انکی امی کے احسانات کے عوض صرف اتنا کہنے پر اکتفاء کرتا ہوں کہ رب الکریم انکا صلہ دنیا و آخرت میں انہیں دے گا اور انھیں دین کو اٹھانے کی توفیق عنایت کرے گا۔ میں اس حوالے سے کوئی مادی صلہ نہیں دیتا کیونکہ وہ اس کی نیاز مند نہیں ہیں۔ کسی کی ضرورت سے زیادہ اس کا خرچہ دینا اس کیلئے نعمت نہیں باعث قمت بنتا ہے۔ان دونوں کے شوہر بلتستان جیسے پسماندہ علاقے سے تعلق رکھنے کے باوجود اپنی گذر اوقات کر رہے ہیں۔ میں ان کو اور ان کی امی کو وہی حق دیتا ہوں جو اللہ نے قرآن میں دیا ہے اس کو دینا واجب ہے کیونکہ یہ احیاء سنت متروکہ ہے۔ بلتستان کے علماء و مومنین نے شریعت محمدؐ کی اس شق کو متروک چھوڑا ہے۔ اگر ان کو ارث سے اضافی دے دوں تو انکی ضرورت سے زیادہ ہوگا جو باعث تعیش ہوگا جو سب سے زیادہ بری بیماری ہے۔ جب اللہ نے رزق دینے میں بندہ مطیع و عاصی و منافق میں فرق نہیں رکھا تو میں کیوں فرق رکھوں۔ میں اس رائج سنت ابلیسی کو ختم کرنا چاہتا ہوں جہاں بلتستان میں صنف اناث کو ارث سے محروم رکھا جاتا ہے۔اس وجہ سے آج وہ ذلیل وخوار ہو رہی ہیں اور این جی اوز کے کارندوں کی گڑیا بنی ہوئی ہیں۔انھیں یہ حق نہ ملنے میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض نا جوان مردانہ فاسق وفاجر شقی ذلیل شوہر ڈرا دھمکا کر ھبہ لیتے ہیں اس کے بعد ذلیل بھی کر کے کان پکڑ کر گھر بھیجتے ہیں بلکہ بعض اس

سے بھی شقی ہیں کہ وہ اپنی بیویوں سے اسکا قلیل مہر یہ بھی معاف کراتے ہیں۔ مجھے اس حوالے سے خطرہ نہیں وہ دونوں اپنی جگہ شریف ہیں۔ میری وصیت ہے میری بیٹیاں اور انکی امی وراثت لیکر بلتستان میں یہ سنت قائم کریں۔ اپنی دو بیٹیوں کے احسانات اور خدمات کا ذکر کرنیکے بعد میں ان محسنین کا بھی ذکر کرتا ہوں کہ جن کا طویل عرصہ سے میرے اوپر احسان خاص رہا ہے، جو میرے حصار مظلومیت میں جہاں میرے اپنے عزیز اولادوں میرے بھتیجوں سوائے محمد طاہر کے مجھے یرغمال واغواء کرنے والوں نے مجھے تنہا چھوڑا ہے۔ یہ افراد جو اپنا سفر خرچ خود برداشت کر کے کراچی آتے میری تصنیف وتالیف میں میری معاونت کرتے اور کبھی کبھی مجھے واہ بلاتے اور میری تالیفات کو قابل قرائت بناتے ہیں۔ انھوں نے مجھے کبھی نہیں کہا کہ مجھے اردو نہیں آتی جس طرح بعض دوست نما منافقین میری حوصلہ شکنی کی خاطر اصرار وتکرار کرتے تھے کہ کتابوں میں اردو کی غلطی زیادہ ہیں، میرے ساتھ انہوں نے اس حوالے کا کبھی مظاہرہ نہیں کیا۔ انھوں نے کبھی بھی میرے جملے کو کاٹا ہے اور نہ اس میں اضافہ کیا ہے۔ جس طرح دار ثقافتہ اسلامیہ کے مدیر اور مالک کل بننے والے سعید حیدر کہتے تھے۔ بقول ان کے میں جب تک وہاں رہا میں ان کے ہاتھ پکڑ کر روکتا تھا لیکن برادران واہ نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ اگر کسی کو میری کتابوں کے مندرجات سے غصہ ہے تو وہ یہ غصہ ان پر نہ نکالیں کیونکہ انکا ان مدونات میں کوئی دخل نہیں رہا ہے انہوں نے صرف اردو صحیح کی ہے۔ ان برادران نے اس حوالے سے میری کوئی مالی معاونت کی ہے اور نہ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ اس حیثیت میں نہیں ہیں۔ برادر ابرار اور محمد تیمور دونوں با حیثیت ہیں میں اپنے مشفق ومہربان دوست محمد تیمور سے بہت شرمندہ ہوں، ان سے واقف نہ

ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سے بھیجے گئے چھوٹے موٹے تحفہ تحائف رد کرتے رہے لیکن اس
کے باوجود ان کے جذبات قابل فراموش نہیں ہیں۔میں ان سے کوئی چیز لینے کے حق میں نہیں تھا
چونکہ میں بہت تلخ وناگوار تجربات دیکھ چکا ہوں لہٰذا میں آسانی سے کسی سے کوئی بھی چیز قبول نہیں
کرتا ہوں۔مجھ پر جو تہمتیں وافتراء لوگوں نے باندھے ہیں اگر کسی نے ان کا سامنا کیا تو احسن
طریقہ سے دفاع کریں۔میرے ان عزیزوں دامادوں کی سنت وسیرت پر نہ چلیں جو کہ ایک ظلم
فاحش ہے ان کے والد کو ان کے سامنے تہمتوں افترات کی تیر باراں کریں لیکن وہ خاموش رہیں،
حق بات کرنے سے خاموش رہنا گونگے شیطان کی سیرت ہے۔

انھوں نے ان چند سالوں میں میری فکری اور قلمی خاضعانہ خدمات پیش کی ہیں جو
میرے لئے بہت گراں ہیں۔برادر ابرار سے بعض مواقع پر ہم نے تعاون لیا ہے لیکن وہ حد سے
زیادہ فکری معاونت کر چکے ہیں۔یہاں میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی عربی فارسی
کتب مصادر تالیفات اور نئی تالیفات سب برادر ابرار کے سپرد کرتا ہوں۔یہ ان پر کسی قسم کا
احسان نہیں بلکہ میرے اور میری کتب پر احسان ہے جو انھوں نے قبول کیا ہے۔اس سلسلہ میں
جو کچھ اقدامات کرنا چاہتے ہیں وہ مختار ہیں کر سکتے ہیں۔ہم ان سے بھی گذارش کرتے ہیں وہ
مجھے کسی بھی طرح سے نہیں اٹھائینگے کیونکہ شخصیت کا اٹھانا انحراف اور غلو کا پیش خیمہ بنتا ہے۔دوسرا
شخصیت کو اٹھانے سے انھیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ ان کیلئے باعث تکلیف واذیت ہوسکتا
ہے۔میں اپنے عمل کے ساتھ اپنے رب سے ملاقات کرونگا۔میں ان سے یہ التماس بھی کرونگا
میں نے اپنے رب کی حدود وقیود سے تجاوز وسرکشی نہیں کی ہے البتہ تقصیرات ضرور ہوئی ہیں، ہمیں

نہ اپنے کو عابد وزاہد دکھانا ہے اور نہ طاغی وباغی دکھانا ہے۔امید ہے وہ مجھے اپنے لطف وعنایت جگہ دیں گے۔آخر میں ان تمام برادران کو اللہ رب العزت اپنے حفظ دین ودنیا میں رکھے۔اللہ آپ کو دین عزیز اسلام کی خدمت اور دفاع کرنے کی توفیق عنایت کریں۔اللہ انھیں ہر قسم کے شرورات سے محفوظ رکھیں۔

اللہ یہ جو کچھ میرے خلاف ہوا ہے تو جانتا ہے،تو نے مجھ سے امتحان لینے کے لیے اور میرا صبر واستقامت دیکھنے کے لیے ان کو روکا نہیں،اگر تو ان کو روکتا تو کوئی ان کو چھڑانے والا نہیں ہوتا،فاطر۲۔﴿ما يَفتَحِ اللّهُ لِلنّاسِ مِن رَحمَةٍ فَلا مُمسِكَ لَها وَ ما يُمسِكْ فَلا مُرسِلَ لَهُ مِن بَعدِهِ وَ هُوَ العَزيزُ الحَكيم﴾اے اللہ میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ میں حضرت محمدؐ جیسا صبر کروں گا،میں جتنا صبر کرسکتا ہوں کروں گا اور کوشش کروں گا کہ ان کی تاسی کروں،اے اللہ تیری اجازت سے میں ان ظالمین سے وہی بات کروں گا جو حضرت یوسف صدیق نے اپنے بھائیوں سے کی تھی (یوسف۔۹۲) یا حضرت محمدؐ نے قریش سے کی تھی اگر راہ راست پر آ جاؤ ہماری طرف سے معافی ہوگی۔نیز میں اپنے خلاف گوریلہ جماعتوں سے بھی یہ کہتا ہوں جو بات زینب بنت علی نے یزید بن معاویہ سے کہی تھی۔تم لوگوں کو جو کچھ کرنا ہے کرو تم اپنے مکرو فریب دغا اور منافقت سے میری جوانی سے بوڑھا ہونے تک میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے۔میں اس کتاب کے ذریعے گواہی دیتا ہوں تم لوگ گمراہ مذہب کے پیروکار ہو۔تمھیں اس دنیا میں بدبختی وشقاوت اور اختلاف ونا چاکی نصیب ہوگی اور آخرت میں قہر وعذاب الٰہی کے ساتھ اس کی عدالت میں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔وہاں تم خود کو بیل اور گدھا کہہ کر جان

نہیں چھڑا سکو گے۔

اے اللہ! یہاں کے آغا خانی علماء نے جوانوں کو چرس وافیون کی اجازت دے رکھی ہے، ہندوؤں یہودیوں مسیحیوں بوذیوں کے گانوں اور فلموں کو آزاد رکھا ہے، یہاں کے کیسانی ضد اسلام ضد قرآن اور اہل بیت کے خلاف والی فلم مختار ثقفی کو نشر کر رہے ہیں۔ یہاں اداکاروں گلوکاروں کو آزادی ہے یہاں عمران پرویز قادری والوں کی سرگرمیاں آزاد بلاٹوک جاری ہیں۔ یہاں صرف' قرآن سے پوچھو' اٹھو قرآن سے دفاع کرو' قرآن میں مذکر و مونث' قرآن میں شعر و شعراء پر پابندی ہے گویا اس مسلمان نشین علاقے میں محمدؐ اور قرآن سے منسوب کتابوں پر پابندی ہے، شرف الدین کی قرآن اور سنت سے مستند کتابوں پر پابندی ہے، یہاں " رشد ور شادت" خلفاء اسلام پر پابندی ہے۔ اس ظالمانہ پابندی کے خلاف کہاں شکایت کروں تہمت وافتراء اور جسارت واہانت کے خلاف کس عدالت میں استغاثہ دائر کروں، یہاں کے قضات ملحدین کے حامی مسلمین کے خلاف ہیں۔

اے اللہ اس وقت آغا خانیوں کا جیش ابرہہ لباس نفاق اثنا عشری پہن کر میرے پیچھے لگا ہوا ہے، وہ کسی دلیل وبرہان و منطق کو نہیں مانتے، وہ اسلام کے بنیادی عقائد کے برعکس اپنے خود ساختہ عقائد کو یہاں کے عوام پر ٹھونسے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں ہم امتِ محمدؐ ہیں لیکن امت محمدؐ سے نفرت کرتے ہیں اور امت بھٹو، امت عمران خان اور امت زرداری، گیلانی، شازیہ، ماروی میمن، شرمیلا فاروقی، بلاول کی طرف دعوت دیتے اور ان سے دوستی کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہم امت حسین ہیں، بلتستان کے لوگ دین کو اپنے غالی علماء اور مجتہدین سے اوپر لے جانے کے

لیے تیار نہیں، وہ اس مسئلے میں سختی سے منع کرتے ہوئے کہتے ہیں ہم نے دین انہیں علماء اور مجتہدین سے لیا ہے تحقیق کرنا ہماری ذمہ داری نہیں ہے، ان کی ذمہ داری جھوٹ سے حاصل کردہ خمس خوری ہے۔ ان کے دانشور فرعون نما ہیں پھر بھی کہتے ہیں ہم تقلیدی ہیں انھیں دین کو تقلید پر چلانے میں مزہ آتا ہے۔ چونکہ دلیل دینے کی ضرورت ختم ہوتی ہے ان کے ہاں مذہب پر اشکال کا جواب خاموشی ہے۔

ہم ان سے وہ ہی کلمات کہتے ہیں جو ھود و لوط و صالح و شعیب نے اپنی قوم سے کہے تھے۔ میں اپنے آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی پناہ میں دینے کے بعد خود کو کسی شخص کی دھمکی سے خائف نہیں پاتا ہوں بلکہ اللہ پر بھروسہ کر کے مقابلے کے لیے خود کو آمادہ دیکھتا ہوں میں تم لوگوں کے لیے سورہ اعراف کی آیت ۱۹۵ کا آخری ٹکڑا پیش کرتا ہوں ﴿قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ﴾ (آپ کہہ دیجیے تم اپنے سب شرکاء کو بلا لو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو، پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو) اسی طرح سورہ مبارکہ مرسلات کی آیت ۳۹ ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ﴾ (اب اگر کوئی داؤ تمہارے پاس ہے تو مجھ پر وہ داؤ چلا لو) کو پیش کرتا ہوں۔ ﴿مِنْ دُونِهِ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُونِي﴾ (لہذا تم سب مل کر میرے ساتھ مکاری کرو اور مجھے مہلت نہ دو) (ہود۔۵۵) ﴿ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ﴾ (یہ تو یہ احسان ہے اور خدا کفار کے مکر کو کمزور بنانے والا ہے) (انفال۔۱۸)،

﴿وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِي﴾ (اور میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ

چاہتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کردو) (دخان۔۲۰)۔

اے اللہ، تیرا احسان وفضل وکرم ہے کہ میری عمر ۷۵ سال ہوگئی ہے لیکن تو نے مجھے کسی بھی وقت ایسی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا کہ مجھے اپنی زندگی کیلئے کسی سے بھیک مانگنا پڑی، اس وقت بھی میرے پاس لوگ آتے ہیں اور پیش کش کرتے ہیں اور بعض میری کتابوں کو میری معاونت کے نام سے خریدنا چاہتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں میری کتابیں خریدنے سے میرا مسئلہ حل نہیں ہوگا، مجھے پیسہ نہیں چاہیئے یہ پیسے میری جیب میں آئیں گے ہوسکتا ہے ابھی میں مر جاؤں تو یہ پیسے میری بے دین اولا دنا قدر ناشناس دامادوں کو وراثت میں ملیں گے۔

میں پیسہ کو چومنا یا بوسہ کرنا شرک بت پرستی سمجھتا ہوں، اس کو تھوکنا بھی گناہ سمجھتا ہوں کیونکہ حلال ہونے کی صورت میں امانت الٰہی ہے نیز جب تک زندگی رہے گی اس کی ضرورت رہے گی لیکن یہ میرے لیے بوجھ بنا ہوا ہے، اس کو اگر پھینک دوں چھوڑ دوں اور زندگی رہی تو زندگی کے لیے مانگنا پڑے گا اور باقر وسعید اور علی عباس جیسوں کی طرح کوڑیوں اور لالچیوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے گا۔ اگر اپنے پاس رکھوں تو چوری ہوجائیگا یا بعد میں میری بے دین اولا د و داماد وارث بنیں گے اور اس سے عیش وعشرت کریں گے۔ حیران وسرگرداں اور پریشان ہوں کہ اسے کیا کروں، مسجد بناؤں تو اس وقت این جی اوز مسجد پر مسجد بنا رہی ہیں، مسجد کہاں بناتے ہیں قلعہ الموت یا نفاق خانہ بناتے ہیں این جی اوز سے لی گئی رقم کو چھپانے کیلئے امام جمعہ سکردو کو جھوٹ بولنا پڑا ہے امام جمعہ چھورکاہ ضامن علی اور طٰہٰ اسی کو چھپانے اور عوام کو بے وقوف بنانے کیلئے بار بار چندہ کرنا پڑا۔ سید نثار حسین اور سید محمد سعید کو وحدت کی خاطر مسجد ضرار میں از روئے

تقیہ شرکت کرنا پڑتا ہے تو ماسٹر مہدی اور ان کے فرزندان کیلئے ہشویا جانے کی زحمت ہوئی۔ حاجی عنایت کیلئے نیچے جماعت کیلئے آنا مشکل ہوا۔

اے اللہ، اس وقت مساجد تیری شریعت کی سر بلندی کیلئے نہیں بن رہی ہیں، اس وقت مساجد علماء کے کمیشن اور دولت کمانے کے ایک ذریعے کے طور پر بنائی جا رہی ہیں، امت اسلامیہ کو تقسیم کرنے یا نا اہل ملاؤں کو امام بنانے کیلئے بن رہی ہیں۔ اگر دینی مدرسہ بناؤں تو قرآن وسنت محمدؐ اور تاریخ اسلام پڑھانے پر پابندی ہے۔ ان تعلیمات کو نصاب کا حصہ بناؤں تو میرے مدرسہ میں داخلہ پر فتوائے حرمت لگے گا، لوگ اس کا مسخرہ کرینگے، دینی کتاب چھاپ کر نشر کروں اور مفت میں دوں یا سستی دوں تو تہمت وافترا باندھتے ہیں، کبھی کہتے ہیں سنیوں سے پیسہ لیا ہے۔ ڈاکٹر حسن خان اور ان کے پسندیدہ عبا پوش کہتے ہیں سعودیوں سے لیا ہے۔ میری کتابیں پڑھنے اور ہاتھ میں اٹھانے پر بھی پابندی ہے، میرے عزیز بچے داماد اسے چھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں کہیں ہاتھ نجس نہ ہو جائیں، مدارس کے طلاب کو ان کتابوں کو چھونے پر پابندی لگائی گئی ہے۔ ان تمام مناظر کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے یہ کتابیں اس لیے لکھی تھیں تا کہ قرآن کی جگہ پر جاگزین کی جانے والی غزلوں اور شاعری کو ہٹاؤں، مدح ومرثیہ اہل بیت کے نام پر چلنے والے گانوں اور موسیقی کو ہٹاؤں، ممبر سے اہل بیت کے نام پر باندھی اور گھڑی جانے والی کفریات وشرکیات، بوذی و براہمی ومجوسی اور صلیبی کو ہٹاؤں۔ یہ مصائب و آلام میرے اوپر اس وجہ سے آئے ہیں کہ میں ایسا کیوں کہتا ہوں۔ علماء کی طرف سے ان تمام دشمنی و عداوت ونفرت کو دیکھ کر اوباش بھی میرے خلاف لب کشائی اور زبان درازی کرنے لگے ہیں۔

مجھے خود کو بڑھانا یا اونچا نہیں دکھانا ہے میں پیغمبرؐ پر گزرنے والے مصائب کو دیکھتا ہوں تو مجھے رونا آتا ہے میں حضرت محمدؐ کی گناہ گار امت کا ایک فرد ہوں، آپؐ پر گزرنے والے مصائب اور ان کے بارے میں آپؐ کے کلمات ومناجات میرے لیے مشعل راہ اور راہ کشا ہیں جہاں طائف کے اوباش لڑکے اور بچے آپؐ کو پتھر مارتے ہوئے پیچھے لگے اور جہاں آپؐ سجدے کی حالت میں تھے کہ ابوجہل نے آپ کی گردن کو دبا کر رکھا، کسی نے آپؐ کی پشت پر غلاظت سے بھری اوجھڑی رکھی تو آپؐ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا، اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو یہ سب میرے لیے آسان ہے۔

میں اس وقت اپنی صحت کو گرتا ہوا محسوس کرتا ہوں میری موت کے متمنی عن قریب ہی خوشخبری سنیں گے۔ میری دکھ سکھ کی شریک عزیز بیٹیاں جنہوں نے اس عالم بے وفا میں میری معاونت کی ہے، میری آرزوؤں کو صفحہ قرطاس پر لائیں نیز وہ برادران ہیں جن کا میرے اوپر ہمیشہ احسان رہا میری غلط وصحیح سے مخلوط عبارات سے غلطیوں کو چھان کر قابل قرات بناتے رہے ہیں۔ جناب ناصر شاہ صاحب، محمد علی صاحب، محمد تیمور خان صاحب، خادم حسین صاحب، ابرار حسین صاحب، تاثیر شاہ صاحب، ملک اظہر صاحب کو سربلندی اسلام کی خدمات کیلئے روز افزوں توفیق عنایت کریں۔

اے اللہ! اپنی رحمت عامہ کی مانند رحمت خاصہ بھی ہمیں نوازیں اے اللہ اپنی برکات کو ہم پر نازل فرما اے اللہ! ہمیں تیرے دین کی طرف دعوت دینے چلانے والوں میں قرار دیں۔ (فرقان۔۷۴) اے اللہ! امت کو دین ودنیا سے نوازیں۔

اے اللہ! اپنی ہدایت خاصہ سے نوازیں جسے تو نے ہدایت چاہنے والوں کو وعدہ دیا ہے کہ مزید ہدایات دیں گے۔ اے اللہ! میں چاہتا ہوں تیرے دین وشریعت کے حقائق ودقائق سے آشنا ہو جاؤں اے اللہ! مجھے ان مشرکین میں سے قرار نہ دے جو حق وحقیقت دیکھنے سمجھنے سے سرپیچی بہانہ تراشی کرتا ہے تو نے ان سے اپنی ہدایت خاصہ کو روک دیا ہے۔ ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ (بقرہ۔۷)

اے اللہ! جن عنوانات کو ہم نے اپنی کتاب میں معنون کیا ہے اس میں کسی کو گرانے کسی کو اٹھانے کی نیت نہیں کی ہے اگر کسی کی دل آزاری ہوئی ہے وہ اس فریضہ شرعی کی ادائیگی میں ناگزیر پڑنے کی وجہ سے کی ہے نہ کسی سے دشمنی یا دنیوی مفاد کی خاطر کی ہے بلکہ تیری شریعت کے رواج اور تیرے دین میں پھینکے گئے خرافات کی چھانٹی اور اعلاء کلمہ حق کی خاطر کی ہے۔

آمین ثم آمین

علی شرف الدین

۱ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ

فہرس

☆☆☆ـــ☆☆☆

ان سے سیکھیں۔

۱۔ عدالت سے مدعی علیہ کو فرار کرانا ہے
تو قاضی سکردو شیخ صادق نجفی سے۔

۲۔ بے بنیاد خود ساختہ ھبہ کو جڑ بندی سے چلانا ہے
تو امام جمعہ چھورکاہ شیخ ضامن علی سے۔

۳۔ عوام یہود کی طرح آنکھ بند کر کے اپنے علماء کے پیچھے رہنا ہے
تو علی آباد والوں سے۔

۴۔ علاقے میں شیعہ سنی کے درمیان نفرت پھیلانا ہے
تو سید طٰہٰ سگلدو سے۔

۵۔ دوسروں کے کہنے پر اپنے مشفق مہربان باپ، تایا کو بغیر کسی تقصیر کے تف کرنا ہے
تو محمد باقر اور سعید سے۔

Http://www.sibghtulislam.com